رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولنا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم مغفور

کی یادگار

دلگداز

نمبر ۱ و ۲ بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۳۵ء جلد ۲۹

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

حکیم محمد سراج الحق پرنٹر پبلشر

دلگداز پریس کٹڑہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

مین چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ (عہ ۸/) معہ محصول ڈاک



ابو الفرج بن جوزی



ابو الفرج عبدالرحمن بن ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن حادی بن احمد بن محمد بن جعفر الجوزی رحمۃ اللہ۔ اُن کا لقب جمال الدین تھا۔ گو کہ اُن کا شمار فقہاے حنابلہ مین ہے اور فقہ امام احمد بن حنبل کو نہایت حسن عقیدت سے دیگر مجتہدین کی فقہ کے مقابلہ مین ترجیح دیتے تھے۔ مگر اس مین شک نہین کہ محدثین کے گروہ مین وہ ایک بہت بڑے امام ہین اور متاخرین اہل حدیث نے اُن کو اپنا زبردست مستند علیہ قرار دے لیا ہے۔ علامہ ابن خلکان اُن کے اوصاف مین تحریر فرماتے ہین "کان علامۃ عصرہ و امام وقتہ فی الحدیث و صناعۃ الوعظ" یعنی باعتبار حدیث اور اصول وعظ کے ابن جوزی علامۂ عصر اور امام وقت تھے۔ امام یافعی فرماتے ہین "کان علامۃ عصرہ و امام وقتہ فی انواع العلوم من التفسیر و الحدیث و الفقہ و الوعظ و السیر و التواریخ و الطب" یعنی تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ وعظ۔ سیر۔ تواریخ۔ اور طب ان جملہ فنون مین امام ابن جوزی علامۂ عصر اور امام وقت تھے۔

ان کی ولادت و نشو و نما کا مرکز بھی بغداد ہی رہا۔ آہ! اے خاک بغداد تجھ مین کیا بات تھی کہ تو نے ایسے ایسے کملاے عصر پیدا کر دیے۔ اور اب تجھ پر کیا ادبار آ گیا کہ آج ہر طرف تجھ مین سناٹا چھایا ہوا ہے۔ ابن جوزی نے اپنے کمال اور مرجعیت کے عہد مین خاندان بنی عباس مین سے پانچ خلفا کا زمانہ دیکھا۔ المسترشد باللہ۔ الراشد باللہ۔ المقتفی باللہ۔ المستنجد باللہ۔ المستضی بامر اللہ۔ اور اس کے علاوہ کچھ زمانہ الناصر الدین اللہ کا بھی پایا۔ ان کی ولادت تقریباً ۵۰۸ھ یا ۵۱۰ھ مین

ہوئی۔ اور اس شک کی وجہ یہ تھی کہ خود ابن جوزی کو اپنی تاریخ ولادت بخوبی یاد نہ تھی۔ مورخ بغداد محمود الدین نجار خود ابن جوزی ہی کی زبانی بیان کرتے ہین کہ کہتے تھے کہ میری ولادت کا صحیح سنہ مجھے نہین یاد ہے۔ مگر میری والدہ فرماتی تھین کہ تمھارے والد نے جب ۵۱۴ھ مین انتقال کیا اُس وقت تمھاری عمر تین برس کی تھی بہرحال اسی قرب مین وہ علامۂ دہر اور امام عصر پیدا ہوا۔ ابھی مادر مشفقہ کے دامن ہی مین تھے۔ تھوڑی ہی عمر تھی اور مرتبۂ رشد کو نہ پہنچنے پائے تھے کہ دل مین شوق علم پیدا ہوا اور جو اُس عصر مین مرجع طلبا اور اہل علم نظر آئے اُن کی درسگاہ مین حاضر ہونے لگے۔ ابو عبداللہ خیاط۔ اور عبداللہ مقری۔ اور ابراہیم بن دینار نہروانی۔ اُن لوگون مین مشہور تھے جو قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے اور رموز قرأت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اُنھیں کی خدمت مین جا کے قرآن مجید پڑھا۔ علامۂ ابوالمنصور جوالیقی کی تمام کتابین خود ابو منصور کی خدمت مین حاضر ہو کے پڑھین ابو بکر دینوری احمد بن ابوالمعانی حربی۔ حسن بن عبداللہ بن نصر اور دیگر اساتذۂ وقت سے علم فقہ کو حاصل کیا۔ اس کے بعد محمد بن ناصر جو حدیث کے عمدہ مدرس تھے ان کی خدمت مین حاضر ہوے اور امام احمد حنبل کا مسند تمام و کمال اول سے آخر تک پڑھا۔ اس کے بعد جامع ترمذی اور مناقب احمد بن حنبل پڑھنے کیواسطے ملک بن عبداللہ بن ابی سہیل کی شاگردی کی۔ ابراہیم حربی کی کتاب ذم الغیبۃ کو ابوالفضل بن ناصر اس عہد کی مشہور و معروف مدرسۂ فاطمہ بنت حسین بن حسن فضلویہ رازیہ کی خدمت مین پڑھتے تھے۔ ابن جوزی نے یہ موقع غنیمت جانا اور اس معصومہ کی درسگاہ مین حاضر ہو کر بہ سماعت شریک ہو گئے۔ اس کے علاوہ اور بھی اُس وقت کے اساتذہ تھے جن کی خدمت مین حاضر ہو کر ابن جوزی نے تحصیل علم کی۔ وعظ گوئی مین ابن جوزی کو ایسا ملکہ حاصل ہو گیا تھا کہ تمام دنیا مین شہرت ہو گئی۔ مشرق سے مغرب تک اسلامی دنیا کا ہر شخص اُن کی زبان سے کلمات پند و نصائح سننے کا شائق تھا۔ اور ضرور ایسا ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ ابن جوزی کو وعظ کے ساتھ ایک طبعی مناسبت تھی۔ مشہور ہے کہ ابتداے لڑکپن سے آخر تک اُن کا

یہ قاعدہ رہا کہ جہان کسی کے وعظ کہنے کی خبر سنتے شوق دل بے اختیار کر دیتا
اور اس کی صحبت مین شریک ہونے کے لیے دوڑے جاتے۔ ان کے اس جوش
وخروش طبعی کا یہ حکمی نتیجہ تھا کہ دنیا اُن کو ایک اعلیٰ درجے کا بیمثل واعظ ثابت
کرتی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ زمانے نے اُن کو سب سے اعلیٰ شہ نشین پر بٹھایا۔ اور
لوگون کو اُن کی وعظ سنوائی۔ خود فرماتے ہین ۵۲۰ھ مین ابو القاسم علی بن
یعلی ہروی جو اپنے عہد کے مشہور واعظ تھے بغداد مین آئے۔ مین اُس عہد مین
اس قدر کم عمر تھا کہ اپنے پاؤن سے اُن کی خدمت مین نہین جا سکتا تھا۔ لوگ
مجھے گود مین اُٹھا کے اُن کے پاس لے گئے۔ شیخ ابو القاسم نے میری طرف بہت
توجہ کی اپنا ملبوس خاص مجھے پہنایا۔ اور چند امور از قسم وعظ و نصائح مجھ سے
ارشاد فرمائے۔ مجھے وعظ گوئی کا اس قدر شوق تھا کہ اُن سب باتون کو مین نے
زبانی یاد کر لیا۔ شیخ ابو القاسم اس کے بعد عرصہ تک بغداد مین مقیم رہے۔ اور
مین اُن کی خدمت مین حاضر ہوتا رہا۔ یہان تک کہ بہت دنون کے بعد انھون نے
بغداد سے جانے کا قصد کیا۔ جس روز جانے والے تھے عام اہل بغداد کو رخصت
کرنے کے لیے ایک مجلس منعقد کی۔ اہل بغداد کو ان سے کچھ ایسی محبت ہو گئی تھی
کہ اس رخصتی کے جلسے مین تقریباً پچاس ہزار آدمی کا مجمع ہو گیا۔ اتنے بڑے مجمع عام
مین اُنھون نے مجھے ممبر پر جا کے کچھ بیان کرنے کا حکم کیا۔ مین ممبر پر گیا اور
ایسے شائستہ و مناسب الفاظ مین مین نے تقریر کی کہ کل بغداد نے اور خصوص حضرت
شیخ نے میری بہت ہی تعریف کی۔ اسکے بعد ابن جوزی کو وعظ گوئی کا کچھ ایسا چسکا
پڑ گیا کہ جہان کہین مجلس وعظ ہوتی سو کامون کا ہرج کر کے وہان ضرور پہونچتے۔
ابو الحسن زاغوانی جو مشہور نامور واعظ اور خطیب تھے۔ اُن کے پاس جا کے آداب وعظ
و خطابت سیکھتے۔ ان کی خدمت مین ابن جوزی مدتہاے دراز تک حاضر ہوتے رہے
اور اپسکری اور وعظ گوئی مین جو کچھ ناموری ابن جوزی کو حاصل ہوئی وہ اصل مین
اُنھین کا فیض اور انھین کی برکت تھی۔ خود اپنی تاریخ منتظم مین تحریر فرماتے ہین
کہ ابو الحسن زاغوانی کا قاعدہ تھا کہ اوقات نماز کے پہلے جامع منصور مین بیٹھتے
تھے اور درس دیتے تھے۔ اس وقت پند و نصائح کے ذریعہ سے بھی لوگون کو فائدہ

پہونچاتے تھے۔ اور نماز پڑھ کے چلے جاتے تھے۔ ہمیشہ ہفتہ کے روز باب نصر مین حضرت معروف کرخی کے مزار کے قریب رونق افروز ہوتے تھے اور وعظ فرماتے تھے آخر عمر تک اُن کا یہی معمول رہا۔ یہان تک کہ ۵۲۷ھ مین اُنھون نے انتقال فرمایا۔ تمام فضلا و علماے شہر نے اُن کے بعد خلق اللہ کو فائدہ پہونچانے کے لیے اُن کے مقام پر ابو علی رازانی کو معین کیا۔ تاکہ اب ان کے ذریعہ سے وہی سلسلۂ فیض جاری ہو۔ چونکہ ہنوز میرا نوعمرون مین شمار تھا۔ لہذا سن رسیدہ اور مستند لوگون نے میرا معین کیا جانا نامنظور کیا۔ چند روز بعد اتفاقاً ایک دن وزیر شرف الدین انوشیروان بن خالد کاشانی کی محفل مین میرا گذر ہوا۔ مین نے وہان کچھ نصائح بطور وعظ کے بیان کیے اُنھون نے میری بہت تعریف کی اور مجھے اجازت دی کہ جامع منصور مین ممبر پر بیٹھ کے وعظ بیان کرون پہلے پہل جس روز مین نے اُس عالیشان دنیا کی نامی مسجد جامع مین وعظ کہی بغداد کے بہت بڑے بڑے علما و فضلا اور فقہاے عصر موجود تھے اس کے بعد مین باب بصرہ اور نہر مصلی مین حضرت معروف کرخی کے مزار کے قریب بھی وعظ کہنے لگا۔ میری زبان سے وعظ سننے کے لیے لوگ جوق جوق اور بکثرت آتے تھے۔ اور بہت بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ مسترشد باللہ المقتفی بامر اللہ کے عہد تک مین ایک معمولی شخص تھا۔ اور میرا نام گمنامی کے پردے مین چھپا ہوا تھا۔ یہان تک کہ زمانے نے مقتفی بامر اللہ کا ورق بھی الٹا۔ اس خلیفۂ مرحوم کے ولی عہد المستنجد باللہ نے تخت خلافت پر بیٹھ کے پہلے حسب معمول تین روز تک خلیفۂ مرحوم کی تعزیت اور ماتم داری کی تین دن تک روز بزم ماتم ہوتی تھی۔ اور تمام ارکان دولت اور علما و فضلاے بغداد اُس محفل غم مین شریک ہوتے تھے۔ نئے خلیفہ نے حکم دیا کہ اس بزم ماتم مین ممبر لا کے رکھا جائے اور مجھے بلوا کے حکم دیا کہ مین لوگون مین کچھ بیان کرون۔ تینون دن مین نے ممبر پہ بیٹھ کے اُس شاہی صحبت مین نہایت مناسب کلمات تسلی و تشفی کے بیان کیے۔ جب ماتم داری کے تین روز پورے ہو گئے تو مستنجد باللہ نے خلعت گران بہا سے میری عزت افزائی کی اور حکم دیا کہ جامع منصور مین بیٹھ کے مین ہمیشہ وعظ کہا کرون اور ہفتہ ۲۸ ربیع الثانی سے مین وہان بیٹھ کے وعظ کہنے لگا۔ دو ہی چار روز مین میری وعظ گوئی کا ایسا شہرہ ہو گیا کہ چند ہی روز کے بعد مین نے اندازہ کر کے

دیکھا تو تخمیناً پندرہ سولہ ہزار آدمی روزانہ وعظ سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔ اتفاقاً اسی عہد مین اہل بدعت کا ایک فرقہ پیدا ہوا جس نے دین مین خلل ڈالنے کی بہت کچھ کوشش کی۔ مین چونکہ دین نبوی کا سچا حامی تھا لہذا خدا نے میری مدد کی۔ اور مجھے اُن دشمن اسلام مبتدعین پر غلبہ حاصل ہوا۔ اُنھین دنون ایک اتوار کی رات کو جس روز جمادی الآخر کی ۱۲ تاریخ تھی اور سنہ ۵۶۰ھ تھا اپنے دوستون کے ساتھ مین اپنے کوٹھے کی چھت پر سویا۔ خواب مین کیا دیکھتا ہون کہ مین وزیر عون الدین یحییٰ بن ہبیرہ بن محمد حنبلی کے پاس ہون۔ اور اُن سے باتین ہو رہی ہین۔ ناگہان کوئی شخص ایک چھوٹا سا حربہ ہاتھ مین لیے ہوے نمودار ہوا۔ اور بے تکلف محفل وزیر مین چلا آیا۔ اور آتے ہی اُس نے وزیر کے اُنثیین کے پاس ایک کاری وار کیا۔ فوراً خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اسی اضطراب مین مین نے دیکھا کہ زمین پر ایک سونے کی انگوٹھی گری۔ مین نے اسکو اٹھا لیا۔ اور منتظر ہوا کہ وزیر کا غلام آئے تو اُس کے سپرد کر دون۔ اسی اثنا مین میری آنکھ کھل گئی یہ تمام واقعہ مین نے اپنے احباب سے بیان کیا۔ ہنوز خواب کا حال پورا بیان بھی نہ کر چکا تھا کہ ایک شخص گھبرایا ہوا آیا کہنے لگا ”وزیر صاحب نے انتقال کیا۔ چند لوگ جو وہان بیٹھے تھے اُنھون نے اُس شخص کی تکذیب کی اور کہا ”کل تو ہم وزیر صاحب سے مل چکے ہین وہ اچھے خاصے تھے“ تھوڑی ہی دیر مین اُس خبر کی تصدیق ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ وزیر نے حقیقت مین سفر آخرت کیا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کل صبح تک اچھے تھے۔ صبح سے قے اور دست جاری ہو گئے۔ اسی عارضۂ وبائی کا علاج کرنیکے کے لیے ابن رشادہ طبیب کو بلایا تھا۔ اس ظالم نے اپنی شقاوت قلبی سے دوا مین زہر ملا دیا۔ بہرحال مین اُٹھ کے وزیر کے گھر پر گیا۔ اُن کے صاحبزادے نے میری صورت دیکھتے ہی کہا آپ خود تشریف لائے۔ آپ کے ہوتے ہوے اور کون شخص جنازے کو غسل دیسکتا ہے۔ مین مستعد ہو گیا۔ اور نہلانے لگا۔ وزیر مرحوم کا ہاتھ پکڑ کے مین نے اٹھایا تا کہ پانی بغل تک پہونچ جائے فوراً ایک سونے کی انگوٹھی جو اُن کے ہاتھ مین تھی انگلی سے نکل کے گر پڑی۔ یہ تمام فوری امور دیکھ کے مجھے اپنے خواب پر نہایت حیرت ہوئی اور کچھ دنون تک مین ایک سکوت و استعجاب مین رہا۔

ابن جوزی نے یہ بڑی آسانی کر دی ہے کہ اپنے سوانح عمری مختصراً خود بھی لکھ دیے ہیں۔ اپنی کتاب منتظم میں فرماتے ہیں۔ مرجان جو خلافت کا خادم خاص تھا اس کو اپنے طریقے شافعیہ کی محبت میں انتہا سے زیادہ غلو تھا۔ اُس کا تعصب اس قدر بڑھ گیا تھا کہ حنبلیوں کی آزار رسانی وایذا دہی پر ہر وقت آمادہ رہتا تھا۔ خصوصاً میرے ساتھ تو اُس کو بڑی ہی عداوت تھی اپنے نزدیک مجھے ضرر پہونچانے میں اُس نے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا ایک ادنیٰ عداوت یہی تھی کہ وزیر کے انتقال کے بعد خلیفہ کی حضور میں جا کے عرض کیا کہ وزیر مرحوم کی بہت سی قیمتی اور نادر کتابیں ابن جوزی کے پاس بطور امانت رکھی تھیں۔ اب وزیر صاحب کے انتقال فرماتے ہی اُنھوں نے انکار کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔ مگر خدا میرا مدد گار تھا خلیفہ نے اُس کے قول کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میرے نزدیک تو یہ امر محال ہے اس لیے کہ ابو حکیم جو صاحب دولت و ثروت تھے جب اُنھوں نے انتقال کیا ابن جوزی کے ان پر گیارہ دینار قرض تھے ابن جوزی نے فوراً خود ہی اُن دیناروں کا حال ظاہر کر دیا۔ اور خود مجھے اُن دیناروں کی خبر کر دی لیکن مرجان کا تعصب میرے اور تمام حنبلیوں کے مقابلے میں ایسا تھا کہ اس پر بھی اسے صبر نہ آیا۔ مکہ معظمہ میں جس کن کو وزیر مرحوم نے مقرر کیا تھا اور جس مقام پر امام حنبلی کھڑا ہو کے نماز پڑھا کرتا تھا بغیر اطلاع و اجازت خلیفہ کے اسکے انہدام کا حکم مکہ معظمہ میں بھیجدیا۔ اس کا حال معتبر طور پر مجھے معلوم ہوا اور میں سمجھ گیا کہ مرجان چاہتا ہے فقہ حنابلہ کو دنیا سے بالکل مٹا دے۔ اس بارے میں مرجان نے ایسی ایسی رخنہ اندازیاں کیں اور ایسے فساد برپا کیے کہ میں نے مجبور ہو کر درگاہ حضرت رب العزت میں دعا کی کہ "یا اللہ اس آفت سے امام احمد حنبل کی فقہ حدیث کو تو بچا لے۔ مجھے یہ دعا مانگتے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ مرجان دنیا ہی سے گزر گیا۔

اور خدا نے اُسکے فتنہ کو فرو کر دیا۔ اس موقع پر ایک واقعہ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ اگرچہ آج کل کے تعلیم یافتہ اس کو ایک قسم کی ضعیف الاعتقادی خیال کریں گے۔ لیکن ہم اس کا اظہار صرف اس لیے مناسب جانتے ہیں کہ

جو اصلیت ہوتی ہے وہ پاک نفس والون کو خاص طریقون سے عالم مثال مین معلوم ہو جاتی ہے۔ اُس عہد کے ایک متقی اور زاہد اور بزرگ نے چند روز بعد قرجان کو خواب مین دیکھا۔ اور اس وضع سے کہ دو شخص اُسے زبردستی پکڑے لیے جاتے ہین اُنھون نے اُن لوگون سے دریافت کیا کہ کہان لیے جاتے ہو؟ اُنھون نے بتایا کہ دوزخ مین لیے جاتے ہین۔ پھر پوچھا اس پر کیون عتاب الٰہی ہوا تو اُنھون نے جواب دیا کہ محض ابن جوزی کی عداوت کی وجہ سے۔

آخر وہ زمانہ آیا کہ مستنجد باللہ عباسی نے بھی انتقال کیا۔ اور المستفی بنور اللہ خلیفۂ بغداد ہوا۔ اس نے بھی حسب عادت وارثان خاندان بنی عباس کے خلیفۂ مرحوم کی تعزیت کے لیے تین دن مقرر کیے۔ اطراف دار الخلافت سے تمام اراکین دولت اور مشاہیر وقت فراہم ہونے لگے کہ اس محفل عزا مین شرکت کرین۔ المستفی بنور اللہ نے بھی اپنے باپ کی طرح علامۂ ابن جوزی کو طلب کیا کہ تین دن تک ممبر پہ بیٹھ کے لوگون کی تسلی و تشفی کے لیے کچھ مناسب و شافی کلمات ارشاد فرمائین۔ اور واقعی ان سے زیادہ کوئی مناسب شخص اس کام کے لیے نہین ہو سکتا تھا۔ انھون نے اس مجمع عام کو نہایت خوبصورتی سے ایڈرس کیا۔ جس دن المستفی بنور اللہ نے اپنے باپ یعنی بادشاہ مرحوم کے جنازے کو دفن کیا ہے اور خود کندھا دے کے لے چلا ہے اُس روز اس نے علما کی نہایت خاطر و مدارات کی۔ ہر عالم کی خدمت مین ایک نسخہ کلام اللہ کا ہدیتاً ارسال کیا۔ اور وہ قرآن مجید نہایت عمدہ اور سب سے زیادہ خوشخط تھا جو ابن جوزی کے پاس بھیجا۔

منتظم مین یہ بھی فرماتے ہین کہ سنہ ۵۶۷ھ ۲۲۔ محرم مین لوگون نے المستفی کے آستان دولت مین خبر پہونچائی کہ عاضد باللہ علوی کا نام خطبون سے نکل گیا۔ اور اب دیار مصر مین بھی حضور کے نام نامی سے خطبہ کو رونق دی گئی۔ ابو سعید عصفرن کو جو یہ خبر فرحت اثر لایا تھا خلعت فاخرہ سے عزت دی گئی۔ اور اُس کو تقرب آستان خلافت کا عہدہ مرحمت ہوا۔ خاندان بنی عباس کے تمام لوگ جن کا شمار شاہی خاندان مین تھا نہایت شادان و فرحان ہوے۔ بغداد مین خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اور علوی لوگون کو دل ہی دل مین نہایت صدمہ اور ملال

ہوا۔ ابن جوزی فرماتے ہین کہ مجھ کو بھی ضرورت ہوئی کہ خلیفہ المستضی کو کسی نئے اور متاثر پہلو سے مبارکباد دون۔ لہذا مین نے کتاب "النصر علی مصر" لکھی اور خلافت مین پیشکش کی جس کے صلہ مین مجھے بہت کچھ انعام واکرام ملا۔ اور میری قدر و عزت زیادہ ہوئی۔

اس کے علاوہ تحریر فرماتے ہین کہ بغداد کے واعظ محمد طوسی نے ایک بار بروز جمعہ مدرسہ تاجیہ مین ممبر پر چڑھ کے وعظ کہی منجملہ اور تمام باتون کے یہ بھی بیان کیا کہ "عبد الرحمن بن ملجم نے اگرچہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کو شہید کیا۔ لیکن اُس کا شمار کفار مین نہین ہو سکتا" تمام حاضرین کو یہ کلمات سنتے ہی ایک ایسا فوری اشتعال طبع پیدا ہوا کہ یک بیک ہجوم کر کے اس پر جھپٹ پڑے کھینچ کر اسے ممبر پر سے اتار لیا۔ اور چارون طرف سے ڈھیلے مارنا شروع کیے۔ واعظ صاحب گھبرا کے بھاگے۔ اور اپنے گھر مین جا کے دروازہ بند کر لیا۔ دوبارہ جب اُن کی وعظ کی باری آئی تو لوگ حسب معمول جمع ہوے۔ اُن کے لیے منبر بچھائی۔ اور لوگ ڈھیلے پتھر اور وہ شیشہ (جن کے ذریعہ سے روغن نفت برسا کے آگ لگا دی جاتی ہے) لے لے کے بیٹھے کہ آج واعظ صاحب کو اُن کے اعتقاد پر خوب سزا دیجاے۔ اور اُن کو پتھرون سے سنگسار کر کے جلا دین گے۔ محمد طوسی کو بھی ان خوفناک سامانون کی خبر ہو گئی ڈر کے مارے گھر سے بھی نہ نکلے۔ اور وہین چھپے بیٹھے رہے۔ یہ خبر دار الخلافت مین پہونچی۔ خلیفہ نے قطعی ممانعت کرا دی کہ آیندہ سے کوئی واعظ ممبرون پر بیٹھ کے وعظ نہ کہنے پائے۔ چندروز نہین گذرے کہ پند و نصائح کا دروازہ بالکل بند تھا ایک عرصہ کے بعد حکم ہوا کہ مقلدین شافعیہ حنفیہ حنبلیہ مین سے ایک ایک شخص کو خاص طور پر وعظ کی اجازت دیجاے۔ بس مجھ کو اجازت ملی کہ حنابلہ کا واعظ بنون۔ اور باقی دو نون گروہون مین سے روز ایک ایک شخص حسب فرمان شاہی وعظ گوئی مستحق قرار پایا ہم تین آدمیون کے سوا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ وعظ کہہ سکے۔ میرا قاعدہ تھا کہ روزدو تین آتین کلام اللہ مجید کی پڑھتا تھا اور اُن کی تفسیر و توضیح کر کے بہت سے رموز و نکات بیان کیا کرتا تھا۔ اسی طرح حسب معمول بیان کرتے کرتے کئی سال کے بعد ہفتہ کے روز ۱۰۔ جمادی الآخر ۵۵۹ھ مین مین نے پورا کلام اللہ ختم کر دیا۔ مین نے اللہ جلشانہ کا نہایت شکریہ ادا کیا۔

اِس لیے کہ ابتداے اسلام سے آج تک کسی شخص نے اس ترتیب سے پورا کلام اللہ نہین ختم کیا تھا۔ اس کے بعد مین نے پھر شروع سے کلام اللہ کا دورہ شروع کیا ہے اور تفسیر آیات بیان کیا کرتا ہون۔

رمضان شریف ۵۷۴ھ مین ایک اور ہنگامہ بغداد مین پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ اہل شیعہ کا ایک گروہ پیدا ہوا جو صحابہ کرام کو سخت و سُست الفاظ سے علانیہ یاد کرتے تھے۔ اس کی شکایتون نے تمام بغداد مین ایک جوش و خروش پیدا کر دیا۔ صاحب مخزن نے اِن تمام امور کو آستان خلافت مین عرض کیا۔ اور اہل شہر کی بہت سی عرضیان شکایت مین پیش کین۔ اور درخواست کی کہ ابن جوزی کے نام فرمان جائے کہ آپ لوگون کو سمجھا بجھا دیجیے۔ اور فساد کرنیوالون اور ایسے اشتعال انگیز کلمات کہنے والون کو رد کیے۔ اور شہر مین امن و امان قائم کرنے کی کوشش کیجیے۔ لہذا خلیفہ نے صاحب مخزن کے کہنے کے بموجب میرے نام حکم بھیجا کہ "آپ کو جس طرح مناسب معلوم ہو فتنہ و فساد رفع کرنے کی کوشش کیجیے"۔ یہ فرمان پاتے ہی مین نے جامع مسجد مین لوگون کو جمع کیا اور خود ممبر پر چڑھ کے بیان کیا کہ "جو سخت و سُست اور نالائق کلمات اہل شیعہ صحابہ کبار اور خلفاے راشدین کی شان مین علانیہ کہتے پھرتے ہین اُن کی خبر امیر المومنین تک پہونچ گئی۔ چنانچہ باب خلافت سے میرے نام حکمنامہ آیا ہے کہ آیندہ جس کسی کی زبان سے ایسا کوئی کلمہ نکلے اس کو اس کی درشت زبانیون کی سزا دون۔ سو نفت مین علانیہ پکار کے کہے دیتا ہون کہ سب لوگون کو امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کرنا چاہیے۔ اور اب جس کسی کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلے مجھے اس کی فوراً اطلاع کرو۔ مین نے یہ سزا تجویز کی ہے کہ اگر عام لوگون مین سے ہو گا تو اس کا گھر مسمار کر کے اسے دائم الحبس کر دون گا۔ اور اگر خاص لوگون مین ہو گا تو اُسکی زبان بند کی جائے گی۔ اور شہر سے نکال دیا جائے گا۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی شیعون نے پھر کوئی کلمہ نہین کہا۔ اور لوگون کی زبان بند ہو گئی۔

۵۷۴ھ روز ہفتہ ۲۹ - ماہ مبارک رمضان مین ایک اور ہنگامہ پیدا ہوا وہ یہ کہ صاحب مخزن نے ایک محفل مرتب کی۔ جس مین تمام فقہا مشاہیر بغداد اور

اراکین دولت سب مدعو کیے گئے تھے۔ اُس صحبت مین مختلف معاملات مین بحث ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہونچی کہ ابن بغدادی فقیہ نے بیان کیا "عائشہ صدیقہ نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی عداوت پر کمر باندھی۔ لہذا اُن کا شمار باغیون اور خارجیون مین ہونا چاہیے۔ اتنا سنتے ہی صاحب مخزن کے تن بدن مین آگ لگ گئی فوراً ابن بغدادی کو جبراً مجلس سے کھینچ کے قیدخانہ مین بھیجدیا اور کئی آدمی معین کر دیے جو اُس قید مین اُن پر پہرہ دین۔

اور خلیفہ کی خدمت مین درخواست بھیجی کہ "ابن بغدادی نے ایسے کلمات بیہودہ کہے اور ارتکاب جرم کیا۔ اہل سنت مین ایسی برہمی پیدا ہو گئی" خلیفہ نے سزا دہی منظور کی اور علمائے بغداد سے مشورہ کرنے کی ہدایت کی صاحب مخزن نے تمام فقہا کو جمع کیا اور اس امر خاص مین جواب طلب کیا۔ کہ "جو شخص پہلے ایک ایسے اعتقاد کا اقرار کرے اور اُس کے بعد اپنی زبان سے اپنی غلطی کا اعتراف کرے تو سزا اور تعذیر شرعی اس پر سے ساقط ہو جاتی ہے یا نہین"؟ مگر ابن بغدادی نے غلطی کا اعتراف نہین کیا اپنے اُس دعوے پر قائم رہا۔ اور جو لوگ تردید کرتے تھے اُن کی تقریرون کو دلائل و براہین سے رد کرنے لگا۔ اور دیگر فقہا اُس کے قول کی تردید کرتے تھے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہین کہ جب باہم رد و قدح ہونے لگا تو مین نے کہا "ایسا شخص ایسی خطا مین معذور ہے۔ اُسکی نظر تاریخ اور روایات پر وسیع نہین ہے اس کا غلط فہمی سے خیال ہے کہ باعث فتنہ و فساد خود جناب عائشہ تھین۔ اور اُن کو ذاتی عداوت حضرت علی مرتضیٰ سے تھی۔ حالانکہ اُسے خبر نہین کہ اُس معرکہ مین دونون طرف کے فسادیون اور بدنفس لوگون نے لڑائی شروع کرا دی۔ اور جناب عائشہ صدیقہ کو بالکل دخل اُس واقعہ مین نہ تھا۔ اگرچہ واقعات صحیح طور پر ہم کو نہ معلوم ہو گئے ہوتے تو ہم بھی بیشک اسی کے ہم زبان ہوتے۔ لہذا ایسے شخص کی تعذیر یہی ہے کہ اپنی خطا کا اعتراف کرے۔ اور اپنے اعتقاد بیہودہ سے تائب ہو۔ اور

اگر وہ ایسا کرے تو ہمیں بھی چاہیے کہ اُس کی خطاؤں کو معاف کریں" میری یہ تقریر جب خلیفہ کو معلوم ہوئی تو اُنھوں نے کہا "بیشک یہی رائے ٹھیک ہے" ابن جوزی ہی کے فتوے پر عمل کیا جائے۔ اور ابن بغدادی کی نسبت حکم جاری کیا کہ وہ اپنے اعتقاد فاسد سے توبہ کرے۔ اور پھر ایسی رائے کا اظہار نہ کرے اور اگر وہ اس حکم کی پابندی کرے تو اُسے قید سے رہائی دی جائے۔

پنجشنبہ ۹ رجب ۵۷۴ھ میں خلیفہ المستضی اس محل میں آکے بیٹھا جہاں وہ وعظ سننے کے لیے معمولاً بیٹھا کرتا تھا۔ میں حسب معمول وعظ کہنے کے لیے ممبر پر جا کے بیٹھا۔ اور احکام شرع بیان کرنے لگا۔ خلیفہ میری طرف دیکھتا جاتا تھا اور میری تقریریں سُن رہا تھا۔ میں نے بیان کرتے کرتے خود خلیفہ کو خاص طور پر نصائح کرنے کے لیے بھی اکثر باتیں بیان کیں۔ یہاں تک کہ مجھے رشید و شیبان کی حکایت بیان کرنا مناسب معلوم ہوئی۔ چنانچہ میں نے کہا "ایک روز رشید نے شیبان کو جو اُس عہد کے نامور اور رجادو بیان واعظوں میں تھا بلا کے کہا کہ مجھ سے کچھ نصیحتیں بیان کرو۔ شیبان نے دریافت کیا کہ امیرالمومنین آیا وہ شخص جو آپ کو دنیا میں خوفناک کرے تاکہ آپ کو عقبیٰ میں اطمینان حاصل ہو اچھا ہے یا وہ شخص اچھا ہے جو آپ کو دنیا میں خوش کرے تاکہ آپ عقبیٰ میں خوفناک رہیں؟ رشید نے کہا اس مختصر جملہ کو ذرا تفصیل سے بیان کرو۔ شیبان نے کہا یعنی جو شخص آپ کو قیامت کے عذابوں اور اندیشوں سے ڈرائے۔ اور کہے کہ خوف خدا اپنا شعار کیجیے تاکہ جب ہر شخص خائف ہوگا جبوقت آپ کو لا کے کھڑا کریں گے حساب وکتاب شروع ہوگا۔ اور آپ سے اُن تمام کارروائیوں کا مواخذہ کریں گے جو آپ نے رعایا کے ساتھ کی ہیں آپ کے اعمال کو میزان عدل میں تولیں گے۔ اور آپ کے گناہوں کی سزا آپ کے سامنے لاکے پیش کریں گے اُس روز آپ کو اطمینان ہو ایسا شخص آپ کے نزدیک اچھا ہے یا وہ شخص جو آپ کا دل خوش کرنے کے لیے خوشامد کی اور جھوٹی باتیں آپ کے سامنے بیان کرے۔ اور یہ کہہ کے خوش کردے کہ اللہ جل شانہ اُن لوگوں سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کرے گا جو رسول اللہ صلعم کے اعزا و اقربا ہیں۔ اور اُن کا حساب وکتاب ہی نہ ہوگا۔ یہ تقریر سن کے رشید اس قدر

رو یا کہ حاضرین کو اس کے حال پر ملال پر ترس آنے لگا۔ اتنا بیان کر کے مین المستقفی کیطرف متوجہ ہوا۔ اور کہا اے امیرالمومنین جو عبرت انگیز اور دل مین غم والم کا اثر پیدا کرنے والے خیالات میرے دل مین ہین اگر اُن کو صاف صاف بیان کر دون تو مجھے حضور کی ناراضی کا خوف ہے۔ اور اگر نہ بیان کرون تو مجھے امیرالمومنین کا انجام کار پر خوف نظر آتا ہے۔ مگر محض اس محبت و ہمدردی کی بنا پر جو مجھے امیرالمومنین کے ساتھ ہے اپنی طرف سے آنکھین بند کر کے جو نصیحت و وعظ کا حق ہے اسے ادا کرتا ہون۔ اس کے بعد مین نے خلیفہ کے گناہون کا حال خوب تفصیل سے بیان کیا۔ سب لوگ حیرت زدہ ہی رہ گئے۔ اور مین سب کچھ بیان کر کے ممبر سے اُترا اور اپنے گھر چلا آیا۔

پھر فرماتے ہین ایک مرتبہ عاشورے کے روز دوبارہ ایسا ہی اتفاق ہوا۔ باب البدر مین اُس مقام کے نیچے جہان خلیفہ بیٹھ کے وعظ سنا کرتا تھا اسکی موجودگی مین مین نے بیان کیا کہ امیرالمومنین اللہ جل شانہ کی ذات باوجودیکہ بالکل بے پروا ہے اور کسی بات مین کسی کا محتاج نہین۔ مگر اس نے آپ کی خوشنودی کے لیے ہر قسم کا سامان فراہم کر دیا۔ تمام دنیاوی نعمت اور اپنی سب برکتین آپ کو مرحمت فرمائین۔ بہتر ہو گا کہ جس طرح اُس نے آپ کو خوش کیا آپ بھی اُسی طرح اس کو ہر امر مین خوش رکھیے۔ اور اس کی نعمتون کی قدر کیجیے اور شکریہ ادا کیجیے۔ میری اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ اُس روز بعد ختم وعظ خلیفہ نے بہت مال و دولت فقرا پر تقسیم کرایا۔ اور بہت سے قیدیون کو رہائی دی۔

علامۂ یافعی فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ خلیفہ مستقفی اپنے ایک محاسب پر خفا ہوا۔ اور اُس سے نہایت ہی ناراض ہو گیا۔ اُس محاسب کو جب خبر پہونچی تو اُسکو سوا اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ بغداد مین چھپ کے بیٹھ رہا۔ اور ایسا مخفی ہوا کہ ملازمان دولت نے ہزار جستجو کی مگر اُس کا کہین پتہ نہ لگا۔ جب اس کے مفرور ہو جانے کی خبر خلیفہ کو پہونچی تو اس کی آتش غضب اور بھڑک اٹھی حکم دیا کہ اس کے بھائی کو گرفتار کر لو۔ اس کے بعد یہ فرمان جاری ہوا۔

کہ اس محاسب مفرور کی غلطی و فرار کے جرم مین اُس کے بھائی سے معتد بہ روپیہ بطور جرمانہ کے وصول کر لیا جائے تب اس کو رہائی ملے۔ اس نے بہزار دقت روپیہ ادا کر دیا۔ اور اُس عذاب سخت سے رہائی پائی۔ اپنے بھائی کیطرف سے اس نے بے خطا و بے قصور جرمانہ کا روپیہ ادا کیا تھا۔ مجبور ہو کے وہ ابن جوزی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور اپنا سارا حال اور خلافت کی تمام زیادتیان ظاہر کر کے کہنے لگا: "مین محض بے قصور ہون" اگر خطا ہے تو میرے بھائی کی۔ مگر مجھ سے جبر کر کے زبردستی روپیہ لیا گیا۔ مین اس شاہی جرمانہ کے ادا کرنے سے تباہ ہو گیا اور اب اپنی زندگی نہین بسر کر سکتا ہون: ابن جوزی کو اس پر ترس آ گیا۔ فرمایا اچھا اب جس روز مجلس وعظ منعقد ہو تو بھی آنا۔ اور جب مین بیان کر چکون کھڑے ہو کے مجھے یاد دلا دینا مین اس بارۂ خاص مین بھی کچھ بیان کر دونگا۔ شاید تیرا کام نکل جائے۔ دوسرے روز ابن جوزی ممبر پہ بیٹھ کے وعظ کہنے لگے۔ خود خلیفہ نے بھی پردے کی آڑ مین سُنا۔ ادھر وعظ ختم ہوئی۔ اور اُدھر وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ میری داد کو پہونچیے۔ مجھ پہ بہت بڑا اور سخت ظلم ہو گیا۔ ابن جوزی نے صاف صاف بیان کر دیا کہ اس قسم کے معاملات مین اکثر زیادتیان ہو جاتی ہین۔ یہ شخص بالکل غیر مجرم ہے۔ اس معاملہ سے اس کو کوئی علاقہ نہین۔ مگر اس پر جبر کیا گیا اور جرمانہ وصول کیا گیا۔ بہتر یہی ہو کہ اس سے جس قدر روپیہ وصول کیا گیا ہے واپس دیا جائے اور خود حضرت خلیفہ کا فرض ہے کہ اس سے جو کچھ لیا ہو اسکی واپسی کا حکم صادر فرمائین۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

یذنب الطرف لم تلوی الفؤاد		قفی ثم اخبرینی یا سعاد

اے سعاد (معشوقہ کا نام) ذرا قرار لے۔ اور اس زیادتی کا تو حال بتا کہ آنکھون کی خطا کے بدلے مین تو بیچارے دل پر کیون ظلم کرتی ہے۔

وای قضیۃ حلمت اذا ما		جنی زید بہ عمرو و بقاد

بھلا یہ کیسا انصاف ہے کہ زید تو خطا کرے اور عمرو پکڑا جائے (بقول شخصے کرے ڈاڑھی والا۔ اور پکڑا جائے موچھون والا۔

خلیفہ نے یہ اشعار بہت پسند کیے۔ اور اس کے دل پر ابن جوزی کے

ان کلمات کا ایسا اثر ہوا کہ پردے کے اندر سے اسی وقت حکم دیا کہ فوراً اس شخص کا مال واپس کیا جائے۔

یہ ایک ایسا امر ہے جس کے ذریعہ سے اس امر کا بہت بڑا ثبوت نکلتا ہے کہ اس عہد مین علما کے وعظ و نصائح کی صحبت محض سُن لینے کے لیے نہین ہوتی تھی۔ بلکہ پبلک کے بہت سے امور کا دار و مدار اُنھین پر ہوا کرتا تھا۔ بادشاہ تک پبلک کا اثر پہونچانے کے ذرائع جس طرح آجکل کے اخبار ہین اُسی طرح اس دینداری کے دور مین علما و فضلا کی زبان اہل علم کے فتوے اور قصہ خوانون یا فصیحون کی خطبہ خوانی تھی۔ اور جس وقت تک یہ اثر باقی رہا بادشاہ رعایا کی طرف سے ہرگز غافل نہ ہونے پائے۔ لیکن ادبار آخر ایک ایسا زمانہ بھی لے آیا جب کہ اہل دولت و اہل حکومت نے اپنے کان ایسے بند کر لیے کہ اُن مذکورہ لوگون کی آوازین جو پبلک کی آوازون کی قائم مقام تھین اُن تک کسی طرح نہ پہونچ سکتی تھین۔

زمانہ کا قاعدہ ہے کہ اہل کمال کو اُن کی آزادی کے معاوضہ مین جا ہے وہ کتنی ہی جائز ہو ضرور پریشان کرتا ہے۔ اگرچہ اس آزادی کے زمانہ مین اس قسم کے آزاد سلطنت کیطرف سے کم ہوتے ہین لیکن پبلک کی مخالفت اب بھی کبھی آزاد مشرب و حق پسند علما پر دنیا تنگ کر دیا کرتی ہے۔ علامۂ ابن جوزی ایذا دہی اس عام اصول دنیا داری سے کیونکر بچا سکتے تھے۔ یہ معلوم ہی کہ اگرچہ اُن کا شمار طبقات حنابلہ مین ہے۔ لیکن اصل مین وہ اہل حدیث کے مسلک کے پورے پورے پابند تھے۔ اہل حدیث نے ہمیشہ آزادی کے ساتھ اپنے ہمزمانہ مبتدعین و مبتلایان شرک کی مخالفت کی ہے۔ ان کا اصول رہتا ہے کہ تمام دنیائے اسلام کو حتی الامکان کلیتہً سنن رسول اللہ صلعم کا پابند بنا دین۔ یہ ایک کوشش تھی جس نے زمانۂ سلف مین اکثرون کو صدمہ پہونچایا۔ خود امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ نے حیران و پریشان ہو کے یہ انتہائے مایوسی کا کلمہ نہایت ہی مقبولیت کی وضع مین زبان سے نکالا تھا کہ ”خدا وندا تیری زمین وسیع ہے مگر مجھ پر تنگ ہو گئی“۔ جس کے بعد ہی اُنھون نے سفر آخرت کیا تھا۔ شیخ ابن تیمیہ حرانی کو بھی اسی کوشش مین سالہائے سال تک قید کی مصائب برداشت کرنا پڑے۔ اسی قسم

کے خیالات ابن جوزی کو کب آفات دنیاوی سے بچا سکتے تھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ مشائخ صوفیہ اور وہ لوگ جو عموماً اپنے نوری اشراق کے دعوے مین شرع شریف سے قدم بڑھایا کرتے ہین اُن کی مخالفت نہایت آزادی اور سختی سے کیا کرتے تھے۔ جس کے صلہ مین ان بیچارے کو بھی ابن تیمیہ کیطرح بہت تکلیفین پہونچین۔ یافعی ۵۹۵ھ (۱۱۹۲ء) کے واقعات مین علامۂ ذہبی کے حوالہ سے بیان کرتے ہین کہ اس سال ابن جوزی کو پانچ برس کی قید اور تکلیف دشدائد گرفتاری سے رہائی ملی تھی۔ اور لوگون نے اُن کے دیدار سے مسرت حاصل کی تھی اور حسب بیان ذہبی کے اس گرفتاری کی یہ وجہ تھی کہ ابن جوزی اکثر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت مین طعن و تشنیع سے کام لیا کرتے تھے اور بسا اوقات اُن کی نسبت سخت دُرشت اور دل شکنی کرنے والے کلمات کہہ جایا کرتے تھے۔

علامۂ ابن جوزی کے حملے کچھ شیخ عبدالقادر جیلانی ہی تک محدود نہ تھے۔ بلکہ وہ دیگر اکابر صوفیہ کی نسبت بھی اکثر سختی اور درشتی سے کام لیا کرتے تھے۔ امام ابو حامد غزالی جو حقیقت مین باعتبار فلسفۂ تصوف کے دنیا کی تمام شائستہ قومون مین یکتا مانے گئے ہین اُن کے مطاعن مین ابن جوزی نے ایک خاص فصل باندھ کے بہت ہی آزادی کے ساتھ بحث کی ہے ۵۰۵ھ (۱۱۱۱ء) جس مین امام غزالی نے اس دار ناپائدار سے رحلت کی اس سال کے وقائع مین امام غزالی کے حالات تحریر فرمائے لکھتے ہین "غزالی کی ایک کتاب ہے احیاء العلوم اسم کتاب مین انھون نے شرع اور فقہ اسلامی کو چھوڑ کے رسوم صوفیہ سے بحث کی ہے" اس کے بعد اُس کتاب کے بعض واقعات نقل کر کے طعن و تشنیع سے کام لیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ایسے واقعات سے اسلام و شرع کو کیا تعلق۔ پھر خود ہی کہتے ہین کہ مین نے اُس کتاب کی تمام غلطیان اور لغزشین ایک علیحدہ کتاب مین ترتیب سے لکھی ہین۔ جس کا نام "اعلام الاحیا واغلاط الاحیاء" رکھا ہے۔ اسکے سوا اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" مین بھی مین نے جا بجا اس کتاب کے مباحث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خود ہی امام غزالی پر ایک مخالفانہ ریویو کرتے ہین جس مین لکھا ہے کہ ابو حامد غزالی کو نظر کے محدود ہونے اور زیادہ واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے احادیث و اخبار مین بالکل بصیرت نہین ہے۔ وہ حدیث صحیح اور حدیث ضعیف مین تمیز نہین کر سکتے۔ اور انھی سبب سے انھون نے اپنی تصانیف مین بہت سی ضعیف

اور موضوع احادیث نقل کردی ہین۔ اور اُن پر اپنے مسائل مین اعتماد کے ساتھ کام لینا چاہا ہے۔ اور اس پر بطور شاہد کے یہ واقعہ پیش کیا ہے کہ امام غزالی نے ایک کتاب جو مستظہر باللہ عباسی کے نام سے تصنیف کی ہے اُس مین فرقۂ باطنیہ پر اعتراضات کیے ہین۔ اس کتاب کے آخر مین چند مواعظ خلفا بیان کیے ہین۔ منجملہ ان کے یہ واقعہ بھی ہے کہ "ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک نے ابی حازم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ نے اپنا روزہ افطار کرنے کے لیے جو کچھ رکھا ہو اس مین سے کچھ مجھے بھی مرحمت فرمائیے۔ ابو حازم نے تھوڑی بھوسی بھیجدی جس کو کمال احتیاط سے بطور اکل حلال کے اپنا روزہ افطار کرنیکے لیے رکھ چھوڑا تھا سلیمان نے تین روز روزہ رکھا۔ اور تیسرے روز اسی بھوسی سے افطار کیا۔ اسی شب اپنی زوجہ سے مقاربت کی۔ اور ایسے اکل حلال سے عبدالعزیز کا نطفہ قرار پایا۔ اور عبدالعزیز جب سن بلوغ کو پہونچا تو اُس کو خدا نے عمر کا ایسا بیٹا مرحمت کیا" اس پر ابن جوزی اعتراض کرتے ہین کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ غزالی کو تاریخ مین بالکل بصیرت نہ تھی۔ عمر سلیمان کا پوتا نہ تھا۔ بلکہ اسکے چچا کا بیٹا اور وہ اُس کا چچا زاد بھائی تھا۔ جو شخص احادیث کا پرکھنے والا ہو اس سے ایسی موٹی تاریخی غلطی ہرگز نہ ہوسکے گی۔ الغرض یہی باتین تھین جن کی وجہ سے علامۂ ابن جوزی کو جو زمانہ سہنا پڑے۔

ابن جوزی کی راے تھی کہ یزید بن معاویہ کو بُرا بھلا کہنا اور اس پر لعن وطعن کرنا جائز ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اکثر اہل سنت نے مخالفت کی ہے خصوص فقہاے حنفیہ نے نہ اس لیے کہ وہ معاذاللہ یزید کو اچھا سمجھتے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ اہلسنت کے علما کا یہ عام مسلک ہے کہ کسی کو بُرا بھلا کہنے سے اکثر احتراز کرتے ہین۔ اور یہی وجہ تھی کہ لوگون نے مخالفتین کین۔ اور ابن جوزی اپنی راے مین روز بروز سختی کرتے گئے۔ چنانچہ عبدالمغیث بن زبیر کی مخالفت مین انھون نے ایک کتاب بنام "الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم الیزید" لکھ ڈالی۔ اس بارۂ خاص مین اُن کا زیادہ استناد امام احمد ابن حنبل پر تھا جن سے اُنھون نے ثابت کیا تھا کہ وہ یزید پر لعن وطعن کرنا جائز تصور کرتے تھے۔ بلکہ یہ روایت نقل کی تھی کہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے نے



قومی تعلیم

زمانۂ سلف مین بھی جس عہد کی تاریخ ہمارے پاس موجود ہے عقلمند لوگون نے ہمیشہ تعلیم کی ضرورت پر کچھ نہ کچھ زور دیا ہی۔

ہیتوپدیسا کہتا ہی "علم کا خزانہ سب خزانون سے زیادہ بیش قیمت ہی۔ کیونکہ نہ یہ چوری جا سکتا ہی۔ نہ دے ڈالا جا سکتا ہے۔ نہ خرچ کر ڈالا جا سکتا ہے" افلاطون کا قول ہے "انسان کو جو بہتر سے بہتر چیزین مل سکتی ہین اُن سب مین علم سب سے اعلی درجے کی چیز ہے"

مونتن[عہ] کا مقولہ ہے کہ "جہالت سب برائیون کی مان ہے" **فلر**[عہ] کہتا ہی "سب سے بڑی خیرات یہ ہے کہ انسان کو تعلیم دے" ایک فرانسیسی ادیب کا قول ہے "طاقت بغیر علم کے نہایت ہی خطرناک چیز ہے" جاہلانہ زندگی بمقابلۂ عالمانہ زندگی کے ایک اُداس زندگی ہے۔ یہ خوب کہا گیا ہے کہ انسان کو علم کی ضرورت اسی وجہ سے نہین ہے کہ اس کے ذریعے سے وہ معاش حاصل کرے بلکہ علم اس کی زندگی کا ذریعہ ہے۔

پٹرارک[سہ] نے کہا "مجھے تعلیم لینے سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہین" شکسپیر کہتا ہے "جہالت خدا کا غضب ہے۔ اور علم ایسا پر ہے جس کے ذریعے سے انسان اڑ کر خدا تک پہونچ سکتا ہو" کہ بے علم نتوان خدارا شناخت۔

حضرت سلیمان اپنے ایک دلچسپ بند مین فرماتے ہین "خوش وہ شخص ہی جو عقل کو پاتا ہی۔ اور سمجھ سے اُس کو بہرہ ملتا ہے۔ کیونکہ اس کی سوداگری چاندی کی سوداگری

عہ مونتن ایک مشہور فرانسیسی مضمون نگار تھا ۱۵۳۳ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۵۹۲ء مین مرا۔

عہ فلر ایک عالی مرتبہ انگریز مورخ تھا۔ جو ۱۶۰۸ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۶۶۱ء مین مرگیا۔

سہ پٹرارک ایطالیہ کا ایک نامی گرامی شاعر جو ۱۳۰۴ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۳۷۴ء مین مرا۔

سے اچھی ہے۔ اور اس کا نفع سونے کے نفع سے عمدہ ہے۔ وہ لعل سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ اور وہ تمام چیزیں جس کی تو خواہش کرسکتا ہے اس کے مقابلے مین ہیچ ہین۔ اس کے داہنے ہاتھ مین درازی عمر ہے۔ اور بائین ہاتھ مین دولت و عزت اُس کے طریق خوشی کے طریق ہین۔ اور اس کے راستون مین دلجمعی حاصل ہوتی ہے" اور دوسرے مقام پر یون فرمایا ہے "عقل خاص چیز ہے۔ لہذا تم کو لازم ہے کہ عقل کو حاصل کرو۔ اور اپنی تمام آمدنی کو صرف کرکے پیدا کرو"

باوجودیکہ علم کی بابت یہ سب کچھ کہا گیا ہے لیکن عرصۂ دراز تک عام رائے تعلیم دینے کے خلاف تھی۔ خاص کر لڑکیون کی تعلیم کی بابت ایک جرمنی مثل ہے کہ "عورت کا کتب خانہ توشہ خانہ ہے" اور ایک فرانسیسی مثل ہے کہ "لڑکیون کو یا تو چار انجیلون مین بند رہنا چاہیے یا چار دیواری مین" اس کو بہت زمانہ نہین گذرا کہ تعلیم نہ غریب آدمیون کے لیے کچھ ضروری سمجھی جاتی تھی اور نہ امیر آدمیون کے لیے۔ یہ صرف پوجاریون اور پادریون کے واسطے ضروری خیال کیجاتی تھی۔ چنانچہ خود لفظ کلرک[عہ] اس بات کو ثابت کر رہا ہے۔

یہان تک کہ ڈاکٹر جانسن نے جو اس قدر عقلمند اور نیک آدمی تھا اس بات کو کہ "اگر تمام آدمی پڑھنا سیکھ لین گے تو دنیا کے وہ کام جن کو دستکاری سے تعلق ہے کون کرے گا" مثل ایسے علوم متعارفہ کے مان لیا ہے جن کے ثبوت کی کچھ ضرورت ہی نہین۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر جانسن صرف علمی معاملات مین بہت مستند شخص تھا لہذا وہ محنت و مشقت کی عظمت کا اندازہ نہ کرسکا۔

ایک زمانہ تو یہ تھا۔ دوسرا زمانہ یہ آیا کہ جس مین تعلیم خاص کاروبار کے واسطے دیجاتی تھی۔ اور اس بات کی خبرداری ضروری سمجھی جاتی تھی کہ لڑکے اپنے درجہ یا منصب سے نہ بڑھ جائین۔ صرف پڑھنا۔ لکھنا اور حساب و کتاب غریب لڑکون کے واسطے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور صرف اس قدر پڑھنا لکھنا کہ کاروبار کے جزئیات کے واسطے اور بہی کھاتہ لکھنے کے لیے کافی ہو۔

عہ لفظ کلرک کا مخرج کلرجی ہے (یعنی پادری) اور اس زمانے مین صرف پادری ہی لوگ پڑھا لکھا کرتے تھے۔

اُن دنون یہ رائے کاروبار کے تمام صیغون مین رائج تھی **لارڈ ایلڈن** کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ اُس نے اپنا حساب وکتاب اُن خزانچیون سے کھولا تھا جو لندن مین سب سے زیادہ بیوقوف تھے۔ اور اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ "اگر مجھے ان سے بھی زیادہ بیوقوف مل جائین تو اپنا حساب اُن سے کھول دون"

ہیزلٹ عـ۱ کا قول تھا کہ "جن لڑکون کو کاروبار کیواسطے تعلیم دیجاتی ہے اُن کو اور کچھ نہ سکھانا چاہیے" اور یہ بھی اُس کا قول ہے کہ "ہر ایک شخص دوپیہ پیدا کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکے دماغ مین کوئی اور دوسرا خیال نہ ہو" یہ دوسرا زمانہ تھا۔

اب ہم جو تعلیم کی حمایت کرتے ہین۔ وہ اس واسطے نہین ہے کہ ہم آدمی کو ایک اچھا کاریگر بنا دین۔ بلکہ اس غرض سے کہ ہم اُسے ایک اچھا آدمی بنا دین **ڈوکٹر ہیوگو** عـ۲ نے کیا اچھا کہا ہے کہ "جو شخص اسکول کھولتا ہے وہ قیدخانہ بند کرتا ہے"

ایک **سوئٹزرلینڈ** کے مدبر سلطنت نے کہا ہے "ہمارے بہت سے لڑکے غربت کے واسطے پیدا ہوتے ہین لیکن ہم اس بات کا ضرور خیال رکھتے ہین کہ وہ جاہل نہ رہ جائین" ہم لوگ جو لنڈن مین رہتے ہین اب تعلیم کی ضرورت کی قدر سمجھنے لگے ہین **گرے** نے پہلے تو کہا تھا مگر اب ہمارے یہان کے دیہات والون کی بابت یہ نہین کہہ سکتا کہ "علم نے اپنا بڑا صفحہ جس مین زمانے کے حالات لکھے ہین اُن کی آنکھون کے سامنے کبھی نہین کھولا۔ تہی دستی کی سرد مزاجی نے اُن کے شریف غصّے کو دبا دیا۔ اور اُن کے دل کے لطیف اور نشاط انگیز چشمے کو افسردہ کر دیا"

میتھیو آرنلڈ عـ۳ کہتا ہے "اب بھی بہت لوگ ایسے ہین جو یہ خیال کرتے ہین کہ تربیت۔ مسرت۔ اور روشنی یہ تینون چیزین چاندنی عـ۴ ہین لیکن یہ ۱۸۶۹ء مین لکھا گیا تھا۔

عـ۱ ہیزلٹ ایک مشہور انگلش انشاپرداز تھا۔ جو ۱۷۷۸ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۸۳۰ء مین مرا

عـ۲ ڈکٹر ہیوگو ایک بہت ہی مشہور و مقبول فرانسیسی ناول نویس جو ۱۸۰۲ء مین پیدا ہوا تھا۔

عـ۳ میتھیو آرنلڈ انگلستان کا ایک زبردست عالم اور پروفیسر جس نے تعلیم کے لئے بہت زور دیا ہے وہ ۱۸۲۲ء مین پیدا ہوا تھا۔ للعـ۴ انگریزی مین چاندنی کا لفظ ایسی چیز کے واسطے کہا جاتا ہے جو غیر متیقن ہو۔ اور جس کو بہت کم قیام ہو۔

۱۸۷۰ء جس سال قانون تعلیم پاس ہوا ہمارے ملک کی اخلاقی تاریخ کا ایک بہت بڑا قابل یادگار سال ہے۔ اسوقت ہمارے ملک کے ابتدائی مدارس مین طلبہ کی تعداد چودہ لاکھ تھی۔ اور اب پچاس لاکھ ہے۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوا ہے؟ پہلے مین جرائم کی فہرست پر نظر ڈالتا ہون۔

۱۸۷۷ء تک قیدیون کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اس سال تک اُن کی اوسط تعداد بیس ہزار آٹھ سو تھی۔ مگر اُس وقت سے اب تعداد برابر گھٹتی ہی چلی جاتی ہے۔ یہان تک کہ اب قیدیون کی اوسط تعداد صرف تیرہ ہزار رہ گئی ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جرم اب بہت اچھے انحطاط کے ساتھ قریب ایک تہائی کے کم رہ گئے اس کے ساتھ ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آبادی برابر بڑھتی ہی رہی ہے ۱۸۷۰ء سے آج تک ایک تہائی آبادی بڑھ گئی ہے جس حساب سے ہمارے مجرمون کی تعداد اگر بڑھتی تو آج اُن کا شمار بجاے تیرہ ہزار کے اٹھائیس ہزار ہونا چاہیے تھا۔ یعنی دونے سے زیادہ اور جب اُس قدر جرم ہوتے تو ہمارے ذمے پولیس اور قیدخانون کے مصارف بجاے چالیس لاکھ پونڈ کے اسّی لاکھ پونڈ ہوتے۔ خوردسالی کے جرائم مین جو کمی واقع ہوئی ہے وہ اُس سے بھی زیادہ قابل اطمینان ہے۔ ۱۸۵۶ء مین اُن لڑکون کی تعداد جو قابل سزا جرائم کے ملزم ثابت ہو کے جیلخانہ بھیجے گئے چودہ ہزار تھی ۱۸۶۶ء مین دس ہزار ۱۸۷۶ء مین سات ہزار ۱۸۸۱ء مین چھ ہزار اور جو سب سے پچھلا شمار ہمین معلوم ہوا وہ صرف پانچ ہزار ایک سو ہے۔ علی ہذا القیاس ہم کو محتاجون کی حالت پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ۱۸۷۰ء مین محتاجون کی تعداد فی ہزار سینتالیس سے زائد تھی اور آخر بڑھتے بڑھتے فی ہزار باون تک پہونچ گئی تھی اس زمانے سے گھٹتے گھٹتے اب صرف فی ہزار بائیس رہ گئی ہے۔ اور مین فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ خاص سلطنت مین یہ تعداد اس اوسط سے بھی گھٹی ہوئی ہے۔ لہذا افلاس کی نسبت بھی اب آدھے سے کم رہ گئی ہے۔ ہمارا سالانہ خرچ محتاج خانون کے واسطے اسی لاکھ پونڈ ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ وہ اگلے ترخ سے بڑھتا رہتا تو آج ہمارا سالانہ خرچ ایک کرور ساٹھ لاکھ پونڈ ہوتا یعنی موجودہ رقم سے اسی لاکھ پونڈ

زائد۔ اور اگر بیس برس سے اب تک ہم برابر اُسی حساب سے اُن مصارف کو ادا کرتے رہتے تو ہمارا خرچ مجرمون کے واسطے موجودہ خرچ سے چالیس لاکھ پونڈ زائد ہوتا اور محتاج خانون کے بابت اسی لاکھ پونڈ۔

اگر ہم خراب ترین جرائم کا نقشہ اٹھا کر دکھا دین تو وہ اور بھی قابل دید اور قابل اطمینان ہو۔ جن لوگون کو حبس دوام کی سزا ہوئی اُن لوگون کی سالانہ اوسط تعداد اُن پانچ سال کے اندر جو ۱۸۶۴ء تک ختم ہوئی دو ہزار آٹھ سو تھی اور یہ تعداد روز بروز کم ہی ہوتی جاتی ہے۔ یہان تک کہ گذشتہ سال کی تعداد صرف سات سو اتیس ہی تھی۔ یعنی ایک چوتھائی حالانکہ آبادی برابر بڑھتی جاتی ہو۔ ہمارے آٹھ جیلخانے اب بیکار ہو گئے جو اب اور کامون مین استعمال ہو رہے ہین۔

اس بات کے ثبوت مین کہ جہالت اور جرم مین کس قدر قرابت ہے۔ مین اُن نقشجات کو پیش کرتا ہون جو گذشتہ سال میری نظر سے گذرے۔ منجملہ ایک لاکھ ستاون ہزار آدمیون کے جو قید ہوئے پانچ ہزار آدمی ایسے تھے جو اچھی طرح لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور صرف دو سو پچاس ایسے آدمی تھے جن کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم یافتہ تھے۔

نقشہ ذیل اس بات کو دکھلاتا ہے کہ کتنی بڑی کمی جرائم مین ہوئی ہے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہو کہ جرمون کی تعداد تو گھٹتی گئی مگر آبادی برابر بڑھ رہی ہے۔

اوسط تعداد اُن لوگون کی جن کو حبس دوام کی سزا انگلنڈ اور ویلس مین ہوئی اور سالانہ آبادی انگلستان اور ویلس

۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء کو	۲۵۸۹	۱۹۲۵۵۰۰۰
۳۱ دسمبر ۱۸۶۴ء کو	۲۸۰۰	۲۰۳۷۰۰۰۰
۳۱ دسمبر ۱۸۶۹ء کو	۱۹۷۸	۲۱۶۸۰۰۰۰
۳۱ دسمبر ۱۸۷۴ء کو	۱۶۲۲	۲۲۰۸۸۰۰۰
۳۱ دسمبر ۱۸۷۹ء کو	۱۶۳۳	۲۴۷۰۰۰۰۰
۳۱ دسمبر ۱۸۸۴ء کو	۱۴۲۷	۲۶۴۱۳۲۵۱
۳۱ دسمبر ۱۸۸۹ء کو	۹۴۸	۲۷۸۳۰۱۷۹
۳۱ دسمبر ۱۸۹۴ء کو	۷۹۱	۲۹۰۵۵۵۵۰

مین امید کرتا ہون کہ لوگ یہ خیال نہ کرین گے کہ اس مسئلہ کو مین نے محض لیم ویپنہ پائی کا

معاملہ سمجھا ہے۔ مین نے یہ امور صرف اس وجہ سے لکھے ہین کہ اُن لوگون کو جواب مل جائے جو تعلیم پر اس وجہ سے اعتراض کرتے ہین کہ اس مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

اور حقیقت مین مین خود بھی اس بات سے واقف ہون کہ اس مین اور مختلف پیمائیان کرنی ہون گی۔ اور دیگر وجوہ کا بھی خیال کرنا پڑے گا۔ اور یہ شمار ویسا ٹھیک نہین ہے جیسا کہ سائنس کی رو سے ہونا چاہیے۔ لیکن اتنا ضرور کہون گا کہ بہت دلچسپ اور قابل وثوق ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس ملک مین جرائم کا صرف ایک حصہ جان بوجھ کے بدمعاشی کی راہ سے کیا جاتا ہے۔ یا ایسی رغبتون کے باعث ہوتا ہے جن کو انسان روک ہی نہین سکتا لیکن جرائم کا سب سے بڑا سبب شراب خواری اور جہالت ہے۔ ان عمدہ نتیجون کی صرف یہی وجہ نہین کہ اسکول مین اچھے سبق ملتے ہین۔ صفائی کی عادتین سکھلائی جاتی ہین اور تہذیب و قاعدے معلوم ہوتے ہین۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ لڑکے بازار کی خراب باتین نہین سیکھتے اور بدمعاش اور بازاری لوگون کی تباہ کن تعلیم اور پیروی سے محفوظ رہتے ہین۔

اب ہم کو تعلیم کی یہ برکت بھی معلوم ہو چلی ہے کہ اس سے محتاج خانے کہ ملک مین کتنی کمی ہوئی۔ اور جیلخانے اسکی بدولت کس قدر خالی ہو گئے ہین۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محتاج اور مجرم کس قدر کم ہو گئے اور خاصکر بچپن کے جرائم مین کتنی کمی واقع ہوئی۔

ابھی تک اس بات مین شک کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے تعلیم دینے کا بہترین طریقہ ایجاد کر لیا ہے یا نہین۔ ہم کو اپنی زندگی مین تین سوالون کا بار بار جواب دینا پڑتا ہے یہ ٹھیک ہے یا غلط؟ یہ جھوٹ ہے یا سچ؟ یہ خوشنما ہے یا بدنما؟ ہماری تعلیم ہم کو ان سوالات کے جواب دینے مین مدد دے گی۔

تقریباً دو سو برس گزر گئے کہ **بیکن** نے اُن لوگون کی بابت ذکر کیا تھا جو لوگون کو اس بات کی دعوت کرتے تھے کہ کتابون کو بیچکر بھٹیان خریدو اور **منروا**[۵ع] اور **میوزز** کو جو پانچ عورتون کے مثل ہین طلاق دو اور **ولکن** پر بھروسہ کرو

۵ع منروا یونانیون کے اعتقاد مین دانائی۔ لڑائی۔ علم و فن اور شاعری وغیرہ کی (بقیہ صفحہ ۲۳)

ہین **منروا** اور **میوزز** کے چھوڑنے کی ضرورت نہین۔ لیکن ہم نے کبھی اپنی تعلیم کو کافی طور سے نیچر کی الہامی کتاب پر مبتنی نہین کیا ہے۔

جس طرح خالی چھری کانٹے اور چمچے سے انسان کا پیٹ نہین بھر سکتا۔ اُسی طرح صرف لکھ پڑھ لینے۔ حساب اور قواعد کے جان لینے سے اُس کی تعلیم پوری نہین ہو سکتی۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ نہ تو لکھ ہی سکتے تھے۔ اور نہ پڑھ ہی سکتے تھے اور غالباً اربعۂ متناسبہ سے تو بالکل ہی ناواقف تھے۔

مجھ کو اکثر یہ الزام دیا جاتا ہے کہ مین مروجہ سلسلۂ تعلیم پر معترض ہون۔ مگر ایسا مین نے کبھی نہین کیا۔ علمی زبانین ہماری تعلیم کا ایک نہایت ضروری حصہ ہین جن کی بے قدری کرنا یا جن کی بابت غفلت کرنا سراسر عقل کے خلاف ہے لیکن صرف وہی ہماری تعلیم کو پورا نہین کر سکتین۔ جیسا کہ **چارلس بکسٹن** نے کہا ہے "کہ اکثر ہماری تعلیم صرف یہ ہوا کرتی ہے کہ ہم کو وہ الفاظ سکھا دیے جاتے ہین جو ایسے لوگون نے استعمال کیے ہین جن کو مرے ہوے دو ہزار برس گذر گئے۔ ان کے پیچھے دیگر سبجکٹون کو بھول جانا بقول **سیسرو** کے ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے داہنے جانب کا خیال رکھے اور بائین جانب کو بھول جائے۔ اور لطف یہ ہے کہ اکثر جن زبانون کو ہم علمی زبان کہتے ہین وہ علمی نہین ہوتین۔ قواعد کے سکھانے مین اتنا زیادہ دماغ اور وقت صرف کر دیا جاتا ہے کہ علمی کتب کے مصنفون کا مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ علاوہ برین ہمارے موجودہ طرز تعلیم مین لاطینی اور یونانی زبان کا بولنا نہین سکھایا جاتا ہے۔ اُنھین لاطینی اور یونانی کا ویسا تلفظ بھی نہین سکھایا جاتا جس طرح کہ اہل روم یا اہل یونان بولتے تھے۔ ان زبانون کے لفظون کو جس طرح ہمارے طلبہ ادا کرتے ہین دیگر ممالک کے طلبہ کے تلفظ سے بالکل مخالف ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ **اسکاٹ لینڈ** کے طلبہ کا تلفظ بھی ہم سے بالکل بدلا ہوا ہے۔

موجودہ طرز تعلیم ہمارے دلون مین علمی زبانون کی انشاپردازی کا شوق

دیوی تھی میوزز بھی موسیقی علم و فن اور شاعری کی دیوی تھی ولکن رومیون کے عقائد مین آگ کا دیوتا تھا جو اشیاء دھات کے استعمال اور اُن کے کامون پر حکومت کرتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ سارے علم و فن کو چھوڑ دو جو بے نتیجہ ہین اور اشیاء دھات کے استعمال سے فائدہ اٹھاؤ۔

نہین پیدا کرتا ہے **تھیکری** جس وقت مقام **کارن ہل** سے **قاہرہ** کو جا رہا تھا تو اُس نے اپنے دل مین یہ خیال کیا کہ جیسے میرے پاس یونانی دیوی **میوز** آئی اور پوچھا "تم **ایتھنز** مین پہونچ کر خوش ہوے؟" مین نے جواب دیا "بی بی آپ کے وصال کے واسطے اوائل عمر مین مجھے اس قدر سخت محنت کرنی پڑی کہ اب آپ سے نفرت ہوگئی ہے۔ لہذا اب اس زمانہ مین میرے آپ کے درمیان کبھی موافقت نہین ہو سکتی۔"

علمی زبانین باوجودیکہ بہت ضروری ہین مگر وہ تعلیم کا صرف ایک رخ ہین۔ **شکسپیر** کی نسبت کہا جاتا ہے کہ لاطینی زبان کم جانتا تھا اور یونانی بہت ہی کم۔ کتب بینی کو باوجود اس کے کہ اُسے غور اور بحث سے بھی مدد ملے مگر وہ تعلیم کا ایک حصہ ہے۔ جس لڑکے نے صرف کتابون ہی کا مطالعہ کیا ہو وہ عالم قدرت کی بابت بہت کم جانتا ہے۔ اسے دنیا کا بہت ہی کم علم ہے۔ اور وہ بجز اس کے کہ نیم ملا رہے کبھی تکمیل کے درجے کو نہ پہونچ سکے گا۔

واقعی یہ کیا خوب کہا گیا ہے کہ زیادہ تر ہماری تعلیم اس قسم کی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص ایک باغبانی کے رسالے کو لے کر ایک کیاری کے سامنے پڑھ دے اس امید سے کہ اس پڑھنے سے درخت اُگنے لگین گے۔

ہم کو صرف بہت کچھ سیکھنا ہی نہین ہے۔ بلکہ بہت کچھ جو سیکھا ہے اُسے بھلانا بھی ہے۔ جس وقت مین یہ بحث لکھ رہا ہون تو مین اسکول ماسٹرون کے احسانات کو فراموش نہین کرتا۔ اُن کا کام بہت محنت جانفشانی اور ذمہ داری کا ہے۔ لڑکون کے ساتھ کھیلنے سے زیادہ لطف اور کسی چیز مین نہین آسکتا۔ لیکن اُن کو تعلیم دینا اور بات ہے۔

حساب اور قواعد کی تعلیم دینا آسان کام ہے۔ **ایمرسن** کہتا ہے "ہان یہ بہت آسان ہے۔ لیکن نوجوانون کو مدد دینا۔ اُن کی قوت بڑھانا۔ اُن کے دلون مین امید کی روح پھونکنا اور کوئلون کو دہکا کے فائدہ بخش آگ بنا دینا۔ ناکامی کو بذریعہ نئے خیال اور مستقل عمل کے دور کر دینا آسان بات نہین۔ یہ صرف خدا رس آدمیون کا کام ہے۔"

تعلیم آپ کو اس واسطے نہین دیجاتی ہے کہ آپ قانون دان یا پادری سپاہی یا اسکول ماسٹر کسان یا کاریگر بن جائین بلکہ آپ کو محض آدمی بنانے کے واسطے دیجاتی ہے۔ **ملٹن** کہتا ہے "مین اُس تعلیم کو پورا اور اصلی سمجھتا ہون جو انسان کو اس قابل

بنادے کہ وہ تمام عہدون کا کام انصاف۔ ہوشیاری اور عالی ہمتی سے کرسکے خواہ وہ عہدہ پرائوٹ ہو یا پبلک متعلق بہ آشتی ہو یا بہ جنگ۔

حکما نے اس بات کے مان لینے مین جلدی کی ہے کہ جن سوالات کو واقعات سے علاقہ ہو اُن کا فیصلہ محض مباحثہ سے ہو سکتا ہو **پلوٹارک** نے اس مسئلے پر کہ پہلے کون چیز دنیا مین آئی؟ مرغی یا انڈا؟ ایک مزے دار مباحثہ لکھا ہو۔ بحث کرنیوالون مین سے ایک صاحب کی یہ رائے تھی کہ دنیا مین مرغی پہلے آئی۔ اس کے ثبوت مین اُنھون نے یہ دلیل پیش کی کہ ہر شخص مرغی کا انڈا کہتا ہو۔ مگر کسی کو انڈے کی مرغی کہتے نہین سنا۔

یہ ٹھیک بات نہین ہے کہ ہم اپنی اولاد کو اس طرح جوان ہو جانے دین کہ اُن کو وہ عمدہ ہنر نہ معلوم ہونے پاوے جس کے ذریعہ سے کسی اہل صنعت کی آنکھ چٹان اور درختون جھیل اور پہاڑون مین خدا کی رحمت کا خاکہ دیکھ سکتی ہے۔

جیفریز کہتا ہو "اگر کوئی یہ گمان کرے کہ مجھے خیالات کتابون مین ملین گے تو اُس شخص کو انجام مین ناامیدی ہو گی۔ خیالات کا مسکن دریا، سمندر، پہاڑ اور جنگل۔ دھوپ اور آزاد ہوا ہو۔ نہ کتابین۔ مگر ہماری بدقسمتی سے دریا اور سمندر۔ جنگل اور دھوپ اور تازہ ہوا ہم کو اس قدر میسر نہین ہے جس قدر کی کہ ہمین خواہش ہو۔ علاوہ برین خیالات کتابون مین بھی ہوتے ہین۔ لیکن اُن کا استعمال عقل سے کرنا چاہیے۔ زبان خیالات کے ظاہر کرنے کا ایک ناتکمل آلہ ہو۔ ہر لڑکا پڑھ کر آدمی نہین ہو جاتا ہو۔ حتی کہ علم حساب کے بدیہی قواعد کو بھی احتیاط سے پڑھنا چاہیے۔

یہ غالبًا ہمارے طرز تعلیم کا نقص ہو جس کی بابت مین ابھی کہہ چکا ہون کہ بہت سے لوگ مدرسہ چھوڑنے کے بعد آپ اپنے واسطے باقاعدہ تعلیم جاری نہین رکھ سکتے۔ اس مین شک نہین کہ جب تک ہم زندہ رہتے ہین برابر پڑھا کرتے ہین۔ ایک پرانی مثل ہو کہ "جیو اور پڑھو"۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم اپنے تئین تعلیم بے قاعدہ دیتے ہین۔ اور اخبار و ناول مین سے جو کچھ واقفیت ہمین حاصل ہوئی ہو اسی پر قانع رہتے ہین یا ہم ایسی چیزین پڑھتے ہین جن کو ہم اصل مین تعلیم کہہ سکتے ہین

مین نے اس بارہ خاص مین علامی یہ ایک کتاب مین ایک مستند شخص کی رائے لکھی ہو اور اس مقام پر مین پروفیسر ہکسلے کی رائے کو نقل کرتا ہو وہ یہ تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ

اوسط درجے کا لڑکا جس کی عمر پندرہ یا سولہ برس کی ہے اپنی زبان مین آسانی اور صحت کے ساتھ لکھ پڑھ سکے۔ اور انشا پردازی کی خوبی کا لطف ہمارے مستند مصنفون کی تصانیف کو پڑھ کر اُٹھا سکے۔ اس کو اپنے ملک کی تاریخ سے عام آگاہی ہونی چاہیے اور نیز موجودہ سوسائٹی کے اہم قاعدون مین بصیرت ہو جائے۔ علم موجودات و علم الٰہیات کے ابتدائی اصول سے آگاہی ہو جائے۔ اور علم حساب و اقلیدس کے اصلی قواعد کو بھی جان لینا چاہیے۔ منطق کی واقفیت اُسے بذریعہ امثال کے ہونی چاہیے۔ نہ محض قاعدون کو رٹ لینے سے علم موسیقی اور نقشہ کشی کا جاننا محض دل کے خوش کرنیکے واسطے ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ اصل کامون مین نہین داخل ہین "

بس اتنی آگاہی لڑکے کے واسطے بہت دلچسپ ہی۔ ہم مین سے بہت لوگون کا وہی قول ہوگا جو **جان ہنٹر** کا تھا جو علم تشریح کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ کہتا ہے:-

"جب مین لڑکا تھا مین بادل اور رگھاس کے حالات دریافت کرنا چاہتا تھا اور اس کا سبب دریافت کرنے کے فراق مین تھا کہ موسم خزان مین پتیان کیون رنگ بدلتی ہین۔ مین چونٹیون۔ مماکھیون۔ چڑیون۔ اور تیتگون کو غور سے دیکھا کرتا تھا۔ مین لوگون کو اُن سوالون سے بوکھلا دیتا تھا جن کو وہ یا تو جانتے ہی نہ تھے یا جن کے جاننے کی وہ پروا نہین کرتے تھے"

لاک نے اپنے ایک رسالے مین جو مسئلہ تعلیم پر ہے یون لکھا ہی کہ "مین صرف یہ ایک بات کتابون کی بابت کہون گا کہ باوجود اس بات کے کہ تعلیم محض کتابون کے پڑھنے کا نام ہو گیا ہے۔ لیکن میری راے مین کتابین اصلی حصہ تعلیم کا نہین ہین۔ بلکہ دو اور باتین اصل تعلیم مین جن کو کتابون کے ساتھ ملانا چاہیے اور جن مین سے ہر ایک ہماری واقفیت کو فائدہ کثیر پہونچاتی ہے۔ اول غور۔ دوم بحث۔ میری راے مین جو کچھ ہم پڑھتے ہین اُس مین فضول بھی بہت کچھ شامل ہو جاتا ہے۔ جس کو ہمین یہ چاہیے ہی کہ بیکار سمجھ لینے کے بعد علیحدہ ڈال دین۔ غور کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص عمدہ اور موزون اشیاء کو چنے شہتیرون پر رندہ کرائے۔ اینٹون کو گڑھ گڑھ کر لگائے۔ اور عمارت کو تعمیر کرے۔ دوست کے ساتھ بحث کرنا ایسا ہی (کیونکہ مخالف لوگون سے جھگڑنا بیفائدہ ہی) جیسا کہ عمارت کو ناپنا۔ کمرون مین چلنا۔ ہر ایک حصہ کی مناسبت اور موزونیت کو

دیکھنا عمارت کی پائداری اور نقص کو غور سے جانچنا۔ اور غلطی کو دریافت کرکے اس کی تصحیح کا عمدہ طریقہ نکالنا۔ یہ باتین ہمین حق کے دریافت کرنے مین مدد دیتی ہین۔ اور اُس کو ہمارے دل پر نقش کر دیتی ہین۔

اپنی تعلیم آپ

ایک مناسبت کے ساتھ دماغی قوتون کے تربیت پانے کا نام تعلیم ہے۔ تعلیم ہمارے بچپن سے شروع ہوتی ہے۔ اسکول مین جاری رہتی ہے۔ لیکن اسی حد پر ختم نہین ہو جاتی ہے۔ ہم چاہے چاہین یا نہ چاہین۔ مگر وہ ہماری زندگی بھر برابر جاری رہتی ہے۔ بس فقط یہ مسلہ طے کرنے کو رہ جاتا ہے کہ اسکول مین ہم جس چیز کی تعلیم پاتے ہین اس کو ہم نے اپنی عقلمندی کے ساتھ منتخب کیا ہے یا وہ یون ہی غپ شپ ہے۔ گبن٭ کہتا ہے "ہر شخص کی دو تعلیمین ہوا کرتی ہین۔ ایک وہ جسے انسان دوسرون سے حاصل کرتا ہے دوسری وہ جو خود وہ آپ ہی اپنے تئین سکھاتا ہے۔ اور یہ آخری تعلیم بہت زیادہ اہم ہے"

جو علم خود آپ اپنے تئین سکھاتے ہین اُسے حقیقۃً اس تعلیم سے زیادہ مفید ہونا چاہیے جو ہم نے دوسرون سے حاصل کی ہے **لاک** کا قول ہے کہ "کوئی شخص صرف استاد کی ادب آموزی اور روک ٹوک سے بڑا عالم یا کسی سائنس کا نامور ماہر نہین ہوا ہے"

اگر تم چاہو تو بھی اپنے دل کو خالی، متمول اور آراستہ نہین رکھ سکتے۔ غور طلب صرف یہ ہے کہ تم اس کو اچھی باتون کے واسطے تیار کروگے۔ یا بُری باتون کے واسطے۔

جن لوگون نے اسکول کے زمانۂ زندگی مین بڑا نام نہین پیدا کیا ہے اُن کو صرف اسی بنیاد پر ناامید نہ ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے دماغون کا خاصہ ہے کہ بہت جلدی پختہ نہین ہو جاتے۔ اگر تم نے اس زمانے مین فی الحقیقت محنت ہی نہین کی تھی

٭ گبن انگلستان کا سب سے زیادہ نامی گرامی مورخ تھا۔ جس کی تاریخ "زوال دولت روم" دنیا بھر مین مشہور ہے۔ ۱۷۳۷ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۷۹۴ء مین مرا۔

تو بیشک (مین یہ تو نہین کہتا کہ تم مایوس ہو جاؤ مگر ہان) تم کو شرم ضرور آنی چاہیے لیکن اگر تم نے اپنی قوت بھر محنت کی تھی تو اب تمھین صرف استقلال کی ضرورت ہے کیونکہ بہت لوگ ایسے گذرے ہین جو اسکول کے زمانے مین چندان تیز نہ تھے لیکن بعد کے اوقات مین انھین بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ ہم نے سنا ہے کہ **ویلنگٹن** اور **نیپولین** دونون غبی لڑکے تھے اور ایسا ہی **سرائزک نیوٹن۔ ڈیین۔ سوئیفٹ۔ کلائو سروالٹر اسکاٹ۔ شرائیڈن** اور دیگر مشہور اور نامور لوگون کی نسبت کہا جاتا ہے۔

اس سے یہ صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کچھ ضرور نہین کہ جن لوگون نے اسکول مین نام نہ پیدا کیا ہو وہ آیندہ زندگی مین بھی زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکین۔ مشقت کی زیادہ برداشت یعنی یہ قوت کہ انسان زیادہ مشقت کر سکے اسے لوگ ذہانت کہتے ہین۔ یہ تعریف بہت کچھ درست ہے۔ جیسا کہ **للی** کہتا ہے "اگر تجربہ اپنا کام نہ کرے تو محنت بے فائدہ ہے اور اگر علم سے کام نہ لیا جاے تو تجربہ بے کار ہے۔"

بخلاف اس کے بہت سے تیز اور ہوشیار لڑکون کے لیے آیندہ زندگی مین ناکام ہو جانیکا باعث تندرستی کا نہ ہونا۔ محنت نہ کرنا یا اچھا چال چلن نہ ہونا۔ ہوتے ہین۔ ایسے لڑکون کی نسبت **گلسٹر** نے کہا ہے "وہ مثل ایسے درختون کے ہین جن مین پھول تو دوہرے نکلتے ہین۔ لیکن پھل نہین لگتے" اور آخر کار انھون نے مجبور ہو کر یہ کام کرنا شروع کر دیے کہ گاڑی ہانکنے لگے۔ بھیڑون کے بال کاٹنے لگے۔ یا محرری پر زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ بمقابل اُن کے ان لڑکون نے جن کی ترقی کی رفتار بظاہر ہوئی تھی لیکن اس ظاہری کمی کے ساتھ جفاکش تھے اور اچھے اصول رکھتے تھے رفتہ رفتہ ایسے بڑے عہدون پر ترقی کی کہ اُن کا نام بلند ہوا اور ملک کو اُن کی ذات سے بے حد فائدہ پہونچا۔

ابوالفرج بن جوزی بغدادی

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو دلگداز بابت ماہ جنوری ۱۹۲۹ء)

اُن سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو جواب مین امام ممدوح نے نہایت شرح و بسط سے فرمایا کہ یزید نے اتنی بڑی حرکت کی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔ مدینۂ منورہ اور حرم محترم کی بیحرمتی کی اس سے بڑھ کے کون فعل ہو سکتا ہے کہ اس پر لعن و طعن کرنا جائز نہ ہو۔ بہرحال ابن جوزی اس راے پر نہایت استقلال سے قائم تھے یہ مشہور حدیث ہے۔ المومن لایکون لعانا۔ یعنی مومن کی یہ شان نہین ہے کہ لوگون پر لعنت کیا کرے۔ اسکو وہ صرف اُن لوگون کی نسبت مخصوص کرتے تھے جن پر لعنت کرنا ناجائز ہے۔ ایک مرتبہ برسر وعظ کسی نے اُن سے اس امر کو دریافت کیا اُنھون نے نہایت شرح و بسط سے ثابت کیا کہ یزید پر لعن ضرور کرنا چاہیے۔

ابن جوزی کے کمالات مین ایک یہ بات تھی کہ عام سوالون کا جواب فی البدیہ اور نہایت شائستگی سے دیا کرتے تھے۔ شاید اُن کے پیشۂ وعظ نے ان کو یہ پالیسی بتائی تھی کہ حتی الامکان عام مذاق کی پابندی کرتے تھے۔ جن موقعون پر اُنھون نے صوفیہ کی مخالفت کر دی وہ اُن کی طبیعت کا اعتقادی جوش تھا لیکن عام دنیاوی حالتون مین وہ حتی الامکان لوگون کو راضی رکھنا چاہتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بعض موقعون پر سخت اور متعصبانہ سوالون کے جواب مین اُنھون نے ایسے جواب دیے کہ لوگون کو کچھ نہ معلوم ہوا۔ اور سب خوش ہو گئے۔

ایک مرتبہ وہ ممبر پر بیٹھے ہوے تھے کہ یکایک کسی شخص نے پوچھا ابو بکر صدیق رض کا مرتبہ زیادہ ہے یا علی ابن ابی طالب کا۔ اسکے جواب مین اُنھون نے ایک عجیب مبہم اور ذُو معنی جملہ کہا۔ فرمانے لگے ”من کان بنتہ فی بیتہ“ یعنی جن کی بیٹی اُن کے گھر مین تھی۔ سُنّی ابو بکر صدیق کو سمجھے اور شیعہ جناب علی مرتضیٰ کو۔ اور لطف یہ کہ ابن جوزی نے اتنا جواب دیکے پھر موقع نہ دیا کہ کوئی ایک لفظ بھی پوچھ سکے ممبر پر سے اُتر آئے۔ علیٰ ہذا القیاس بعض اور موقعون پر بھی انھون نے ایسی ہی کاروائیان کین۔ ایک مرتبہ اور اُنھون نے کسی کے جواب مین چار چار چار کہا تھا جس سے چار کی تاکید اور چار کو تین سے ضرب دے کے بارہ دونون باتین مفہوم ہوتی تھین۔ بہرحال شیعہ و سنیون کے تعلقات مین اُنھون نے اکثر ایہام سے کام لیا۔

علامۂ ابن جوزی مین کسی قدر عشق کا مادہ بھی تھا۔ زہاد خشک کیطرح کسی پریوش کے مقابلہ مین بالکل بیحس نہ تھے۔ اور پھر اُس عشق کے جوش کو شاعرانہ طبیعت نے اور بھی بڑھا دیا تھا۔

ابن جوزی نے ایک پریوش اور نازک ادا عورت سے عقد کیا تھا۔ اس عورت کا نام تھا "نسیم الصبا"۔ بہت دن تو ناز فروشی و ناز برداری مین گذر گئے۔ لیکن آخر کار کسی خانگی نزاع پر باہم ایسی چنچی کہ علامۂ ممدوح نے چھوٹتے ہی طلاق دیدی۔ مہینہ دو مہینہ تو بھولے رہے مگر بعد جب غصہ فرو ہوا تو اُسکی وہ پیاری پیاری صورت آنکھون کے سامنے پھرنے لگی۔ دل ہی دل مین غم کھاتے تھے اور اپنے اوپر نفرین کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز وہی نسیم الصبا آپ کے وعظ سننے کو آئی۔ اور آکے تمام عورتون کے درمیان مین بیٹھ گئی۔ اُن کی نظر جو اس پر پڑی تو دل ہی دل مین لوٹ گئے۔ لیکن خرابی یہ ہوئی کہ دو موٹی موٹی بھدی سی عورتین درمیان مین ایسی حاجب تھین کہ بیچارے اسکی صورت دیکھنا چاہتے تھے اور نہ دیکھ سکتے تھے۔ بس یکایک جھلا کے آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ایا جبلی نعمان اللہ خلیا نسیم الصبا یخلص الی نسیمہا

اے وادی نعمان کے دونون پہاڑو تمھین خدا کا واسطہ نسیم صبا کا راستہ چھوڑ دو تاکہ اپنی خوشگوار نسیم میری طرف بھیج سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل مین ایک قسم کا ذوق ضرور موجود تھا اور شاید اسی سبب سے اُن کی شاعری بھی مزہ کی تھی جس امر کے متعلق جو اشعار اُنھون نے کہے وہ لطف سے خالی نہین ہین جن مین دلی جوش و خروش کے ساتھ اُن کی مجتہدانہ طبیعت اور عالمانہ وسعت نظر و دقت خیال کا رنگ بھی نظر آرہا ہے۔

ان کی زندگی کے وہ تمام واقعات جو معلوم ہو سکے لکھ دیے گئے۔ اب صرف وہی امر باقی رہ گیا جو ایک دن سب کو پیش آنے والا ہے یعنی موت۔ بارھوین ماہ مبارک رمضان سنہ ۵۹۷ھ مین شب جمعہ کو انتقال فرمایا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

سواد بغداد ہی مین وفات پائی۔ اور باب الحرب مین مدفون ہوے۔ ابن جوزی ایک عبارت اپنی قبر پر کندہ کرنے کے لیے بتا گئے تھے۔ چنانچہ وہی عبارت اُن کی قبر پر لکھ کے لگا دی گئی۔ وہ عبارت یہ ہے "یا کثیر الصفح عمن کثر الذنب لدیہ"

"جاءک المذنب یرجو العفو عن جرم یدیہ۔ انا ضیف و جزاء الضیف احسان الیہ"

اس کا مطلب یہ ہے۔ اے وہ شخص جو اس شخص کے گناہ اکثر مٹاتا ہے جو بہت بڑا گنہگار ہو۔

گناہگار تیری خدمت مین حاضر ہوا۔ اور اپنے ہاتھ کے کیے ہوے گناہون کی معافی چاہتا ہے مین مہمان ہون اور مہمان کے ساتھ یہی سلوک چاہیے کہ اس پر احسان کیا جائے۔

اب ابن جوزی کے متعلق کوئی بحث نہین باقی رہی صرف اس قدر اور بتانا چاہیے کہ ان کی تصانیف کتنی اور کس قسم کی ہین۔ یہ بحث اگرچہ مختصر ہے مگر ابن جوزی کے نام کیساتھ جب یہ بحث کی جائے تو اسے بہت طولانی ہونا چاہیے اس لیے کہ ان کی تصانیف انتہا سے زیادہ ہین۔ علامۂ ابن خلکان لکھتے ہین کہ ابن جوزی کے تصانیف احاطۂ اندازہ و خیال سے باہر ہین۔ اور اسی وجہ سے لوگون کو موقع مل گیا کہ اُن کی تصانیف کے بارے مین مبالغہ سے کام لینے لگے۔ کہتے ہین کہ اُن کے تمام تصانیف کو یکجا کر کے حساب لگایا۔ اور پھر اُن کی زندگی کے ایام سے مقابلہ کیا تو فی یوم نو جز پڑے۔ واقعی یہ ایک حیرت کی بات ہے اور اگر صحیح ہے تو اُن مین خدا نے تصنیف کی اعجازی قوت دی تھی صرف نقل و کتابت نو جز کی اتنی دشوار ہے کہ آج بھی دنیا مین کوئی نو جز روز لکھنے والا نہین نظر آتا۔ نہ کہ تصنیف و تالیف جس مین غوض و استنباط کے لیے بھی کافی وقت ملنا چاہیے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ابن جوزی نے اپنی زندگی بھر مین احادیث رسول اللہ صلعم لکھنے کے لیے جب قلم بنایا تو تراشِ قلم رکھ لی۔ اسیطرح قلم کی تراش کو جمع کرتے رہے حتی کہ انتقال کا وقت آ گیا اُس وقت اُنھون نے وہ تراشِ قلم نکال کے لوگون کے سپرد کی اور کہا "مجھے نہلانے کے لیے پانی اسی تراش قلم کو جلا کے گرم کرنا" اور اسی کی آگ مین گرم کیے ہوے پانی سے مجھے غسل دینا۔ اُن کی وصیت کے بموجب لوگون نے ایسا ہی کیا۔ وہ تراش مقدار مین اتنی تھی کہ پانی بخوبی گرم ہو گیا اور بچ رہی۔

ان کی تصانیف مین ایک کتاب ہے "صفقۃ الصفوۃ" اس کتاب مین اس وباے طاعون کا تفصیلی ذکر کیا ہے جو ۴۶۹ھ مین بمقام بصرہ پیدا ہو گئی تھی۔ جسے طاعون جارف کہتے ہین۔ یہ ایک ایسا طاعون تھا کہ دنیا کی تاریخین اُس کے مثل وباؤن سے خالی ہین اور سُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔ یہ طاعون صرف چار روز رہا تھا۔ مگر چار ہی روز مین اُس نے کیا کر دیا۔ اس کا حال نہ پوچھا جائے تو اچھا تھا۔ پہلے دن ستر ہزار آدمی مرے۔ دوسرے دن اکہتر ہزار۔ تیسرے دن تہتر ہزار۔ اور چوتھے دن اس قدر لوگ مرے کہ شمار نہ ہو سکا۔ صرف اس قدر خیال کر لیا جاسے کہ شہر خالی ہو گیا۔ اور شاید کوئی آدمی ادھر اُدھر نظر آ جاتا ہو ورنہ تمام سناٹا پڑا ہوا تھا۔

اسکے علاوہ ان کی ستائیس اور کتابین بتائی گئین ہین جن مین اکثر نہایت طولانی اور بہت بڑی بڑی ضخیم کتابین ہین جن مین سے اکثر اس عہد مین بھی موجود ہین۔

شیخ ابوالفرج بن جوزی کا بھی اُن لوگون مین شمار ہی جن پر آخر عہد مین محدثین کا دار و مدار ہی۔ ہمارے مشہور ناصح جن کی نصیحتون سے ہندوستان کے ہر بچے کے کان آشنا ہین شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی اُن کو بھی شیخ ابن جوزی کی شاگردی کا فخر حاصل ہی۔ گلستان مین خود ہی فرماتے ہین " ہر چند کہ از نصیحت شیخم شیخ ابوالفرج ابن جوزی علیہ الرحمہ یاد مرآمد الخ" جو لوگ عربی سے نہین واقف ہین اُن کی نظر بہت محدود ہوتی ہی اور وہ اُنھین اسلامی علما کا پایہ اور مرتبہ در کنار اُن کے نام گرامی بھی کم معلوم ہوا کرتے ہین۔ ایسے لوگ سوا اس کے کہ ہمارے کہنے پر عمل کرین اور کچھ نہین کر سکتے۔ لیکن وہ لوگ جن کی نظر سے عربی خصوصاً فن حدیث کی کتابین گذری ہین وہی کچھ خوب جان سکتے ہین کہ علامۂ ابن جوزی طبقات محدثین مین کس شان اور کس پایہ کے بزرگ ہین۔ اُنھون نے تاریخ خطیب بغدادی کو بھی مختصر کیا تھا! اور سب سے قطع نظر ان کی کتاب موضوعات جس مین احادیث موضوعہ کو اُنھون نے نہایت حسن و خوبی سے اور شائستہ ترتیب سے جمع کر دیا ہی۔ اور سہولت کر دی ہی کہ لوگ دھوکا کھا کے اُن جھوٹی اور موضوع احادیث کو اعتبار نہ کرنے لگین جو عوام مین مروج ہو گئی ہین۔ یہ کتاب آج ہمارے ہاتھ مین کثرت سے موجود ہی اور چھپ گئی ہی۔ اور تمام دنیا کے اہل حدیث اُس سے اعتماد و اطمینان کے ساتھ نفع اُٹھا رہے ہین۔

زیادہ تر غور طلب یہ امر ہی کہ ابن جوزی نے اپنے عہد کے صوفیہ سے مخالفت کی جس کی بنا پر آج بھی صوفیہ کے خیالات ان کی نسبت اچھے نہین ہین۔ یہ نسبت صوفیہ و اہل شرع مین ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو محدثین اور اہل شرع بالکل حق پر ہین وہ اگر کسی کی مخالفت کرتے ہین تو اپنی زبان سے نہین کرتے ان کی مخالفت کا باعث صرف وہ آیات و احادیث ہوتی ہین جن کی مخالفت کیجاتی ہی۔ وہ اپنے فتوے اور اپنے خیالات مین آزاد ہین۔ اگر اُن کو کسی نے بُرا کہا تو اصل مین اُس نے اُن آیات و احادیث کی مخالفت کی جن پر اُن کے اجتہادات اور فیصلون کی بنا قائم ہی۔ وہ اپنی اس آزادی مین نہ کسی امام کی وجاہت اسمی کا خیال کرتے ہین۔ اور نہ کسی کی مقبولیت عامہ اور مرجعیت کو دیکھتے ہین۔ اُن کو ذرا پروا نہین ہوتی کہ کوئی اُنھین برا بھلا کہہ رہا ہے۔ وہ اپنے نزدیک اور اپنے اعتقاد مین اپنا فرض پورا کر دیتے ہین۔

اب ایسا زمانہ آ گیا کہ تحقیقات کا دروازہ کھل گیا۔ ایسے وقت مین یہ راز خود بخود کھلتا جاتا ہی کہ ابن جوزی یا اُن کے ایسے دیگر محدثین و علمانے جو کچھ لکھا وہ کہان تک حق کو لیے ہوے ہے۔ ابن جوزی کا یہ الزام خاص نہین عام ہی کہ اہل صوفیہ احادیث کی روایت مین بالکل احتیاط سے

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم و مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۵ و ۶ بابت ماہ مئی و جون ۱۹۲۹ء جلد ۲۹

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق مینیجر اور پرنٹر و پبلشر

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگخاں میں

چھپ کر شایع ہوا

چندہ سالانہ عہ/ مع محصول ڈاک



ابن مالک



از مولانا شرر مرحوم

"ابو عبداللہ جمال الدین محمد بن عبداللہ بن مالک" خدا غریق رحمت کرے عجیب باکمال بزرگ تھے۔ جن پہ متاخرین نے پورا اطمینان اور اعتماد کر لیا۔ اور اس اعتماد یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جائے کہ اُن کی اقتدا کو اپنا فخر سمجھے۔

عرب کا مشہور قبیلہ طے جس کے نامورون مین سے حاتم طائی نے فیاضی کے تخت پہ بیٹھ کے ایسی نیکنامی کی زندگی دائمی پائی کہ قیامت تک وہ تخت اسکے قبضہ مین رہے گا۔ اسی قبیلہ مین سے ایک نامور یہ بھی تھے جن کا "الفیہ" زمانے کی آخر عمر تک ہمیشہ اہل علوم کے ہاتھ مین رہے گا۔ اور شائقین زبان عربی کا ایک بے مثل رہبر ہوگا۔ اُن کو اگرچہ نسبی تعلق خاک پاک عرب سے ہے۔ لیکن ان کی ولادت سرزمین اندلس مین ہوئی جو آج اندلس نہین اسپین ہے۔ بہادری کی تلوارین اور فتوحات کے سیلاب جس طرح ہزارہا عرب خاندانون کو اس انتہائے ارض مغرب کی خاک پہ لے گئے اسی طرح وہی سپاہیانہ جوش ان کے آبا و اجداد کو بھی وہان لے گیا۔ مسلمان پہلی صدی ہجری کے اختتام پہ ارض اندلوسیہ مین گئے تھے۔ جس کے پورے پانچ سو برس بعد یعنی سنہ ۶۰۰ یا سنہ ۶۰۱ ہجری مین ابن مالک نے دنیا کو اپنے قدوم سے معزز کیا۔

بعد ولادت ماں باپ نے حسب دستور تعلیم دلائی۔ جس نے اُن کے [illegible] شوق پر تیل کا کام کیا۔ جو انھین ایک برگزیدہ اور مقبول عالم فاضل بنانے والی تھی۔ وطن کے علما اور وہان کی علمی صحبتون نے اگرچہ اُنھین علم و فضل کی دنیا مین

ترقی کا بہت کچھ موقع دیا مگر اُن کی بے چین طبیعت کب مانتی تھی۔ اس کا بار بار یہی تقاضا تھا کہ جس طرح ہو اپنے وطن کو خیرباد کہو اور آفاق عالم مین پھر کے جہان تک بن پڑے تحقیق و تدقیق مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھو۔ وطن کی کشش اور یاران وطن کی محبت نے ان کے روکنے کی بہت کچھ کوششین کین لیکن وہ معشوقہ علم وفضل کا دیوانہ ایسا نہ تھا کہ ان بھلاوون مین آجاتا۔ تمام رشتہاے خاندانی اور کل وطنی پابندیون کو چھوڑ کے ارض شام کا راستہ لیا۔ ان دنون اسپین سے لے کے مراغہ تک اور مراغہ سے لے کے مصر تک اور مصر سے ارض خراسان تک اسلامی علوم کے اعلے سے اعلیٰ بازار لگے ہوے تھے۔ یا یون کہنا چاہیے کہ نوع انسان کی ساری زندہ کھیتی علم و فن کی نہرون کی آبیاری سے سرسبز و شاداب تھی۔

ابن مالک نے وطن چھوڑا تو یہ بھی قسم کھائی تھی کہ وطن کے قریب بھی نہ رہین گے۔ وہ تمام ممالک جو اسپین سے لے کے مصر تک بحرۂ روم کے سواحل تک پھیلتے چلے آئے ہین ان مین سے کہین قدم نہ جمایا۔ سیدھے سرزمین شام مین آئے۔ جس کو خدا نے صدہا انبیا کے وجود باجود سے برکت دی ہے اور جو نیز بنی اسرائیل کے ظلم و جور اور ان کی سخت بے اعتدالیون اور حق فراموشیون کی وجہ سے ایک عجیب و غریب اور موثر عبرت کدہ ہے۔

شام مین اُن دنون علم و فضل کا بہت چرچا تھا۔ ایسے ایسے علماے بے بدل اسکے مختلف شہرون مین موجود تھے جنھون نے دنیا کو اپنا مرجع و ہادی بنا لیا تھا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ کروسیڈ کی لڑائیون نے امن و امان مین خلل ڈال دیا تھا۔ صلاح الدین کا دور گذر چکا تھا۔ اور اسکی نسل مین جو لوگ تھے ان پر یورپ والون کی یورشین تھین۔ اگرچہ ان لڑائیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر بلاد شام صلاح الدین کی اجازت کے بموجب مسیحیون کے قبضہ مین باقی تھے ان مین سے بھی اکثر چھن گئے تھے۔ لیکن مسیحی جہاد کا سلسلہ ہنوز اختتام کو نہین پہونچا تھا۔

ابن مالک کی زندگی کو تاریخ سے عجیب قسم کا تغیر پسند تعلق ہے۔

جس سال یہ پیدا ہوے اُسی سال قسطنطنیہ کو رومیون کے ہاتھ سے اہل فرانس نے چھین لیا۔ جس عہد مین یہ ارض شام مین پہونچے وہان کی حالت اول تو کروسیڈ کی لڑائیون کی وجہ سے نہایت نازک ہو رہی تھی۔ دوسری یہ سب سے بڑی خرابی تھی کہ بعد سلطان صلاح الدین کے جو فسادات باہم فرمانروایان بلاد شام مین پیدا ہو گئے تھے اُنھون نے اور نازک حالت کر دی تھی علاوہ برین یہ بھی امر قابل غور ہے کہ جن دنون یہ شام پہونچے ہین اُن دنون اول تو ایک عہدنامہ کے بموجب بیت المقدس پر عیسائیون کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اگرچہ دو ہی چار برس بعد پھر مسلمانون نے چھین لیا۔ دوسرے یہ کہ عربی کی مشہور تاریخ ابن اثیر اسی زمانہ پر پہونچ کے تمام ہو گئی تھی۔ جو اسلام کی ایک بہت ہی مستند و معتبر تاریخ ہے

الغرض علامۂ ابن مالک نے ارض شام مین پہلے پہل دمشق کا رخ کیا۔ دمشق مین منجملہ محدثین کے سخاوی اور حسن بن صباح کا بڑا شہرہ تھا۔ اور نہایت مشہور مقتدایان عصر مین سے تھے۔ ابن مالک نے اُنھین کے آگے زانوے شاگردی تہ کیا۔ اور فن حدیث جو اسلام مین لیاقت کا پہلا اور سب سے اعلیٰ جوہر مانا جاتا تھا حاصل کرنے لگے۔ ابن مالک نے ان علما کو اپنا استاد ہی نہین بنایا بلکہ ہر امر مین انھین اپنا لائق اور سب سے عمدہ اتالیق قرار دے لیا۔ اُنھین کے نقش قدم پر چلتے تھے اور جو کلمات پند و نصائح اُن بزرگون کی زبان فیض ترجمان سے نکل جاتے تھے ان کو اپنا حرز جان بناتے تھے اور اُنھین پر عمل کار بند ہوتے تھے [illegible] ہیم کہ اُنھین کا کام تھا جو دمشق مین رہکر تحصیل علم مین اندنو اُنھون نے سرگرمی دکھائی۔ ورنہ طوائف الملوکی نے دمشق کی یہ حالت بنا رکھی تھی کہ روز کوئی نہ کوئی فتنہ برپا رہتا تھا۔ سلطان صلاح الدین کی نسل جو مدتون اپنے جزئی حقوق کے لیے باہم لڑتی رہی وہ دمشق مین کسی کو اطمینان ہی نہ حاصل ہونے دیتی تھی کہ وہ علم کی طرف توجہ کر سکے۔ خصوص ابن مالک کے لیسے طالب العلم کو جو علاوہ مشغلۂ درس کے اس نوعمری اور نوجوانی ہی کے عہد مین اتنے بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے کہ بڑے بڑے اتقیاے روزگار ان کی اقتدا اور پیروی کرتے تھے۔

الغرض ابن مالک نے قیام دمشق ہی مین حدیث شریف کو پورے طور پر حاصل کر لیا۔ ایک لائق اور متبحر محدث کی حیثیت حاصل کر لینے کے بعد انھون نے شہر دمشق کو چھوڑا اور حلب مین آئے۔ حلب کو بھی علمی دنیا مین ناموری حاصل تھی خصوصاً اُن دنون ابن عمرون کے علم و فضل اور تبحر و تحقیق کی دھوم تھی۔ جن کو اور فنون کے علاوہ خاص نحو و صرف مین کمال حاصل تھا۔ قطع نظر اس سے معلوم ہوتا ہے ان دنون حلب مین نحو و صرف کا بہت چرچا تھا۔ کیونکہ علاوہ ابن عمرون کے اور بھی کئی نامور علما تھے جن کو بالتخصیص علم نحو و صرف کے اعتبار سے شہرت تھی۔ ابن مالک حلب مین آئے تو ابن عمرون اور دیگر ائمۂ نحو کی خدمت مین بغرض استفادہ حاضر ہوے۔ حلب ہی وہ مبارک شہر ہے جس نے ابن مالک کو زبان عرب کا ایک مجتہد فن انشا کا ایک باکمال اور نحو و صرف کا ایک امام بنا یا حلب نے اپنی تعلیم کا ایسا کامل رنگ ان کے صفحۂ کمالات پر پھیرا کہ اگرچہ وہ ایک بہت بڑے محدث و فقیہ تھے۔ لیکن دنیا نے اُنھین نحوی ہی کے لقب سے مشہور کیا۔

پڑھتے پڑھتے حلب ہی مین آخر کار پڑھانے لگے۔ اور شاگرد سے استاد بن گئے۔ فن قرأت جس کو مجتہدانہ کمال نحو ہی سے لازمی تعلق ہے اس کا درس انھون نے حلب مین بیٹھ کے اس تحقیق و تدقیق سے دیا کہ آخر کار تمام فنون متعلقہ زبان عرب مین استاد بے مثل تسلیم کر لیے گئے۔ زمانے نے جس افتخار کے ساتھ ان کے کمالات علمی کے آگے سر جھکایا اس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ محمد بن شاکر جو اسلام کی علمی دنیا کے ایک نامور ہیرو ہین ان قیمتی الفاظ مین اُن کے کمالات پر ریویو کرتے ہین:—

"مختلف قرأت ہاے قرآنی اور اسباب اختلاف قرأت کے امام تھے لغت مین یہ تبحر حاصل تھا کہ کل اختلافات و مباحث کی انتہا انھین پر ہوا کرتی تھی"

اس کے علاوہ علامہ ابن شاکر فرماتے ہین کہ "ابن مالک کا مرتبہ نحو و صرف مین اس پایہ پر تھا کہ گویا وہ ایک دریاے ناپیدا کنار تھے جس کی موجین کسی کے کانٹے نہین کٹ سکتیں عرب العربا کے وہ اشعار جو فن عربیت

بطور سند کے پیش کیے جاتے ہین ان پر اُن کی نظر اس قدر وسیع تھی کہ تمام ائمۂ عرب کو ان کا حال سن کے حیرت ہو جاتی تھی۔ حدیثین اس قدر اُن کی نظر سے گذر چکی تھین کہ کہنا چاہیے اس کا اُنھین پہ خاتمہ ہو گیا۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ جب سند لاتے تو پہلے قرآن سے اُس کے بعد حدیث سے۔ اور اگر دونون مین پتہ نہ لگا تو اشعار عرب کی طرف توجہ کرتے تھے۔

یہ مشہور ہے کہ "الشعراء تلامیذ الرحمان" (یعنی شاعر خدا کے شاگرد ہین) اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ شعرا نے جو کچھ کمالات دکھائے اُن کو صرف ان کی ذاتی ذہانت سے تعلق تھا۔ اور اپنی جادو بیانیون اور خیال آفرینیون مین وہ کم کسی کے خوشہ چین تھے۔ لیکن بخلاف اس کے علما اور فضلا کے کمالات اس قسم کے ہوتے ہین کہ اُن کی ترقی کا مدار محض استاد کی اعلیٰ لیاقت اور علم کے تجربہ پر ہے۔ برخلاف اس کے علامہ ابن مالک کو خدا نے اس امر مین تمام علما و فضلا سے جدا کر دیا ہے۔ بلکہ جدا کیا کر دیا ہے ان سب پر فضیلت دیدی ہے۔

علامہ ابوحیان فرماتے ہین "مین نے ابن مالک کے حالات دریافت کرنے مین بہت کچھ ورق گردانی کی اور بڑی جستجو سے کام لیا۔ اور صرف اس امر کی تفتیش مین خدا جانے کس قدر ریزہ چینی کی کہ اُن کے کسی لائق اور فاضل استاد کا پتہ لگاؤن۔ لیکن کوئی نہین ملا۔ ہان ابن مالک ہی کے ایک شاگرد نے خود اُن سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے کہ اطراف دمشق مین مین نے ایک عرصہ تک ثابت بن حیان غرناطی کی شاگردی کی۔ اور ابوعلی شلوبین کے حلقۂ درس مین بھی سترہ روز شریک ہوا۔ ظاہر ہے کہ ابوعلی شلوبین اگرچہ بہت بڑے مشہور ائمۂ فضل و کمال مین سے تھے لیکن سترہ دن مین ابن مالک نے اُن سے کیا حاصل کر لیا ہو گا۔ اتنا قلیل زمانہ سچ پوچھیے تو تعلیم و تعلم کے اعتبار سے کوئی چیز نہین ہے۔ باقی رہے ثابت بن حیان غرناطی اُن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ ایک عرصہ تک ابن مالک نے ان کے درس سے فائدہ اُٹھایا۔ لیکن خود ان کا مبلغ علم بہت ادنیٰ درجہ پر تھا۔ وہ صرف ایک ملا قرآن کی قرأت سکھانے والے شخص تھے۔ کلام الٰہی ساتون قرأتون سے پڑھا لیا کرتے تھے۔ ایک ایسی

محدود لیاقت کے شخص کی نسبت کیونکر یقین کر لیا جا سکتا ہے کہ اس کے دامان عاطفت سے تعلیم پا کے ابن مالک کا ایسا ایک متبحر عالم پیدا ہوا جو نحو و صرف کے تمام مدارج و منازل طے کر کے فنون عربیت کے متعلق تمام غوامض و رموز سے واقف ہو گیا۔ واقعی بڑے تعجب کی بات ہو گی اگر کہا جائے کہ ابن مالک نے ثابت ابن حیان کے ایسے محدود لیاقت کے آدمی سے تعلیم پائی۔ اور صرف ان کی کوشش اور اُن کی تعلیم سے اس پایہ کو پہونچ گئے۔ ابن حیان کا شمار معمولی نحویین میں بھی ہے۔ طبقات نحاۃ کے تمام اوراق الٹ ڈالیے کہیں ان کے نام کا بھی پتہ نہ لگے گا۔ اور ان سے تعلیم پا کے جو شخص مشہور عالم ہوا وہ اتنا بڑا شخص کہ تمام نحویین کا امام اور کل زباندانان عرب کا سردار اور مرجع خیال کیا جائے!

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ علامۂ ابن مالک اس حیثیت سے بالکل عجیب و غریب ذہانت اور قوت دماغی کے شخص تھے کہ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا اور جس حد تک ترقی کی صرف اپنی ذاتی کوششوں اور پرلوث محنتوں سے۔ اور یہ خاص خدا کی مہربانی اور الہامی اور روحانی برکتوں کا نتیجہ تھا۔ خدا کی یہ ان پر بہت بڑی مہربانی تھی کہ اُن کو کسی استاد کے احسانوں کے بوجھ سے سبکدوش رکھا۔ "وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء"۔ لیکن اگرچہ وہ بڑے صاحب کمال اور بہت بڑے فاضل جلیل القدر تھے لیکن بغیر کسی رہبر کے تمام مدارج علم و فضل طے کر جانے سے ان کی ذات میں ایک بہت بڑا نقص پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ علما کے مباحث اور باہمی ردّ و قدح کے میدان سے ہمیشہ بھاگتے تھے۔ ذاتی بصیرت بہت کچھ بڑھی ہوئی تھی لیکن جہاں کسی سے رد و بدو مناظرہ یا گفتگو کی نوبت آجاتی فوراً دب جاتے تھے۔

قاعدہ کی بات ہے کہ باضابطہ تعلیم کی بدولت شاگرد استاد کی واقفیت ہی سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے بلکہ اس کی طرز تقریر اور اس کے آداب خطاب و پراثر و مدلل طرز بیان سے بھی بہت کچھ نفع حاصل کر سکتا ہے۔ طالب علمی کی دنیا اس کو ہر علمی صحبت میں لے جاتی ہے اور اس کو اس کے تمام اغراض میں کامیاب

کرتی ہے۔ اسکو تجربہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ سیکھ لیتا ہے کہ جب ایسے امور پیش آئین تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ابن مالک نے اپنی ذاتی محنتون اور خلوت کی کتب بینی سے تمام کمالات اور پوری وسعت نظر مین اعلی رتبہ اور بلند درجہ پا لیا۔ لیکن اس کو کیا کرتے کہ تقریر کرتے کسی کو کم سنا تھا اور نہ خود تقریر کرنے کی چندان عادت تھی یہی وجہ تھی کہ ہر صحبت علم مین ان کو اپنے حریفون سے دبنا پڑتا تھا۔

تمام مورخین کو اس امر مین بالکل سکوت ہے کہ وہ ابن مالک کی استادی کے فخر کے ساتھ کسی کو نامزد کر سکین۔ بلکہ اکثر صاف انکار کرتے۔ اور تصریح کے ساتھ کہہ رہے ہین کہ اُن کو کسی سے ایسا تلمذ نہ تھا کہ کہا جائے اُنھون نے اپنے مشہور کمالات کو اس کی درسگاہ فیض سے حاصل کیا۔ لیکن علامہ جلال الدین سیوطی جو نقل روایات مین اگرچہ کوئی معتبر و مستند شخص نہین مانے گئے ہین لیکن ان کی وسعت نظر اور بے مثل تاریخ دانی کا اعتراف ساری دنیاے اسلام کو ہے اُنھون نے اپنے تتبع اور اپنی جستجو سے ابن مالک کے ایک استاد کا نام بتایا ہے بلکہ فخر کے ساتھ لکھتے ہین کہ مین ایک شخص کو ابن مالک کا استاد بتا سکتا ہون۔ وہ ابن یعیش حلبی ہین جن کی درسگاہ سرزمین حلب مین مشہور و معروف تھی۔ اُن کے پاس حلب مین طلباے صرف نحو کا ایک بہت بڑا مجمع رہا کرتا تھا۔ اور تمام عالم مین اُن کی برکتین پھیلی ہوئی تھین۔ وہین ابن مالک کا بھی اُن کے مستعد اور سرگرم تلامذہ مین شمار تھا۔ اور اُنھین سے ابن مالک نے تمام اصول و غوامض عربیت کو حاصل کیا۔

بہرحال اُنھون نے چاہے جس طرح کمال حاصل کیا ہو زمانے نے اُنھین دمشق مین نہایت ناموری شہرت اور کمالات علمی کے ساتھ پایا کہ طالبان علوم کو درس دیا کرتے تھے۔ اور ان کی ذات سے ایک دریاے فیض جاری تھا۔ دمشق کا نامی گرامی مدرسۂ عادلیہ جس کو سلطان صلاح الدین کے بھائی ملک العادل نے قائم کیا تھا اس کے اعلی درسگاہ کو رونق دے رہے تھے۔ اور جبکہ کروسیڈ (صلیبی لڑائیون) کے طوفان ایک طرف اسلامی علم و فضل کو صدمہ پہونچا رہے تھے یہ دوسری طرف سے ان نقصانون کو پورا کر کے

اسلام کو رونق دے رہے تھے۔ جامع دمشق جس کی شہرت نے بڑے بڑے عالی ہمت عمارت بنوانے والون کے حوصلے پست کر دیے۔ اس کی امامت پر بھی یہی ممتاز تھے۔ دمشق کو دنیا کا ایک ممتاز علمی مرکز بنا رکھا تھا۔ علم و فضل کیطرف انھین صرف درس و تدریس ہی کی حیثیت سے توجہ نہ تھی بلکہ تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ برابر جاری تھا۔ اور اسی قیام دمشق مکرر دمشق کے زمانے مین اپنے تمام مشاغل کے علاوہ تصنیف کے لیے بھی وقت نکالا کرتے تھے بہت سی نظم و نثر کتابین انھون نے اسی عہد مین تصنیف کین۔

علامۂ شمس الدین احمد بن خلکان مشہور صاحب تاریخ علامہ ابن مالک کے معاصر تھے۔ اور یہی سبب ہے کہ اُنھون نے اپنی مشہور و متداول تاریخ مین اس مشہور امام نحو کا تذکرہ نہین کیا۔ ابن خلکان نے اپنی بیاگرفیکل (متعلق سوانحعمری) تصنیف کی بنا نامورون کے سنین وفات پر قائم کی ہے۔ اور اسی خیال سے انھون نے ان لوگون کا بالکل نام نہین لیا جو تصنیف تاریخ کے وقت زندہ موجود تھے فخرالدین محمد بن شاکر نے وفیات الاعیان یعنی مشہور تاریخ ابن خلکان کے دیباچہ مین لائق مصنف کے اس اصول کو تصریح و تحقیق کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ بلکہ ابن شاکر نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ معاصرین علامۂ ابن خلکان کے باقی ماندہ حالات بھی بیان کر دیے ہین۔ چنانچہ ابن مالک کے بارے مین وہ لکھتے ہین کہ ابن خلکان تو قاضی القضاۃ تھے۔ اور ابن مالک امام جماعت اور مدرسۂ عادلیہ کے مدرس اعلی تھے اگرچہ وہ بیچارے کسی ملکی عہدے پر نہ تھے اور ابن خلکان ایک بہت بڑے ممتاز اور حکومت کے عہدے کو رونق دے رہے تھے لیکن اُن کے دل مین ابن مالک کی اس درجہ وقعت تھی کہ جب ابن مالک جماعت اور درس عادلیہ سے فارغ ہو کر اپنے گھر کا راستہ لیتے تھے تو ابن خلکان فوراً اُن کے پاس پہونچتے تھے اور اُنھین اُن کے مکان کے دروازے تک معمولاً پہونچا آیا کرتے تھے۔ بیشک اسی وجہ سے اس زمانہ علم و فضل مین علم کی قدر تھی جب ایک بہت بڑا قاضی القضاۃ اور وہ بھی ابن خلکان کا ایسا جس نے اپنے ہی عہد مین نہین ہر عہد مین ناموری اور نیکنامی کا شہ نشین اپنے ساتھ مخصوص کر لیا۔ وہ ایک مدرسہ کے مدرس کی

اتنی بڑی قدر کرے تو عام لوگ علم کی طرف کیونکر نہ توجہ کرین۔ اور علما کی تعظیم و تکریم
مین عام لوگون سے کیون نہ سرگرمی ظاہر ہو۔ اس عہد کی زیادہ ترقی کے
یہی اسباب تھے کہ جن لوگون کو زمانہ ریاست اور ثروت کی مسند پر بٹھاتا
تھا ان کو خوب امتیاز کے ساتھ تمام لوگون مین سے منتخب کر لیتا تھا
ہان یہ سچ ہے کہ قانون حکمرانی نے کوئی اصول انتخاب نہین معین کیا تھا۔ لیکن
زمانے نے عام تعلیم کی وجہ سے پبلک کے خیالات مین ایسی بھی لیاقت پیدا کر دی
تھی کہ جب کوئی شخص کسی معزز عہدے پہ ممتاز ہوا گویا وہ نہایت نیک نیتی کے
امتحان مقابلہ مین کامیاب ہو گیا تھا۔ اور گویا عام پبلک کے ووٹ اسی کی موافقت
مین تھے۔ اس مین بھی کوئی شک نہین کہ تمام لیاقتین اور کل ترقیون کا اصول
تعلیم ہے اور اسی بنا پر حسب ہدایات شرع شریف استاد کا بہت بڑا مرتبہ مانا
گیا ہے۔ کوئی شخص اپنی ذاتی کوششون یا تقدیر کی موافقت سے چاہے کیسے
ہی بڑے معزز عہدے پر مامور ہو جائے۔ لیکن اُسے اتنا خیال کر لینا چاہیے کہ
یہ سب برکتین اس اُستاد کی ہین جس نے تعلیم دلائی۔ اور اسی خیال کے مطابق
معزز سے معزز عہدہ دار اساتذہ کی قدر کرتے تھے۔

مشہور ہے کہ ابن مالک ہمیشہ ابن حاجب کی تحریرات پہ رد و قدح کیا
کرتے تھے۔ ابن حاجب کی نحوی تحقیقات کو بھی ایک زمانہ مان رہا تھا۔ لیکن ابن مالک
کا اجتہاد نحوی اس درجہ سے زیادہ بلند تھا کہ کسی اور کے باغ علم مین ایک
خوشہ چین کی حیثیت سے رہین۔ اور اس زیادہ رد و قدح کی وجہ مورخین
یہ بیان کرتے ہین کہ ابن حاجب جار اللہ زمخشری کے شاگرد تھے جن کی نسبت ابن مالک
کو اس عظمت کا خیال نہ تھا جو مشہور کیجاتی ہے۔ ابن مالک کا خیال تھا کہ زمخشری کو نحو مین دو چار کتابون سے
زیادہ تصنیف کرنیکی نوبت نہ آئی اور جو کتابین ان کی تصنیفات مین سے ہین بھی وہ نہایت
مختصر ہین۔ جن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ جار اللہ نحو کے کوئی مستند امام نہ تھے۔ صاحب
طبقات النحاۃ ابن مالک کے اسی رکھ رکھاؤ کی بنا پہ دعویٰ کرتے ہین کہ یہ امر
ابن مالک کی رفعت شان اور علو ہمت کی خبر دے رہا ہے۔ اسی سے انسان
اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کیسے بڑے مجتہد نحو تھے کہ جار اللہ زمخشری کے ایسے مستند

و مشہور اور معرکہ آرا شخص کو بھی خیال مین نہ لاتے تھے۔

صاحب طبقات النحاۃ کا یہ خیال جا ہے عام طور پہ قابل تسلیم نہ ہو لیکن ابن مالک کے بارے مین ضرور واجب التسلیم ہے۔ کوئی عامی شخص اگر کسی مستند عالم کی بے وقعتی کرے تو خود اُس کی کم علمی اور نالائقی پہ محمول کیا جاے گا لیکن اگر کوئی مستند اور معتبر عالم کسی مشہور شخص کی نسبت اس قسم کے خیالات اور ایسی راے قائم کرے تو خیال کرنا چاہیے کہ اس عالم کا مرتبہ دنیاے علم مین بہت بڑھا ہوا ہے۔ بیشک اگر کوئی معمولی شخص ابن حاجب اور علامہ زمخشری پر ردّ و قدح کرتا تو صاف کہدیا جاتا کہ خود اُس کی سمجھ کا پھیر ہے۔ لیکن ابن مالک اتنے بڑے مستند اور قابل تقلید نحوی تھے کہ مورخین اور علما نے ان کو رد و قدح کرتے دیکھ کے اقرار کر لیا کہ یقیناً ان کی وسعت نظر اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ان گذشتہ ائمۂ نحو کی اپنے علم کے آگے کوئی وقعت نہین سمجھتے تھے۔

صاحب فوات الوفیات کہتے ہین کہ ابن مالک مین دو اصاف ایسے تھے جو اُن کے ہموطن اہل مغرب مین بہت کم پائے گئے ہین۔ بلکہ عموماً اہل اندلس و ساکنان ارض عرب ان سے خالی ہوے ہین۔ ایک تو یہ کہ فقہ شافعیہ کا مغرب و اندلس مین بالکل رواج نہ تھا۔ وہان کے تمام علما اور عام مسلمان تمامہ فقہ امام مالک کے مقلد و متبع تھے بخلاف اس کے ابن مالک ہمیشہ فقہ شافعیہ کے پیرو رہے خود ہی نہین اُنھون نے اس کے وہان رواج دینے کی بھی کوشش کی۔ دوسرے یہ کہ عموماً اہل مغرب بخیل و خسیس ہوا کرتے تھے۔ فیاضی اور سیر چشمی ان کی سرشت مین بہت کم تھی جس کی وجہ سے مغرب زمین کے جمہور علماے اسلام باوجود اعلیٰ درجے کے علم و فضل کے ہمیشہ دنات کے ساتھ متہم کیے گئے ہین۔ لیکن ابن مالک اپنے ہموطنون کی عادت کے خلاف بڑے فیاض اور بہت بڑے سیر چشم تھے۔

ابن مالک کی درسگاہ فیض سے بہت سے مشاہیر علما نے تعلیم پاکے ناموری کا درجہ پایا۔ اور اس درجہ شہرت کو پہونچ کر مورخین کے قلم ہمیشہ ان کا نام یاد دلائین گے اور اُن کی صورتون کے ساتھ ان کی برکتون کی جیتی جاگتی تصویرین پرشوق پبلک کے سامنے پیش کرتے رہین گے۔ ان تلامذہ مین سب سے اول

نمبر خود اُن کے صاحبزادے بدرالدین محمد بن محمد المشہور با بن ناظم کا ہے جن کے تذکرے پر مورخین نے علیحدہ زور قلم دکھایا ہے۔ علاوہ اُن کے صاحبزادے کے شمس الدین ابو الفتح البعلی علاء الدین بن عطار۔ بدر الدین بن جماعہ شہاب الدین ابن یعقوب شاغوری اُن کے نامور تلامذہ ہین۔

یافعی اپنی تاریخ مین علامہ ابن مالک کے سال وفات سے خبر دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ اُنھون نے ۶۷۲ھ مین اس جہان فانی سے رحلت کی۔ اور عالم جاودانی کا راستہ لیا۔ بہاء الدین محمد بن ابراہیم مشہور با بن نحاس نے اُن کے مرثیہ مین تین شعر کہے ہین جو واقعی اس درد دل کی خبر دیتے ہین جو ابن نحاس کو ابن مالک کے ایسے نامور کے مرنے پر ہوا ہوگا۔ لیکن ہم ان اشعار کو اس خیال سے چھوڑے دیتے ہین کہ عام اردو دانون کو ان اشعار سے دلچسپی نہ حاصل ہو گی۔

ان کی تصنیفات بہت ہین۔ گو زمانے نے اُن کو مٹا دیا اور اب سوا اُن کی مختصر نظم کے اور کوئی کتاب زمانے کے ہاتھون مین نہین نظر آتی لیکن کسی لائق اور علم دوست شاعر نے اُن کی تمام تصنیفات کو ایک نظم مین جمع کر دیا ہے جس مین ۳۰ شعر ہین اور اُن ۲۸۔ اشعار مین ابن مالک کی اٹھائیس ہی تصانیف کا نام بتایا ہے۔ ان مین تمام کتابین متعلق عربیت اور قواعد نحو و صرف کے بیان مین ہین۔ اکثر قصائد مین کسی خاص مسئلہ کو تحقیق و تنقیح کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ ان کتابون مین صرف ایک کتاب ہے جو فن حدیث کے متعلق ہے اور وہ بھی کوئی معمولی کتاب نہین ہے صحیح محمد بن اسماعیل بخاری کی شرح لکھی ہے جس مین مشکل اور مغلق احادیث نبوی کو توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اُن کے نکات و رموز کو حل کر کے واضح طور بتا دیا ہے۔ یہ ایک ایسا قوی ذریعہ ہے جس کی وجہ سے اُن کو شفاعت محمدی کا بہت کچھ امیدوار ہونا چاہیے۔ پہلی نظم دیکھ کے بعض لوگون نے ان پہ چار شعر اور بڑھائے ہین اور چار نظمین اور بتائی ہین اور کہا ہے کہ پہلے نظم کرنے والے سے یہ تصنیفات رہ گئے۔ بلکہ پچھلا نکتہ چین یہ بھی کہتا ہے۔ کہ ابن مالک نے اپنے الفیہ پہ خود ہی ایک شرح بھی لکھی ہے۔ لیکن اس قول کو

خود ہی ضعیف بھی بتاتا ہے۔ شاید اسے ثبوت نہ پہونچا ہوگا مگر ہمارے لیے علامۂ ذہبی
کی تاریخ دول الاسلام کافی ہے جس مین مستند مورخ حدیث باوجود اپنی محتاط
پالسی کے تسلیم کرتا ہے کہ خود مصنف کی شرح درحقیقت الفیہ پر ہے۔ قطع نظر
اس کے الفیہ ایک ایسی کتاب ہے جس پر خدا جانے کتنی شرحین لکھ ڈالی گئین۔
اگر ایک شرح کا وجود پایۂ ثبوت کو نہ پہونچا تو کوئی مضائقہ نہین۔

ہم بتانا چاہتے ہین کہ الفیہ پر کن کن لوگون نے کتنی شروح تصنیف
کین۔ گو اس بارہ مین غالبًا یقینی فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ اس لیے کہ اسلامی قرون
وسطیٰ مین جو تباہیان علوم اسلام پر پڑین اُنھون نے لاکھون تصنیفات کو
بالکل ناپید کر دیا۔ اور یقینًا اُس معدوم ہو جانے والے خزانۃ الکتب مین بہت
سی شروح الفیہ بھی ہون گی۔ لیکن جستجو کرنے والے مصنفون کے استقرار پر
اعتماد کر کے ہم بتاتے ہین پہلی شرح اگر مصنف کی مانی جائے تو دوسری شرح اُن کے صاحبزادے بدرالدین محمد کی
ہے جو شرح ابن ناظم کے نام زد ہے۔ تیسری شرح البہجۃ المرضیہ مشہور فقیہ۔ محدث
اصولی۔ نحوی۔ اور مورخ اسلام مولٰنا جلال الدین سیوطی کی ہے۔ چوتھی شرح
شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن قرشی کی ہے جس کو مصنف علامہ نے قاضی القضاۃ
جلال الدین قزوینی کے صاحبزادون کو درس دیتے وقت اول سے آخر
تک بطور تحریر ون کے بیان فرمایا تھا۔ پانچوین شرح ایک نابینا عالم محمد بن احمد
ابن علی بن جابر اندلسی کی ہے چھٹی شرح ابن القواص کی جانب منسوب ہے
ساتوین شرح شمس الدین ابوالفتح بعلی کی ہے۔ آٹھوین شرح ابن دردی نوین شرح
محمد بن عبدالرحمٰن زمردی۔ دسوین شرح شمس الدین محمد بن سلیمان سکری۔ گیارھوین
شرح جلال الدین یوسف بن حسن حموی۔ بارھوین شرح بنام اعراب خالد بن عبداللہ
ازہری ہے جو ترکیب خالد کہلاتی ہے۔ تیرھوین شرح ملا عبداللہ شاہ طوسی
کی چودھوین شرح ملا محسن نحوی قزوینی کی جو چار جلدون مین ہے اور آج
قزوین مین موجود ہے

ابن مالک کے بیٹے ابن ناظم محمد بن محمد مالک جو بدرالدین کے لقب
سے یاد کیے جاتے تھے ان کی نسبت یہی مشہور ہے کہ بے مثل علماء زمان اور

اپنے عہد کے امام فن تھے۔ ان کی ذکاوت ذہانت طباعی اور حدت ذہن کا بڑا شہرہ تھا۔ نحو معانی بیان عروض منطق فقہ اصول مین انھون نے اپنے طباعی کے جوہر کھلائے ہین سارا شباب تحصیل علوم ہی مین صرف کیا۔ عربیت اور نحو و صرف کو پدر بزرگوار کی خدمت مین حاصل کیا۔ اور اُنھین کے درسگاہ افادت سے ناموری حاصل کی اور اس رتبہ کو پہونچے کہ والد بزرگوار کی زندگی ہی مین شہر دمشق مین اُن کے فضل وکمال کی دھوم مچ گئی۔ ان کی شہرت نے یہ خراب نتیجہ پیدا کیا کہ فتنہ پرداز اُٹھ کھڑے ہوے اور باپ کو بیٹے سے بدظن کر دیا۔ یہان تک نوبت پہونچی کہ باپ نے شفقت پدری اور ہمدردی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ یہ امر ابن ناظم کے لیے زیادہ دلشکنی کا موجب ہوا۔ آخر اُنھون نے قصد کیا کہ جب پدر بزرگوار ہی ناراض ہین تو اس شہر مین رہنا بھی ہیچ ہے۔ دمشق چھوڑ کے بعلبک کی راہ لی۔ اور اُس وقت تک وہین رہے جب تک کہ ابن مالک نے اس عالم ناپائدار سے رحلت کی۔ ابن ناظم نے ایام سکونت بعلبک مین اپنے فیض تعلیم سے کئی طلبہ کو عالم کے مرتبہ پر پہونچا دیا۔ اور ان کو بھی منبع فیض بنا دیا۔ ابن مالک کے مرنے کے بعد لوگون نے اُن کی جگہ ان کو طلب کیا کہ اپنے باپ کیطرح دمشق کے مدرسہ عادلیہ مین درس دین اور جامع عادلیہ کی امامت کرین۔ ابن ناظم یہ سن کے فوراً چلے آئے اور دمشق کی سکونت پھر اختیار کی۔ اس مرتبہ اُنھین وہان اطمینان سے رہنا نصیب ہوا۔ اور اسی زمانۂ اطمینان مین اُن کو تصنیف و تالیف کی مہلت ملی۔ جن مین سے چار کتابین ابن مالک ہی کی کتابون پر بطور شرح کے ہین۔

ان کی نسبت سیوطی نے کہا ہے کہ فنون عربیت مین جو ملکہ ابن مالک کو تھا اس سے زیادہ ملکہ ابن ناظم کو حاصل تھا۔ یہ ابن مالک سے زیادہ ذہین طباع اور عربی زبان کے حاوی تھے۔ لیکن خدا جانے کیا سبب تھا کہ شعر کہنے مین اور موزون کرنے مین اپنے باپ کے عشر عشیر حصہ کو بھی نہین پہونچتے تھے۔ طبیعت بالکل موزون نہ تھی۔ ابن مالک کے بہت سے قصائد مشہور ہین۔ لیکن ان کی نسبت اس مین بھی شک ہے کہ اُنھون نے کوئی قصیدہ کبھی موزون کیا یا نہین۔

ایک اعتراض ان کی اخلاقی زندگی پر ہے۔ یعنی جو علم و فضل خدا نے اُن کو

مرحمت فرمایا تھا اس کی قدر نہ کرتے تھے۔ ان کی صحبت کے لوگ اچھے نہ تھے۔ بہرحال جیسے تھے بہت اچھے تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد چودہ برس تک دمشق مین درس دیا اور آخر داعی اجل کو لبیک کہی۔ اور رہ نورد عالم بالا ہوے۔ قولنج کا مرض ہوا جس سے کسی طرح افاقہ نہ ہوا۔ آخر تمام دوستون کو مبتلاے اندوہ چھوڑ کے ۶۸۶ھ مین وفات پائی۔

علامہ سید مرتضیٰ حسینی

اس مرتبہ ہم ایک ایسے نامور علامہ کی سوانحعمری لکھتے ہین جو باعتبار زمانہ ہم سے بہت قریب تھا۔ اور تھوڑے ہی دن ہوے سرزمین مصر مین کل مسلمانون کا مرجع و ماوی تھا یعنی علامۂ شیخ ابو الفیض سید محمد بن محمد بن عبد الرزاق مشہور بہ مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی۔ مورخین مصر کے بیان سے علامہ ممدوح متاخرین مین اتنے بڑے شخص معلوم ہوتے ہین کہ زمانہ نے عرصہ سے اسلام مین اتنا بڑا باکمال شخص نہین پیدا کیا تھا اول درجہ کے فقیہ۔ مستند محدث۔ معرکہ آرا لغوی اور سب سے بڑے نحوی اصولی۔ ناظم و ناثر تھے۔ ۱۱۴۵ھ مین پیدا ہوے۔ عہد طفولیت اپنے وطن مالوف مین گذرا۔ اور وہین نشو و نما پا کے علم کیطرف ایک سچا میلان طبع پیدا کیا۔ آخر اُس شوق نے وطن مین چین نہ لینے دیا۔ گھر سے نکلے اور سرزمین عرب کی راہ لی۔ سفر طالب علمی مین کئی بار حج کیا۔ اور مشاہیر زمان شیخ عبد اللہ سندی۔ شیخ عمر بن احمد بن عقیل مکی۔ عبد اللہ سقاف محمد بن علاء الدین مزجاجی۔ سلیمان بن یحیی اور ابن الطیب کی خدمت مین حاضر ہوے۔ ان کی صحبتون اور درسگاہون سے فیض اُٹھایا۔ اور رموز و غوامض علوم سے بہرہ یاب ہوے مکہ مین سید عبد الرؤس کی بڑی شہرت تھی بغرض استفادہ اُن کی خدمت مین حاضر ہوے۔ پھر ۱۱۶۳ھ مین شیخ عبد اللہ میر غنی سے جا کے طائف مین ملے طائف سے یمن جا کے ۱۱۶۶ھ مین پھر طائف آئے۔ اور شیخ عبد اللہ میر غنی طائفی ممدوح سے اکثر کتب فقہ اور خاص کر استاد علامہ کی تصانیف پڑھین۔ جب

انھون نے اجازت درس دیدی تو شیخ عبدالرحمن عیدروس کی سے پڑھنا شروع کیا۔ اور اُن کی خدمت مین حاضر رہنے لگے۔ اصل یہ ہے کہ زیادہ فیض اُنھون نے شیخ عبدالرحمن ہی سے حاصل کیا انھون نے حسب رسم علما و زہاد خرقہ پہنایا۔ اگر ذاتی اور صفاتی جوہر کا خیال کیا جائے تو وہ خرقہ بیشک تاج شاہی سے زیادہ قیمتی تھا۔ شیخ عبدالرحمن جن جن احادیث وکتب کی روایت اپنی سند سے کیا کرتے تھے۔ اُن کی اُنھین اجازت دی۔ جب شیخ عبدالرحمن کی خدمت مین حاضر ہوا کرتے تھے تو وہ اکثر ان سے ملک مصر کی تعریف بیان کیا کرتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کی خدمت سے جدا ہوتے ہی اُنھون نے سرزمین مصر کی راہ لی۔ استاد شفیق کی زبانی سن چکے تھے کہ مصر کے علما۔ امیر۔ اور ادیب سب اپنے اپنے کمال مین اعلی درجہ کے ہین۔ انھین باتون نے اُن کو سرزمین مصر کیطرف متوجہ کر دیا تھا۔ ۹ صفر سنہ ۱۱۶۷ھ کو مصر مین داخل ہوے۔ وہان کے علما مین سے سب کے پہلے جس کی خدمت مین بغرض استفاضہ گئے وہ سید علی مقدسی حنفی تھے۔ ان کے علاوہ اس زمانہ کے اور شیوخ جو مصر مین موجود تھے ان کے حلقۂ درس مین بھی جاکے شریک ہوے۔ شیخ احمد علوی۔ جوہری۔ حنفی۔ یہ سب وہ علماے مصر ہین جن کو علامہ مرتضی حسینی کی استادی کا فخر حاصل ہوا۔ اور جنھون نے اُن کو درس و روایت کی اجازت دی۔ مصر کے ایک رئیس اسماعیل کتخدا نے دنیاوی زندگی مین اُن کے ساتھ ہمدردی کی۔ اور ایسے سلوک کیے کہ آخر سید علامہ ایک بڑے دولتمند شخص ہو گئے۔ اس زمانے مین اُنھون نے تین مرتبہ شہر صعید تک سفر کیا۔ اور وہان کے علما و فضلا کی صحبت مین شریک ہوے۔ اور اکثر اہل علم و اہل دولت نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔ علی ہذا القیاس دمیاط۔ رشید منصورہ و دیگر سواحل کی بھی سیر کی۔ اور ان سب مقامات کے لوگون نے اُن کا نہایت اکرام وتعظیم سے استقبال کیا۔ ان سفرون مین اکثر ایسا ہوا کہ بہت لوگون کو انھون نے اجازت دی اور بہتون سے خود روایت کی سند و اجازت حاصل کی۔ اپنے خشکی کے اور بحری سفرون کے متعلق انھون نے کئی سفرنامہ لکھے جن مین اکثر عمدہ اور لطف کے واقعات نقل کیے ہین۔

اسی زمانہ کے قریب مصر کے مشہور عالم سید ابوالانوار بن وفا نے روز سہ شنبہ

۷ا شعبان ۱۱۸۱ھ کو اُن کی کنیت ابوالوفا رکھی۔ اب گویا سید علامہ مرتضیٰ حسینی کو تحصیل سے فراغت ہو چکی تھی۔ اساتذہ کی مدد سے جس حد تک ترقی کر سکتے تھے کر چکے تھے۔ اب اُنھون نے مصر کی ایک شریف خاتون سے عقد کیا۔ اور محلہ عطفۃ الغسال مین رہنے لگے۔ اسی زمانہ سے وہ ایک بہت بڑی تصنیف کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جو قیامت تک اُن کے نام کی یادگار رہے گی۔ جس سے مراد اُن کی مشہور کتاب تاج العروس شرح قاموس ہے۔ اس کتاب کو کئی برس کی محنت شاقہ کے بعد اُنھون نے ۱۴ جلدون مین مرتب کیا۔ اس کتاب کے مکمل ہو جانے کی اُن کو اتنی بڑی خوشی ہوئی کہ اُنھون نے اس تقریب مین ایک بہت بڑی دعوت کی جس مین تمام طلبہ اور کل شیوخ و اساتذۂ وقت مدعو کیے گئے تھے اس محفل علم مین وہ کتاب پیش کی گئی۔ اور کل لوگون نے ملاحظہ کرکے بالاجماع اعتراف کر لیا کہ علامہ مرتضیٰ حسینی کی برابر نہ کسی کو فن لغت مین تحقیق ہے اور نہ کسی کو خدا نے ان کی سی ذہانت و ذکاوت عطا کی ہے۔ اس عہد کے کل علما نے اس کتاب پر تقریظین لکھین اور اعتراف کیا کہ یہ کتاب فن لغت مین لاجواب ہے۔ اور اس نے زمانے کو دیگر لغات عرب کا محتاج نہین رکھا۔ بلکہ شیخ علی شاذری فرشوطی نے جو تقریظ لکھی ہے اس مین علامہ مرتضیٰ حسینی کے سفر فرشوط کا ان الفاظ مین تذکرہ کیا ہے کہ "فرشوط کو وہان کے امرا و علما کو اس امر کا فخر حاصل ہوا ہے اور یہ برکت نصیب ہوئی ہے کہ مصنف علامہ نے قدم رنجہ فرما کے اس شہر کی رونق افزائی کی تھی"۔

تقریظین ایشیائی دنیا مین شاید کوئی معمولی چیز تصور کی جائین۔ ان کی بے مثل کتاب تاج العروس کی وقعت کا یہ ایک نمونہ اس امر کے ثبوت کا پورا شاہد ہے کہ عام پبلک مین وہ کس عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی۔ مشہور اور علم دوست رئیس مصر ابوالذہب محمد بیگ نے جب جامع ازہر کے متصل اپنی عالیشان جامع مسجد بنائی تو اس کے متعلق ایک کتب خانہ قائم کرنے کی تجویز کی۔ بہت سی کتابین لین۔ لیکن تکمیل کتب خانہ کی جانب سے اطمینان نہین ہوتا تھا لوگون نے تاج العروس کا ذکر کیا۔ اور کہا اگر وہ بسیط کتاب اس کتب خانہ مین رکھدی جائے تو اس امر مین پورا اطمینان ہو جائے کہ کتب خانہ پورا ہو گیا اس لیے کہ وہ ایک کتاب تمام کتابون سے بے پروا کر دے سکتی ہے۔ یہ سن کے



حب وطن

اگر دنیا مین کوئی ملک ایسا ہے جس کے واسطے انسان فخر کے ساتھ کام کرے تو وہ انگلستان ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے "اے انگلستان تیری اندرونی عظمت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چھوٹے سے جسم کے اندر ایک بڑا دل ہوا کرتا ہے"

وسعت کے لحاظ سے دیکھیے تو انگلستان سمندر کے صفحے پر ایک چھوٹا سا دھبا معلوم ہوتا ہے لیکن جتنے جہاز سمندرون مین چلتے ہین اُن مین آدھے سے زیادہ پر انگریزی ہی جھنڈا اُڑتا ہوتا ہے۔

قدرت نے اس جزیرے کو بہت ہی مناسب جگہ پر واقع کیا ہے۔ انگلستان کی آب و ہوا نہایت مسرت افزا اور صحت بخش ہے۔ اور بہت زیادہ دولتمند ہونے کی بدولت ہم بہت سی لڑائیان لڑنے سے بچ گئے شکسپیر کہتا ہے۔ "یہ جزیرہ سب کا سرتاج ہے! یہ عظمت کی سرزمین یہ مریخ کی جگہ! یہ اور دنیا سے بدلا ہوا تمدن۔ یہ آدھی جنت۔ یہ قلعہ جس کو نیچر نے خاص اپنے واسطے بنایا ہے اور وبا اور جدال قتال کا اس پر قابو نہین چلتا۔ یہ اس کے خوش و خرم لوگ۔ یہ چھوٹی دنیا۔ یہ بیش بہا نگینہ جو سمندر کی روپہلی انگشتری مین جڑا ہوا ہے اور سمندر اُس کے گرد دیوار کا کام دیتا ہے۔ یا حفاظت کے واسطے کسی کھائی اور خندق کی ضرورت پوری کر رہا ہے اور اُسے اُن لوگون کے حسد سے بچائے رکھتا ہے جو اس کے لوگون کی طرح خوش و خرم نہین ہین۔

یونائٹڈ اسٹیٹس (دول متحدہ امریکہ) کے ایک فصیح البیان مقرر نے اپنے وطن کی تعریف ان الفاظ مین کی ہے "میرے ملک کی جنوبی حد خط استواہے مشرق کی طرف **بحراطلانٹک** ہے۔ شمال کیطرف **آرور البوریالس** ہے۔ اور اُس کی مغربی حد وہان تک چلی گئی ہے جہان آفتاب غروب ہوتا ہے"۔ لیکن ہم فخر کے ساتھ یہ کہ سکتے ہین کہ شہنشاہی برطانیہ مین سورج کبھی غروب ہی نہین ہوتا۔ ہمارا شاعر **کیمبل** کہتا ہے "برطانیہ کو نہ کسی قلعے کی ضرورت ہے اور نہ اُس کو اپنے سواحل پر برجون کی حاجت ہے۔ اس کا سفر اُن موجون پر ہے جو پہاڑون کے مثل بلند ہین اور اُس کا مکان گہرے سمندر کے درمیان مین ہے"

امریکا کا ایک مدبر سلطنت کہتا ہے "انگلستان کا جھنڈا سمندر اور ہر بندرگاہ مین لہراتا ہے اور اُس کے صبح کے وقت کے فوجی باجے کی آواز آفتاب کے ساتھ تمام روے زمین کے گرد گھوم آتی ہے"

اور اس بات کا خیال کر کے ہم کو اور بھی زیادہ تسلی ہوتی ہے کہ ہمارے سپاہی ہر جگہ موجود ہین لیکن بحیثیت دوستون اور محافظون کے نہ دشمنون کی حیثیت سے۔ ہمارے **والنٹیر** خواہ بحری فوج کے ہون خواہ بری فوج کے ان کا شعار ہے "حفاظت کرنا اور سرکشی نہ کرنا"

یہ عظیم الشان سلطنت رفتہ رفتہ بڑھی۔ اس کے بڑھانے مین ہمارے آبا و اجداد نے بڑی بڑی مشقتین اور جانفشانیان کی ہین۔ اور واقعی یہ ہمارے واسطے بڑی ذلت کی بات ہو گی اگر ہمین اس بات کا خیال نہ ہو کہ اپنی اس سلطنت کو صرف اتنا اور اسی حال پر نہین بلکہ اور زیادہ مضبوط اور ترقی یافتہ بنا کے اپنی اولاد کے حوالے کرین۔

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہماری تاریخ مین بھی ایسی بہت سی باتین ہین جو قابل افسوس ہین لیکن جب ہم کسی اور ملک کی تاریخ سے اپنی تاریخ کا مقابلہ کرتے ہین تو ہمین صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے ملک نے بدرجہا کم خونریزیان کی ہین۔

لڑائیون کے علاوہ ایسا کوئی ملک نہین ہے جو اس قدر پرانا ہو

اور اُس کے دامن پر جرمون کے اس قدر کم دھبے لگے ہون۔

لڑائی مین ہم نے اپنے دشمنون کے ساتھ نہایت ہی فیاضانہ برتاؤ کیا۔ نپولین کی لڑائی مین جبکہ فرانس کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی تھی۔ اور پیرس پر ہماری مددگار سلطنتون کا قبضہ تھا۔ باوجودیکہ لڑائی مین ہمین نوّے کرور سے زیادہ کا خرچ پڑا تھا مگر ہم نے صرف اُن شرطون پر صلح کر لی کہ فرانس پر خود اسی کا قبضہ ہے اور اُس کو تاوان جنگ بھی نہ دینا پڑے۔ بشرطیکہ فرانس غلامون کی تجارت چھوڑ دے۔ اب ہم جب کبھی اس صلح نامے کی شرطون پر نظر ڈالتے ہین تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مدبران سلطنت نے ایسا فیاضانہ برتاؤ کیا جو شاید مشکل سے عقلمندانہ کہا جا سکے گا۔ ہم کو سخت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ بعض فرنچ لوگ واٹرلو کی لڑائی کو اپنی فتح خیال کرتے ہین مگر اس مین شک نہین کہ صلحنامہ کے شرائط بہ نسبت ہمارے ان کی اغراض کے زیادہ موافق تھے۔

ہم بیان کر چکے ہین کہ ہم نے فرانس کو اس کی نوآبادیان بھی دیدین بردہ فروشی کے روکنے کی کوشش مین ہم کو تھوڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ سلطنت پرتگال کو تین لاکھ پونڈ اور اسپین کو چار لاکھ پونڈ۔ ہم نے محض اس واسطے دیے کہ وہ اپنی قلمرو مین بردہ فروشی بند کر دین۔ اس کو نصف صدی سے کچھ زیادہ زمانہ گزرا جب ہم قرض کے بار سے کچلے جاتے تھے۔ اور ہماری مالی حالت اور نیز فوجی قوت اس قدر اچھی نہ تھی جیسی کہ اب ہے مگر اس حالت مین بھی بردہ فروشی کے روکنے کے لیے ہم نے تھوڑی فوج افریقہ کے مغربی سواحل پر معین کر رکھی تھی۔ اور باوجودیکہ ہماری بیش بہا جانین ضائع ہوتی تھین اور ہم کو سات لاکھ پونڈ سالانہ کا خرچ برداشت کرنا پڑتا تھا۔ ہم نے اس کارروائی مین تامل نہ کیا۔ اس کے علاوہ ہم نے وسٹ انڈیز اور مارٹیس کو دو کرور پونڈ اس شرط کے ساتھ دیے کہ اپنے غلامون کو آزاد کر دین۔ اس ناگوار تجارت کے روکنے مین تقریبًا دس کرور پونڈ ہمارے ملک کو اپنی گرہ سے دینے پڑے۔

دیگر سلطنتون کا معمول ہے کہ اپنی نوآبادیون اور ماتحت ریاستون سے بہت زیادہ مالگذاری وصول کر لیا کرتے ہین۔

ایتھنز (دار السلطنت یونان) والے اپنی مددگار ریاستون سے بہت کچھ سالانہ چندہ وصول کر لیا کرتے تھے اور یہ چندہ اُن کی مالگذاری کا ایک بڑا حصہ تھا۔

رومیون کا ایک خاص اصول تھا کہ ماتحت ریاستین سلطنت کے تمام مصارف ادا کیا کرین جس وقت اُنھون نے جزیرۂ صقلیہ (سسلی) کو فتح کیا تو کل غلے کا دسوان حصہ اور جو مال وہان آئے یا وہان سے باہر جائے اُس مین سے فیصدی پانچوان حصہ خود لیا کرتے تھے۔ زمانۂ حال مین بھی اسپین۔ پورتگال اور ہالینڈ کی طرح دیگر دولتون نے اپنی نو آبادیون کی بہت کچھ مالگذاری خود وصول کر لی ہے۔

انگلستان کا برتاؤ ہی کچھ جداگانہ رہا ہے۔ اپنی نو آبادیون سے وصول کرنا درکنار ہم نے اُن کے فائدے واسطے ہزارون روپیہ خود اپنی گرہ سے خرچ کیا۔ جہانتک مجھ کو دریافت ہو سکا یہی معلوم ہوا کہ سنہ ۱۸۵۹ء تک کوئی ایسا حساب نہین مرتب کیا گیا تھا جس سے یہ پتہ چل سکے کہ انگلستان کو سالانہ کس قدر رقم نو آبادیون کے واسطے خرچ کرنی پڑی۔ لیکن سنہ ۱۸۵۹ء سے سنہ ۱۸۶۹ء تک چار کرور دس لاکھ پونڈ صرف ہوئے تھے اور اس مین شک نہین کہ اس سے بیشتر لاکھ پونڈ سالانہ سے کم نہ صرف کرنا پڑا ہو گا۔

مگر اصل خرچ جو اس سے بھی زیادہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ کیونکہ اس نقشے مین اُن اخراجات کا ذکر ہی نہین۔ جو اسلحہ۔ وردیون۔ چھاؤنیون اور ہسپتالون وغیرہ کی بابت ادا کیے گئے۔ اور نہ اس حساب مین رنگروٹ وغیرہ بھرتی کرنے کا خرچہ شامل ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو فوج ہم نے بحیرۂ روم مین ڈال رکھی ہے وہ کسی نو آبادی کے فائدے کی غرض سے نہین۔ واقعی یہ بات سچ ہے کیونکہ مالٹا اور جبرالٹر کے ایسے چھوٹے مقامات اس فوج کے مصارف نہین ادا کر سکتے۔ مگر اس فوج کے وہان قائم رہنے سے ہماری بڑی غرض یہ ہے کہ خط و کتابت اور مراسلت کا سلسلہ ہمارے اور ہندوستان اور آسٹریلیا کے درمیان مین محفوظ ہے۔ اور

جب ایسا ہے تو پھر اس فوج کا کل بار ہم پہ کیون ہو - اور تھوڑا تھوڑا ہندوستان اور آسٹریلیا بھی کیون نہ برداشت کرین؟ اور یہ تو اُن مصارف کا بیان ہی جو اس فوج کی بابت ہوتے ہین جو انگلستان سے باہر جاتی ہو۔ وہ فوج جو انگلستان مین موجود ہے (علاوہ اس قدر آدمیون کے جو انگلستان کے واسطے ضروری ہین) اور ضرورت کی اوقات مین نوآبادیون کی مدد کو بھیجی جاتی ہے - پھر کیا وجہ ہو کہ نوآبادیان اس فوج کی دوامی خرچ کے واسطے سالانہ چندہ نہ ادا کرین -

ہمارے فوجی نقشہ حساب مین یہ کہین نہین دکھلایا جاتا ہے کہ نوآبادیون کے واسطے برائے نام ہی سہی مگر ہم کو بحری فوج کا کس قدر خرچ ادا کرنا پڑا ہم کو کل بحری فوج کے مصارف دینا ہوتے ہین جن کو اگر یہ نوآبادیان خود مختار ہوتین تو اُنھین خود ہی برداشت کرنا پڑتا -

ہم سمندرون مین ان کے واسطے پولیس کا کام دیتے ہین - اور اُن کے ساحلون کی حفاظت ہمارے روپے سے ہوتی ہے - تھوڑے ہی غور سے یہ بات معلوم ہو سکتی کہ ہماری وجہ سے وہ کتنے مصارف سے بچ جاتے ہین وہ تین کرور پچاس لاکھ انگریز جو جزائر برطانیہ اور آئرلینڈ مین رہتے ہین ان کو ایک کرور اسی لاکھ پونڈ سالانہ کی رقم صرف بحری فوج کے مصارف کے لیے دینی پڑتی ہے - باوجودیکہ تین کرور آدمی جو ہندوستان اور نوآبادیون مین آباد ہین اس مین شاید ہی کچھ دیتے ہون گے -

ہندوستان ہی کو دیکھیے - شاید اس بات کے کہنے کی ضرورت نہین ہو کہ ہندوستان شاہنشاہی برطانیہ کے مصارف کی بابت براہ راست کچھ نہین دیتا - اور نہ اُن اخراجات کی بابت ہندوستان سے کوئی مدد ملتی ہے جن سے دیگر نوآبادیون کی طرح وہ بھی فائدہ اٹھاتا ہے - ہمارے قبضے مین ہندوستان ہونے کی وجہ سے نہ تو کسی انگریز مزدور کو کچھ فائدہ ہوتا ہو اور نہ کسی ٹیکس دینے والے انگریز کو - اور نہ اُس کو ہندوستان کی وجہ سے ٹکس مین ایک کوڑی بھی کم دینی پڑتی ہے -

فوج کے مصارف کا یہ حال ہے کہ اس بات کی سخت کوشش ہوتی رہتی ہو کہ ہندوستان کو سوا اُسی فوج کے مصارف کے جو وہان موجود ہے ایک حبہ بھی کسی اور مد مین نہ دینا پڑے - مزا یہ ہو کہ محکمہ جنگ کی طرف سے اگر کبھی کسی رقم کی

بابت درخواست کی جاتی ہے اور وہ رقم ان رقوم مین نہین ہوتی جن کو عہدہ داران ہندوستان نے بہت ہی ضروری سمجھا ہو تو انڈیا آفس اُس پر بڑے زور و شور سے اعتراض کرتا ہے۔

خصوصاً بحری فوج کے خرچ کی بابت ہندوستان سے قریب بڑی ہی فیاضی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس مین کوئی شک نہین کہ ہمارے جہازون کے بیڑے سے اُسے بہت بڑا فائدہ پہونچتا ہے۔ اگر ہمارا یہ بیڑا نہ ہوتا تو اُسکو بہت بڑے مصارف برداشت کرنا پڑتے۔ جن کی وجہ سے ہماری بدولت اُسے بچت ہو جاتی ہے۔ اس مد مین وہ سالانہ صرف ستر ہزار پونڈ کا چندہ دیتا ہے جو اُن پانچ لاکھ پونڈ کے علاوہ ہی جو اسے کشتیون اور بندرگاہون کے محصول وغیرہ کی بابت ادا کرنے ہوتے ہین۔

ہماری نیک نیتی کے ساتھ یہ کوشش اور خواہش ہو کہ ہندوستان پر صرف اُس کے لوگون کے فائدے کی غرض سے حکومت کرین۔ ممکن ہو کہ ہم نے غلطیان کین ہون۔ جیسی غلطیان کہ انگلستان پر حکومت کرنے مین بھی ہو جایا کرتی ہین۔ لیکن ہمارا ہندوستان پر حکومت کرنے کا اصول یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

مین خیال کرتا ہون کہ کوئی شخص اس بات سے انکار نہ کرے گا کہ ہماری حکومت سے ہندوستانیون کو فائدہ پہونچا۔ ڈاکٹر ہنٹر کا بیان ہو کہ اڑیسہ مین راجہ کا حصہ غلے مین ساٹھ فیصدی ہوا کرتا تھا۔ اور رحم دل اکبر حمدل گورنمنٹ بھی ۳۳ فیصدی لیا کرتی تھی۔ اور ہماری گورنمنٹ صرف اس سے صرف سات تک لیا کرتی۔ کوئی شخص اس مین عذر نہین کرسکتا کہ ہمارے ٹیکس ہندوستانیون پر بہت ہی کم ہین۔ اور ان کی جان و مال بہ نسبت اُس کے کہ وہ ہندوستانی بادشاہون کے زیر حکومت ہونے اب زیادہ محفوظ ہین۔ اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ ہندوستان ایک حبہ بھی انگلستان کی مالگذاری کے بابت نہین دیتا اس بات کو تو کوئی شخص نہین ثابت کرسکتا کہ ہندوستانی لوگ ہم کو چاہتے ہین اور اس کی امید کرنا بھی شاید حد سے بڑھ جانا ہے۔ لیکن ہان اس سے انکار نہین کیا جاتا کہ ہماری گورنمنٹ وہان عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

مین خیال کرتا ہون کہ ہماری حکمرانی کا ہردلعزیز نہ ہونا عذر کے زمانے مین

صاف طور پر ظاہر ہو گیا۔ ہمارے ملک والون نے عام اس سے کہ وہ اعلیٰ ہون یا ادنےٰ بہادرون کی سی کارگذاریان دکھائین تاہم اگر ہماری گورنمنٹ لالچی اور غیر منصف مشہور ہوتی اور اگر ہمارے اوپر ہندوستان کی رعایا کو اعتماد نہ ہوتا اور اُن کے دلون مین ہماری عزت نہ ہوتی تو ہم ضرور سمندر مین بھگا دیے گئے ہوتے۔ ہماری بہادر فوج کی بہادری اور ہمارے افسرون کے فنون سپہ گری نے ہمین بہت ہی کم فائدہ بخشا ہوتا! ہندوستان کی رعایا نے ہمارے خلاف کسی قسم کی بغاوت نہین کی۔ اور ایسے نازک وقت مین بھی اُن لوگون کا اس قسم کا برتاؤ کرنا اس بات کی صریحی شہادت ہے کہ ہم نے اپنا فرض منصبی کس خوبی سے ادا کیا تھا۔

ہماری حکومت کے بارے مین دوسری قومون کی راے معلوم کرنی ہو تو ہانگ کانگ اور سنگاپور کے واقعات کو دیکھو۔ ہانگ کانگ کی تاریخ مین مسٹر ڈ کہتا ہے "جس وقت وہ دولت برطانیہ کو ملا ہے ایک بیکار و بے فائدہ جزیرہ تھا جس مین صرف چند ماہی گیر رہا کرتے تھے۔ اب اس مین ہزارہا چینی آکر بس گئے ہین۔ جنھون نے چین کو چھوڑ کے یہان اس غرض سے بود و باش اختیار کی ہے کہ اُن کو یہ بات معلوم ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کی عملداری مین رہنے سے وہ بھاری بھاری ٹیکسون سے بچ جائین گے اور اُن پر منصفانہ قانون کے ذریعے سے حکومت کیجائے گی۔ اور یہان انھین فائدہ بخش تجارت کا بھی پورا پورا اختیار حاصل ہوگا۔ سنگاپور مین بھی جو پیشتر ایک غیر آباد جزیرہ تھا اب سیکڑون لوگون نے چین یلایا۔ اور ہندوستان سے جا جا کے انھین مذکورہ وجوہ سے وہان بود و باش اختیار کی ہے۔

جاوا کی حالت کو دیکھیے۔ ہیرن کہتا ہے "اُن پانچ سال کے زمانے مین جب کہ وہ دولت برطانیہ کے زیر حکومت تھا اس پر ایسی رحم دلی اور انصاف پسندی کے ساتھ حکومت کی گئی کہ واپس کر دیے جانے کے بعد وہان کے باشندون کو (عام اس سے کہ وہ یورپین تھے یا وہان کے رہنے والے) پھر اپنے تئین ڈچ گورنمنٹ کا عادی کرنا مشکل معلوم ہوا۔ اگرچہ وہ اس قدر تھوڑے ہی زمانے تک برٹش کے قبضے مین رہا مگر اتنے ہی دنون مین وہان کچھ اور ہی رونق ہو گئی۔ اور وہان وہ بات اتنے تھوڑے عرصے مین پیدا ہو گئی جو دو سو سال

ہالینڈ کی سلطنت کے قبضے مین رہنے سے بھی نہین حاصل ہوئی تھی۔

یہ کہنا آئرلینڈ کے ساتھ سختی سے برتاؤ کیا جاتا ہے ناانصافی ہے بلکہ بخلاف اس کے آئرلینڈ مین جتنی آبادی ہے یا جتنا لگان وہان سے وصول ہوتا ہے اس کے اعتبار سے اُسکے ممبر پارلیمنٹ مین زیادہ ہین۔ اسکو اسی قدر ٹیکس دینا پڑتا ہے جتنا ہم لوگون کو دینا پڑتا ہے۔ بلکہ ہم لوگ اور بھی بہت سے ٹیکس دیتے ہین جو آئرلینڈ والون کو نہین دینے پڑتے مثلاً زمین کا ٹیکس۔ گھوڑا گاڑی ٹیکس۔ ریلوے ٹیکس وغیرہ وغیرہ جن کی مجموعی رقم سات لاکھ پونڈ سالانہ سے زائد ہوتی ہے اس سال تک وہان کے کسانون کو انکم ٹیکس ہمارے یہان کے لوگون سے کم دینا پڑتا تھا اور نیز آئرلینڈ کی زمین پر بہ نسبت انگلینڈ کے کم جمع بندی ہوئی ہے۔ علاوہ برین آئرلینڈ کو انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ سے کہین زیادہ رقم بطور امداد دیجاتی ہے۔ مثلاً اس کو اسی لاکھ پونڈ قحط کے زمانے مین دیئے گیے تھے۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ شراب کا محصول آئرلینڈ مین بہت زیادہ لیا جاتا ہے۔ مگر خود انگلستان ساری بیر شراب پر چنگی دیتا ہے۔ اور اسپرٹ پر بھی جزائر برطانیہ ۲ ۹ فی صدی چنگی دیتی ہے۔ حالانکہ آئرلینڈ کو صرف ۹ ۱/۲ فی صدی کے حساب سے دینا پڑتا ہے۔ مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ خود انگلش لوگون اور اسکاٹ لینڈ والون کی بھی یہ خواہش ہے کہ آئرلینڈ کے ساتھ انصاف اور مناسب فیاضی کا برتاؤ کیا جائے۔

ہم کو معلوم ہے کہ جس طرح لڑائی مین فتح ہوا کرتی ہے اسی طرح صلح مین بھی فتح ہوا کرتی ہے۔ اگر ہم انسانی ترقی کی تاریخ کو دیکھین تو نظر آئے گا کہ ہمین اپنے آبا و اجداد پر اس بات کے فخر کرنے کا بھی موقع حاصل ہے۔

انگریزی زبان نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عنقریب کل بنی آدم کی زبان بھی انگریزی ہو جائے گی۔ اس بات کو ابھی بہت زمانہ نہین گذرا جب **لارڈ ڈبکن** نے ڈاکٹر **بیلے فیر** سے اپنی کتاب مسمی **دی ایڈوانسمنٹ آف لرننگ** کے (ترقی تعلیم) لاطینی زبان مین ترجمہ کرنے کی فرمائش کی تھی۔ اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ جس زبان مین میری کتاب ہے وہ اس قدر محدود ہے کہ اُس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہین اور اگر اس کا ترجمہ لاطینی زبان مین ہو گیا تو گویا یہ کتاب از سر نو زندہ ہو جائے گی۔

کسی اور ملک کو ہمارے لٹریچر سے زیادہ پاک صاف اور عمدہ لٹریچر کا فخر نہین حاصل ہے۔ شاید کوئی کہے کہ چونکہ مین انگریز ہون لہذا میرا یہ قول تعصبانہ ہی۔ مگر نہین بالاتفاق عام لوگون کی یہ راے ہے کہ **شیکسپیر** بلحاظ لٹریچر کے ساری دنیا مین ممتاز اور بے مثل ہے۔ اس زمانے کے شاعر **ٹینی سن** کے علاوہ **چاسر۔ بیکن۔ ملٹن۔ اسپنسر** اور اور بہت سے شاعر ہماری قوم کے زیب و زینت ہین۔ حال مین ایطالیہ کے ایک رسالے نے دنیا بھر کی عمدہ کتابون کے بابت عام راے طلب کی۔ کئی سو آدمیون نے اور دیگر چندہ دینے والون نے جو راے دی۔ اس کی رو سے جو آٹھ کتابین اول درجے کی منتخب ہوئین اُن مین سے ایک تو انجیل تھی۔ اور چار کتابون سے کم نہ تھین جو انگریزی تھین۔

ایجادات اور تحقیقات کی تاریخ کو اُٹھا کے ملاحظہ کیجیے **واٹ** نے اسٹیم کا انجن ایجاد کیا **اسٹیفنسن** نے متحرک گاڑیون کا سلسلہ **ویٹ اسٹون** نے تار برقی **آرک رائٹ** نے بننے کی کل۔ **ہارگریوز** نے کاتنے کی کل اور **ٹالباٹ** نے فوٹو گرافی۔

علم طب ہی کو دیکھیے دوران خون کو **ہاروی** نے دریافت کیا **جنیر** نے ٹیکہ نکالا **سمسن** نے بے ہوش کرنے اور حس کے کھو دینے کا پتہ لگایا۔ اور **لسٹر** نے زخمون کا علاج بذریعہ آینٹی سپٹک کے اور جراحی کے ذریعے سے ڈھونڈھ نکالا سائنس مین بھی ہمارے یہان بڑے بڑے لوگ ہوئے ہین مثلاً **بیکن۔ نیوٹن۔ ینگ۔ ڈاروِن۔ ڈیوی۔ ڈالٹن۔ کیون ڈش فیرڈی۔ لائل۔ مرچی سن۔ ہرشل** وغیرہ وغیرہ۔

مین نے اِن باتون کو اس وجہ سے نہین لکھا ہے کہ ان سے ہماری بڑائی نکلتی ہے۔ لیکن ہان ان باتون سے ہمارے آباؤ اجداد کی عزت ہے اور ہم کو ان پر فخر کرنے کا موقع حاصل ہے ان باتون نے ہم پر بھی ایک بہت بڑی ذمے داری عائد کر دی ہے۔

ملٹن کی اس دعا مین ہم سب کو شریک ہونا چاہیے کہ اے خدا جس نے اپنی رحمت و مہربانی سے اس سلطنت برطانیہ کو ایسا جلیل القدر اور قابل تعریف

پیدا کیا۔ ہم لوگون کو مع اِن چھوٹے جزیرون کے جو مثل اس کی اولاد کے ہین اپنی عنایت سے اِس فرحت بخش جگہ مین قائم رکھا۔“ ہم کو اس مہربانی کی دعا ہی پر نہ قانع ہونا چاہیے بلکہ اپنے تئین اُس کے لائق بنانے کی بھی کوشش کرنی چاہیے ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس قدر زیادہ قوت ہوتی ہے اُسی قدر زور شور کم ہوتا ہے۔

کارلائل کا قول ہے کہ ”انسان اور اُسکے افعال پر اخلاقی قوت سے حکومت ہوتی ہے۔ نہ مادی قوت سے۔“

انگلستان کو ہم سے یہ امید کرنے کا حق حاصل ہے کہ ہم مین سے ہر شخص اپنا فرض ادا کرے گا۔ وہ ہم سب سے جو اُس کی خاک سے پیدا ہوئے ہین۔ کہتا ہے ”مین نے یہ سب تمھارے واسطے کیا ہے۔ مگر تم نے میرے واسطے کیا کیا؟“

اور واقعی جب ہم گذشتہ تاریخ پر نظر کرتے ہین تو اسے دیکھ کے شاید یہ کہنا مبالغہ نہ خیال کیا جائے گا کہ ہمارے ملک نے اپنی ذمہ داریان اور اپنا فرض نہایت عقلمندی اور فیاضی کے ساتھ پورا کیا۔ اور اس سلطنت پر حکومت ایسی شان سے کی کہ وہ بھی اس فتحیابی سے کم نہین جس کی بدولت یہ سلطنت لی گئی تھی اس بات کی امید کرنا کہ کسی زمانے مین تمام انگریزی بولنے والے لوگ ایک ہی قوم ہو جائین گے محض خواب و خیال ہے۔

شاید لوگ یہ خیال کرین کہ مین اپنے ملک پر حد سے زیادہ ناز کرتا ہون اور اُس کا بہت ہی طرفدار ہون۔ مگر خود واقعات ہی آپ اپنی شہادت دے رہے ہین۔ علاوہ برین **مارس** کا قول ہے انسان اس قوم کو بہت ہی انصاف کی نظر سے دیکھتا ہے جو اُسکی قوم سے زیادہ تعلق رکھتی ہے۔ ملک کی محبت انسان کو اس بلند مقام پر پہونچا دیتی ہے جہان پہونچ کے اپنا اور اپنے خاندان کا خیال بالاے طاق ہو جاتا ہے۔ اور صرف عام فائدے کا خیال پیش نظر ہوتا ہے۔ عظمت و شان کا فخر نادانی ہے۔ لیکن اپنی زبان اور اپنے لٹریچر کا پھیلانا۔ اپنی قوم اور تجارت کو بڑھانا عام اس سے کہ وہ خشکی مین ہو یا تری مین اور اس بڑی ذمے داری کا خیال

رکھنا جو ہمارے سرون پہ واقعی قابل ناز ہے۔

توطن

ہم سب لوگ ملکی سلطنت کے اجزا ہین اور ہمارا نہایت ضروری فرض یہ ہے کہ اپنے تئین اس بڑی ذمّے داری کے لائق بنا دین۔ اپنے تئین لائق بنانے کے واسطے علم خیال اور نیک نیتی کی ضرورت ہے۔ ہماری شہنشاہی کی وسعت ہی بجاے خود خوفناک چیز ہے۔ ہم بہت سی قومون پہ حکمران ہین اور ان مین سے اکثر ایسی ہین جن کے خیالات اور خواہشین ہمارے اغراض سے بالکل جداگانہ ہین۔ مثلاً ہندوستان ہی کو دیکھیے۔ وہان کی آبادی انگلستان کی دس گنی ہے۔ اور اُس مین ایسی ایسی قومین آباد ہین جن کے مذہب اور نسلین جدا جدا ہین۔ ہندو لوگ اسی نسل سے ہین جس سے کہ ہم لوگ بھی پیدا ہوے ہین وہ نہ صرف ایسی زبان بولتے ہین جو ہماری زبان کے مشابہ ہے بلکہ بعض بعض الفاظ جو ہماری زبان مین ہین بعینہ اُن کے یہان بھی موجود ہین۔ لفظ "پدر" جس پہ بہت سے ہندوستانی الفاظ ختم ہوتے ہین ہمارے یہان کے لفظ "بارو" سے مشابہ اور اسی طرح لفظ کے آخر مین آتا ہے جس طرح ہمارے یہان کا لفظ "بارو" لیکن ہندو ہندوستان کے باشندون کا صرف ایک حصہ ہین۔ باوجودیکہ زمانے اور فاصلے نے بہت سے فرق پیدا کر دیے ہین مگر بہ نسبت ڈریویڈین ریس کے جو جنوب مین ہے یا بھیلے اور جار نیز قوم کے جو مشرق مین رہتے ہین ہندوؤن کا خون ہم مین زیادہ ملا ہوا ہے ان مین اور مسلمانون مین بہت بڑا مذہبی جھگڑا ہے اگر مسلمان ہی مسلط ہو جائین گے۔

ہندوستان ہمارے واسطے ایک بہت ہی بڑی ذمے داری کی چیز ہے ہم لوگ ساری دنیا مین دوسری بڑی بڑی قومون سے ملتے ہین۔ بہت ایسے مسئلے پیش ہوتے ہین اور ہوتے رہین گے جن مین دونون فریق کی جانب سے قابلیت اعتدال اور درگذر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری مدبران سلطنت کو

اس بات کے جاننے کی ضرورت ہے کہ کس موقع پر درگزر کرنی چاہیے اور کس جگہ مستقل مزاجی سے کام لے کے درگزر نہ کرنا چاہیے۔ اور عام لوگون پر اس بات کا جاننا فرض ہے کہ کس موقع پر کسی کی امداد کرنی چاہیے۔

انسانی تاریخ ہم کو یہ بتلا رہی ہے کہ بہت سی بڑی بڑی سلطنتین ہوئین اور خاک مین مل گئین **مصر۔ اسیریا**۔ اور فارس کا عروج ہوا اور زوال آگیا۔ حال ہی کے زمانے مین **جنیوا اور وینس** کی سلطنتون نے ہمارے ہی طرح جہازون۔ نوآبادیون۔ اور سوداگری کے ذریعے سے بہت فروغ حاصل کر لیا تھا ہم اگر یہ چاہتے ہین کہ ہمارا حال اُن کا سا نہ ہو تو ہمین چاہیے کہ اُن غلطیون سے بچین جن مین وہ سلطنتین مبتلا ہوئین **بائرن** کہتا ہے "ایک سلطنت ہزارون برس مین مشکل سے بنتی ہے۔ لیکن اُس کے مٹانے کے واسطے صرف ایک گھنٹہ بہت کافی ہے"

دول خارجہ سے کیا علاقہ رکھنا چاہیے اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ دوسری قومون سے دوستانہ تعلقات کا قائم رکھنا صرف ہمارے فائدے ہی کے واسطے نہین ضروری ہے بلکہ ہمارا فرض بھی یہی ہے۔ اکثر قومین ایک دوسرے کو دشمن خیال کرتی ہین لیکن اگر ذرا نظر غور سے دیکھا جائے تو ہم سب لوگ بنی آدم ہین لہذا ہم کو ایک دوسرے کا دوست رہنا چاہیے **ویلز** کے ایک واعظ نے اپنے وعظ مین اس بات کو عجب لطف کے ساتھ بیان کیا ہے وہ کہتا ہے "مین ایک روز ہوا کھانے کو نکلا تھا۔ اتفاقاً ایک پہاڑ کے دوسری جانب ایک عجیب الخلقت صورت نظر آئی۔ مگر جب وہ صورت قریب آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ آدمی ہی ہے۔ اور جب بالکل پاس آگئی تو مین نے پہچانا کہ میرا بھائی ہے"

صرف اتنا ہی نہین کہ دوسری قومین آدمی ہین۔ بلکہ ہم وہ آپس مین بھائی بھائی ہین۔ اور اُن کے فوائد اکثر حالتون مین ہمارے فوائد سے وابستہ ہین جب اُن کو ضرر پہونچتا ہے تو ہم کو بھی ضرر پہونچتا ہے۔ اور ان کی منفعت سے ہمین بھی نفع ہوتا ہے۔ سب سے بڑا فائدہ دولت برطانیہ کا

اس مین ہے کہ ساری دنیا مین امن اور خوش حالی قائم رہے۔ لڑائی کی چمک دمک نے انسان کے خیال کی نظر کو خیرہ کر دیا ہے۔ اور ہم اس بات کو بالکل بھول جاتے ہین کہ لڑائی سے کس قدر مصیبت اور تکلیف انسان کو پہونچتی رہی ہے۔

لڑائی کی بدولت جیسی جیسی خونریزیان اور جو جو مصائب دنیا مین پیدا ہوئے ہین اُن کا خیال کرنے سے بھی دل کانپ اُٹھتا ہے۔ اور یہ اس بات کی ایک بڑی دلیل ہے کہ جھگڑے اور فساد ایک ثالث کے ذریعے سے طے ہو جایا کرین موجودہ حالت انسان کے واسطے موجب ننگ ہے اگر وحشی لوگ اپنے خیالات کو زور بازو سے سلجھاتے ہین تو سلجھانے دو۔ لیکن مہذب قومون کا ایسی باتین کرنا خلاف اخلاق ہی نہین بلکہ عام سمجھ اور دانائی کے بھی خلاف ہے۔ فی الحال امن و امان قائم رکھنے کے محکمون مین پینتیس ۳۵ لاکھ آدمی ہین۔ لیکن لڑائی کے محکمون مین ایک کروڑ آدمی ہین اور جو انتظام سوچا گیا ہے اگر ہو گیا تو دو کروڑ ہو جائین گے۔ بیس کروڑ پونڈ سالانہ کا خرچ صرف برائے نام ہے ورنہ اصلی اخراجات اس سے کہین زائد ہین۔ کیونکہ براعظم کی فوج ابھی جدید بھرتی ہوئی ہے علاوہ برین اگر یہ امن و امان کے محکمون کے پینتیس لاکھ آدمی اچھی طرح کام کرین اور اُن کی محنت سے صرف پچاس پونڈ سالانہ پیدا ہون تو کل روپیہ جو وہ پیدا کرین گے سترہ کروڑ پچاس لاکھ ہوگا۔ جس کے معنے یہ ہین کہ یورپ کے فوجی اخراجات کی تعداد اصل مین سینتیس ۳۷ کروڑ پچاس لاکھ پونڈ سالانہ ہے اصل مین بعض امور ان اخراجات سے بھی زائد غور طلب ہین۔ لیکن چونکہ انسان کی محنت و زندگی کے محاصل کا اندازہ صرف روپے کے ذریعے سے ہوا کرتا ہے لہذا ہم کو یہ مجبوری دکھلانا پڑی۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص موجودہ بری اور بحری فوج کے انتظامات کو دیکھے اور اُسے خطرہ نہ نظر آئے۔ یہ بھی فرض کر لیا کہ اُن کا نتیجہ لڑائی نہ ہوگا۔ لیکن ویرانہ اور بربادی تو لابدی ہے۔

یورپ کے خاص خاص ملک روز بروز زیادہ مقروض ہوتے چلے جاتے ہین۔ گذشتہ بیس سال کے عرصے مین اٹلی کا قرض اڑتالیس کروڑ تیس لاکھ سے بڑھ کر ۵۱ کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ ہو گیا ہے۔ آسٹریا کا قرض جو تیس کروڑ سے اٹھاون کروڑ۔ روس کا قرض جو تیس کروڑ سے پچھتر کروڑ فرانس کا قرض پچاس کروڑ سے تیرہ سو کروڑ پونڈ ہو گیا ہے۔ دنیا بھر کی سلطنتون کے قرضے کی میزان ۱۸۸۰ء مین چار ارب پونڈ تھی لیکن

اب اُس کی کل میزان چھ ارب پونڈ سے بھی زائد ہو گئی ہے اور ہوتی جاتی ہے۔

اس بار عظیم سے نہ تو کوئی قیمتی جائداد خریدی گئی نہ کوئی فائدہ مند کام کیا گیا۔ اصل مین یہ روپیہ بالکل برباد ہی ہوا ہے یا یون کہیے کہ اس کی حالت بربادی سے بھی زیادہ خراب ہے۔ یعنی یہ روپیہ یا تو لڑائی مین صرف ہوا یا اس کی تیاری مین برباد کیا گیا۔ فی زمانناہم کو حقیقۃً اصلی امن نہین میسر ہے۔ ہم گویا لڑائی ہی کی حالت مین بسر کر رہے ہین۔ خوش قسمتی کی صرف اتنی بات ہے کہ جنگ اور خونریزی نہین کرتے۔ لیکن بغیر خوفناک مصائب کے مفر نہین۔ خود ہماری یہ حالت ہو رہی ہے کہ قومی آمدنی کا ایک ثلث حصہ آیندہ لڑائی کی تیاری مین صرف ہوتا ہے۔ ایک ثلث گذشتہ جنگ کے قرضے کی بابت دیا جاتا ہے اور صرف ایک ثلث حکمرانی کے کامون مین صرف ہوتا ہے۔

میری یہ راے نہین کہ جس طرح ممکن ہو صلح ہی کی جائے مگر مجھے اس بات کے کہنے مین ذرا بھی شرم نہین آتی کہ جہان تک بنے صلح ہی کر لینی چاہیے۔ اس مین شک نہین کہ بہت سے ایسے اہم مسئلے بھی ہین جو بذریعہ ثالث کے نہین طے ہو سکتے لیکن ارل رسل نے جو ایک بہت مستند شخص ہے کہا تھا کہ "گذشتہ سو برس کے عرصے مین کوئی ایسی لڑائی نہین ہوئی جس کا فیصلہ بغیر لڑے نہ ہو سکتا۔

اس سے قبل جب مجھ سے ایم لیمبڈیا سے ملاقات ہوئی تو ہم نے اس مضمون پر گفتگو کی اُس نے نہایت ہی جوش کے ساتھ کہا "اگر فرانس مین خرچ کی یہی حالت رہی تو ایک دن ایسا آنے والا ہے جب فرانسیسی اپنی بارکون کے سامنے بھیک مانگین گے اور اب خرچ کی صرف وہی حالت نہین بلکہ اور بڑھ گیا ہے۔

یورپ کی حالت نہایت ہی پرخطر نظر آ رہی ہے۔ روس مین بھیلزم پھیلا ہوا ہے۔ جرمن کو سوشیالزم کا اندیشہ ہے اور فرانس کو بدعملی کا خوف ہے۔ اور قریب قریب دیوالیہ ہو جانے کے آثار جلد جلد بڑھتے ہی چلے جاتے ہین۔

بظاہر اب بدعملی کے جرائم کی کوئی وجہ نہین نظر آتی۔ لیکن اس دنیا مین

ہر بات کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوا کرتا ہے۔ یورپ کے مزدور بہت زیادہ دیر تک کام کرتے ہین اور بہت کم مزدوری پاتے ہین۔ اگر کوئی شخص حال کی اٹلی کی ریورٹ اٹھا کے دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ وہان کے کاشتکارون کی حالت نہایت ہی خراب ہو رہی ہے۔ یورپ مین مزدوری بہت کم دیجاتی ہے اور کام بہت گھنٹون تک لیا جاتا ہے۔ اور فرانس مین بھی چھوٹے زمیندارون کی حالت کچھ اچھی نہین ہے۔

مجھے اس خواہش سے نہایت ہمدردی ہے کہ صرف آٹھ گھنٹے کا دن ہوا کرے لیکن وہ تجویز جو ہائیڈ پارک مین پاس ہوئی اس مین اس بات پر نہایت عقلمندی سے زور دیا گیا تھا کہ یہ بات کل قومون مین ہونی چاہیے۔ لیکن فوجی انتظام اگر اسی اصول پر قائم رہا تو محنت کے گھنٹون کا کم کرنا ممکن نہین۔ اس بات کے حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ فوجی اخراجات مین کمی کیجائے بحری اور بری فوج کے مصارف کے واسطے جو ٹیکس دینا پڑتا ہے اس کیوجہ سے اس بات کی ضرورت ہے کہ یورپ کا ہر زن و مرد معمولاً جو محنت کر سکتا ہے اس سے کم از کم ایک گھنٹا اور محنت کرے۔ حقیقت مین اہل یورپ دین عیسوی کے پابند نہین ہین بلکہ وہ لڑائی کے دیوتا کی پرستش کرتے ہین۔ افسوس! ہم لڑائی کو نہین روک سکتے۔ لیکن کم سے کم اتنا ضرور کر سکتے ہین کہ صلح کے پلے کو بھاری کر دین اور اس بات کی کوشش کرین کہ دوسری قومون سے دوستانہ برتاؤ قائم رہے۔ اور اُن کے ساتھ خلق و مروت اور انصاف و فیاضی سے پیش آوین۔

اکثر ملکون کے لوگ محض بیوقوفی سے صرف اس بنا پر کہ دیگر قومین غیر ملک کی رہنے والی ہین ان سے لڑائی کی کوشش کرتے ہین کوپر کہتا ہے "صرف اتنی بات پر کہ کوئی سلسلہ کوہ درمیان مین حائل ہے ایک قوم دوسری قوم کی دشمن ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ پہاڑ درمیان مین نہ ہوتے تو ان کا خون مل کر یگانگت کا رنگ پیدا کرتا۔"

لیکن ان سے بھی زیادہ خراب وہ دیوارین ہین جن کو ایک قوم دوسری

قوم کے درمیان خود ہی حائل کر لیا کرتی ہے۔ مثلاً مختلف قسم کے فرائض و رسوم اور سب سے بدتر روک بے بنیاد تعصب اور عداوت ہے جس کی وجہ سے ایک قوم دوسری قوم کو نقصان پہونچانے کی ہمیشہ تدبیرین کیا کرتی ہے۔

یہی تعصب اور عداوت جو عموماً قومون کے درمیان مین پیدا ہوا کرتے ہین۔ بعض اوقات ایک ہی سلطنت کے اندر دو فریق کے ابین بھی پائے جاتے ہین کیسی قوت کا بیجا استعمال کوئی دلیل نہین ہے بلکہ یہ محض ایک کمزوری کی علامت ہے ہمارے لیے مبارک وہ دن ہوگا جب ہم لوگون کا برتاؤ عام اس سے کہ ایک ہی سلطنت کے دو فریقون مین ہو یا دو جدا جدا قومون کے درمیان ہو اس طرح کا ہو جائے جیسا کہ وبسٹر کہتا ہے " نہ لڑائی کی دھمکی دی جائے۔ اور نہ وحشیون کی طرح ہم اپنے اُس بھائی کے ساتھ جس نے ہمارے ساتھ بُرائی کی ہو بدلا لینے کو تیار ہون بلکہ بجوض اس کے ہم اپنے بھائیون کو یہ طرز عمل بتلا دین کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرین اور عزت سے پیش آدین"

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ انقلابات بغیر خونریزی کے نہین ہوتے لیکن بڑے بڑے انقلابات دنیا مین دلیل کے ذریعے سے ہوئے ہین نہ تلوار کے ذریعے سے اور جن موقعون پر تلوارون سے کام لیا گیا ہے وہان بھی صاحب قلم نے صاحب شمشیر پر فتح پائی ہے۔ یاد رکھو کہ خیالات سنگینون سے زیادہ قوی ہوا کرتے ہین۔

برک کہتا ہے "کسی شہر کا کوئی متوطن اگر اپنا فرض اچھی طرح اور عقلمندی کے ساتھ ادا کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دماغ کی تربیت اچھی طرح کرے۔ اور نہایت ہی کمال دپختگی کے ساتھ ان فیاضانہ اور ایماندارانہ جذبات کی پرورش کرے جنھین قدرت نے ہمارے خمیر مین ڈال دیا ہے اور وہ باتین جو ہمارے گھریلو زندگی مین پسندیدہ اور ہر دل عزیز ہین۔ اُنھین کا استعمال عام لوگون کے ساتھ بھی کیا کرے۔ اس طرح وطن کا دوست بنے اور یہ نہ بھول جائے کہ مین شریف آدمی ہون وہ زندگی جسکو عام شہری اغراض سے علاقہ ہے ایک قوت اور محنت کا عہدہ ہے اور جو شخص پہرہ دینے کی باری کے وقت سو جائے یا دشمنون کیطرف چلا جائے وہ اپنا فرض نہین ادا کرتا انسان کو اپنے فرض کے ادا کرنے کا خیال اپنے حقوق حاصل کرنے کے خیال سے زیادہ ہونا چاہیے۔

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم و مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۷ و ۸ بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۲۹ء جلد ۲۹

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر اور پرنٹر و پبلشر

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خاں میں

چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ عمر مع محصول ڈاک



از مولنا عبد الحلیم شرر مرحوم

محمد بیگ کو اس کے منگوانے کا شوق ہوا۔ علامہ سید مرتضیٰ حسینی مصر مین موجود تھے۔ ان سے درخواست کی گئی کہ اپنی بیش بہا اور لاجواب تصنیف کی ایک نقل کتب خانہ کے لیے دین۔ الغرض محمد بیگ نے ایک لاکھ درہم دے کے اُس کتاب کو بہم پہونچایا اور اس کتب خانہ مین رکھا۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے چاہے ترقی علمی کسی پولیٹکل انتظام کے ساتھ نہ ہوئی ہو۔ لیکن اسلامی پبلک بالانفراد آخر عہد تک علم کی کتنی بڑی قدر دان اور مددگار رہی۔ ایک لاکھ درہم پر ایک کتاب کا لینا ایک ایسا شوق علم ہے جو اعتدال کے درجہ سے گذر گیا ہے۔

علامۂ مرتضیٰ حسینی کی اس مشہور تصنیف پر قیاس کر کے کسی کو یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ صرف لغت ہی مین متفرد تھے۔ فن حدیث و تاریخ مین اُن کی بہت سی تصانیف ہین اور ہر بات مین وہ اپنے عصر کے مقتدا و امام مان لیے گئے ہین اور تمام دینی علوم مین سچے وارث انبیا علیہ السلام مانے جاتے تھے۔

چند روز بعد وہ جامع محرم افندی کے قریب جو چھوٹا بازار ہے اُس مین اُٹھ آئے جہان شمس الدین حنفی کی مسجد بہت قریب تھی۔ یہ تبدیلی مقام ۱۱۸۹ھ مین ہوئی تھی۔ سرزمین مصر کا یہ خطہ اُن دنون علما و فضلا سے معمور تھا۔ اور اکثر اہل علم اس مقام مین سکونت پذیر تھے۔ وہ سب لوگ ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور اُن کی صحبت اور اُن کی قربت کو اپنے حق مین بہت غنیمت سمجھے۔ اور وہان کی سکونت مین ان کی یہ کیفیت تھی کہ برابر سب لوگون سے ملتے تھے۔ درس دیتے

تھے۔ اور دعا و تعویذ مین بھی اکثر مشغول رہتے تھے۔ ان کے ہم محلہ چاہتے کہ اُن پہ سلوک کرین۔ اکثر ہدایا اور تحائف لا کے پیشکش کرتے تھے۔ مگر یہ ہمیشہ لا پروائی ثابت کرتے۔ اور اُن کو ایسی ہدیہ دیون سے روکتے تھے۔ ان کے ان اوصاف کی زیادہ شہرت ہوئی اس لیے کہ ملک مصر کے تمام اطراف و جوانب سے لوگ ان کی زیارت کے مشتاق ہو کے آتے تھے۔ چونکہ یہ غریب الدیار تھے۔ اور ان کا وطن مالوف مصر نہ تھا لہذا مصر والون نے کوشش کی کہ ان کی ہر طرح دلدہی کرین اور جہان تک ممکن ہو ان کو مانوس بنائین اور ان سے یکجہتی پیدا کرین۔ باوجودیکہ ان کا لباس ان کی وضع ان کے حرکات و سکنات اور شکل شمائل سب چیزین اہل مصر سے جداگانہ تھین مگر مصر والون نے ان سے مل جل کے آخر کار انھین اپنا بنا لیا۔

علامۂ مرتضیٰ حسینی زبان فارسی اور ترکی بھی بخوبی جانتے تھے۔ گرجستان کی زبان بھی تھوڑی بہت سمجھ لیتے تھے۔ ان کے ان تمام کمالات کی خبرین دور دور پہونچین۔ اور دنیاے اسلام کے ہر زاویہ مین لوگ ان کی زیارت کے مشتاق ہو گئے۔

اس ناموری کے زمانے مین اُنھین شوق ہوا کہ محدثین سلف کی طرح طلبہ کے حلقہ مین روایت و درایت پہ لکچر دین۔ اسی کام کو اُنھون نے ایسی حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ شروع کیا کہ زمانہ عش عش کرنے لگا۔ صرف اپنے حافظہ کی مدد سے راویون۔ سند و لغت اور ارباب تخریج پہ لکچر دیتے تھے حدیث رحمت جو مسلسل بالاولیت ہے خاص اپنی روایت سے طالبان حدیث کے سامنے بیان کرتے تھے اور اپنے زمانہ سے آخر عہد تک برابر راویون کا سلسلہ بتا کے روایت فرماتے تھے اور اس کے متعلق سند و اجازت لکھدیا کرتے تھے۔ یہ فیض عام دیکھ کے جامع ازہر (جو ایک بہت بڑی اسلامی یونیورسٹی ہے) کے بعض علما اُن کی خدمت مین حاضر ہوے اور تلامذہ کی فہرست مین نام لکھا کے اجازت مانگی۔ علامۂ مرتضیٰ حسینی نے کہا جب تک آپ سب لوگ ابتدائی کتابین نہ پڑھ لین اُس وقت تک یہ نہین ممکن ہے۔ یہ سن کے سبھون نے اس امر پہ اتفاق کیا کہ جامع شیخون واقع

محلہ صلیبہ مین سب لوگ جمع ہون۔ عوام الناس سے خلوت ہو اور وہان علامہ سید مرتضیٰ حسینی سے درس حدیث شروع کرین۔ معمولاً دوشنبہ کو اور پنجشنبہ کو وہ لوگ جامع مذکور مین حاضر ہوتے تھے۔ الغرض اس انتظام تعین کے بعد اُنھون نے علامہ ممدوح سے صحیح محمد بن اسمٰعیل بخاری شروع کی۔ جس مین سید حسین شیخونی قاری تھے۔ اور باقی لوگ سامع۔ اس امر کی شہرت ہوئی۔ اور دیگر علما کو بھی درس لینے کا شوق ہوا۔ چنانچہ اکثر علمائے خلیل شل شیخ موسیٰ شیخونی امام مسجد اور مہتمم لبریری جو ایک سن رسیدہ اور نامور عالم تھے اُنھون نے بھی تلمذ کا فخر حاصل کیا اور کل مصر کے تمام علما شاگرد ہونے کو چلے آتے تھے۔

ان خبرون نے روز بروز ان کی وقعت بڑھائی۔ اور عامۂ اہل ملک کو ان کے کمالات کیطرف متوجہ کر دیا۔ سبھون نے ملکر ان پر ہجوم کیا اور کہا آپ کی ذات سے طلبہ کو تو بڑا فیض پہونچ رہا ہے۔ لیکن ہم لوگ مستفیض ہونا چاہین تو کیونکر مستفیض ہون۔ سارا ملک آپ کی ذات سے منتفع ہو اگر آپ احادیث کے معانی عام صحبتون مین اور عامیون کے سامنے بیان فرمایا کرین۔ ان لوگون مین اکثر عمائد اور روسائے شہر بھی تھے۔ ان کی درخواست کو سید علامہ نے قبول کیا اور سند و روایت کو چھوڑ کے تنقیح معانی اور تحقیق کیطرف متوجہ ہوے۔ اس وقت سے ان کی درس گاہ کو اور رونق ہو گئی۔ استاد کو عام نفع رسانی کی طرف متوجہ دیکھ کے طلبہ اور خصوص اساتذۂ جامع ازہر نے آمد و رفت کم کر دی ادھر یہ بھی ان سے بے پروا ہو گئے تھے۔ خیر اُن کی آمد و رفت تو موقوف ہو گئی۔ مگر اُنھون نے ایک جداگانہ حیثیت سے درس دینا شروع کیا۔ اس لیے کہ اب یہ ایک بڑے گروہ کے جھرمٹ مین بیٹھ کے کوئی حدیث بیان فرماتے تھے۔ پھر اس کی سند و روایت کو تمام طرق سے ظاہر کرتے تھے۔ اس کے بعد معانی اور تفسیر کی طرف جھکتے تھے۔ بیان مین دلچسپ اور بامذاق اشعار شامل کرتے جاتے تھے۔ اور معانی کو زور دے کے اور تصریح و تنقیح کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ اور یہ کل بیان صرف حافظہ سے اور زبانی ہوا کرتا تھا۔ کوئی کتاب سامنے نہ ہوتی تھی۔ یہ رنگ اور یہ حالات دیکھ کے

سامعین کو حیرت ہو جاتی تھی۔ اس لیے کہ اس توضیح کا اور اس رنگ کا بیان اور ایسا دلچسپ اور عام فہم درس انھون نے اس سے پیشتر کبھی نہین سنا تھا۔ اگرچہ مصر ایک علمی مقام تھا۔ اور اس مین بڑے بڑے علما برابر گذرتے رہے مگر کسی کی ذات سے اس طرح کا فیض عام لوگون کو نہین پہونچا تھا۔ علاوہ برین یہ امر اور حیرت انگیز تھا کہ ان کی وضع ان کا لباس اور ان کی کسی بات کو اہل مصر سے نسبت نہ تھی۔ لہذا ایک غیر ملکی شخص مین ایسے اوصاف دیکھ کے وہ حیرت مین آ جاتے تھے۔ اور اسی شوق مین اکثر لوگ دور دور سے اُن کی زیارت اور اُن کے کمالات دیکھنے کو آتے تھے۔

انھین دنون اکثر امراے مصر نے یہ قاعدہ معین کر لیا کہ اپنے گھر مین ایک محفل مرتب کرتے تھے۔ اور دعوت اور مہمانداری کا نہایت پرتکلف سامان کرتے تھے۔ روشنی اور فرش سے مکان کو آراستہ کرتے تھے۔ اور علامۂ ممدوح کو اپنے ہان بلا کے لیجاتے تھے کہ وہان جا کے اس مفید عام طرز سے درس دین اور وعظ کہین۔ اسی صحبتون مین یہ اجزاے حدیث کو خصوص ثلاثیات بخاری یا دارمی کو یا بعض مسلسل احادیث کو مجمع کے سامنے تنقیح وتحقیق کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ صاحب خانہ اُس کے دوست آشنا۔ لڑکے۔ بالے۔ بیبیان۔ لونڈیان۔ بہو بیٹیان غرض سب ہی لوگ سنتے تھے۔ اور برکت حاصل کرتے تھے۔ مرد سامنے کھلی محفل مین ہوتے تھے۔ اور عورتین پردے مین ہوا کرتی تھین۔ ہر چہار طرف عود وعنبر سلگتا ہوتا تھا۔ اور سارا مکان خوشبو سے معطر ومعنبر ہوتا تھا۔ کافی بیان کے بعد صحبت درود شریف پر ختم ہوتی تھی۔ ان صحبتون مین جتنے لوگ شریک ہوتے تھے سب کے نام لکھ لیے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ عورتون اور بہو بیٹیون مین سے بھی کسی کا نام نہین باقی رہتا تھا۔ جب سب نام لکھ لیے جاتے تھے تو اس پر شیخ وقت یعنی علامہ ممدوح عبارت "یہ صحیح ہے" لکھ کے اپنا دستخط کر دیا کرتے تھے سلف مین اور خصوص ارباب تخریج کے زمانہ مین درس دینے کا یہی طریقہ مروج تھا اور کتب قدیمہ سے اسی قسم کے درس کا ثبوت ہوتا ہے۔ خود مورخ جبرتی لکھتا ہے اس قسم کی اکثر مجالس مین مین خود شریک ہوا ہون۔ اور وہ خاص محفلین جو پیشتر اُن کے

گھر پر ہوا کرتی تھیں جن مین طلبہ درس پایا کرتے تھے ان مین بھی مجھے شرکت کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ میرا اور میری ہی طرح بعض لوگون کا قاعدہ تھا کہ حلقۂ درس مین قلم دوات لے کے بیٹھا کرتے تھے۔ اور استاد کی زبان سے جو کچھ سنتے تھے اس کو قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی عہد کے لکھے ہوے مسودے اب تک میرے پاس پڑے ہوے ہین۔ اور اس کثرت سے لکھے جاتے تھے کہ اگر جستجو کی جائے تو مصر مین بہت ملین گے۔

علامہ ممدوح کی شہرت و ناموری نے آخر اُنھین اس درجہ کو پہونچایا ہے کہ مصر کے بڑے بڑے روسا اور ارکین دولت ان کے پاس کھچے ہوے چلے آتے تھے۔ مصطفی بیگ اسکندرانی اور ایوب بیگ دفتردار اُن کی خدمات مین حاضر ہوتے تھے اور ادب کے ساتھ دست بستہ اور مؤدبانہ بیٹھتے تھے۔ اور اکثر اُن کے درسون مین شریک ہوا کرتے تھے۔ ان امرا کے یہان سے برابر ہدیہ اور تحفہ تحائف آتے رہا کرتے تھے۔ جن کی وجہ سے علامہ ممدوح کی مالی استطاعت بھی بہت اعلیٰ درجہ پر پہونچ گئی تھی جب فتوحات زیادہ ہوے تو اُنھون نے بھی اپنے آپ کو ایک دولتمند کی حیثیت سے ظاہر کیا اور امراے مصر کی حیثیت سے رہنے لگے۔

انھین دنون رئیس عبدالرزاق آفندی بلاد دمیہ سے ارض مصر مین آئے۔ یہان آ کے اُنھون نے علامہ ممدوح کی شہرت و ناموری سنی تو زیارت کا شوق ہوا۔ حاضر ہو کے اُنھون نے بھی تلامذہ کی فہرست مین نام لکھوایا۔ اور اجازت روایت طلب کی۔ اس کے علاوہ حریری کے بعض مقامات پڑھے۔ ان کے پڑھانے کی وجہ سے علامہ سید مرتضیٰ کے اوقات مین یہ تغیر ہو گیا کہ شیخون مین جہان درس دینے سے فراغت ہوتی اُٹھ کے عبدالرزاق آفندی کے پاس جاتے۔ اور مقامات حریری کے مشہور و مشکل مقامات انھین پڑھاتے۔ اور نکات و رموز معانی و مطالب بہ تصریح و بہ تقریر فصیح ارشاد فرماتے۔

پھر اسکے بعد جب محمد پاشا حاضر ہوے تو اُن کا مرتبہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ محمد پاشا نے ان کو بہت اعلیٰ مرتبۂ ناموری پہ پہونچا دیا۔ اور بہت ہی بیش قیمت خلعت کے ساتھ ان کے لیے بہت کچھ روزینہ مقرر کر دیا۔ اور دفتر حرمین

وسائر خرچ کی مد سے بہت کافی سرمایہ اور وہان کے کھیتون سے غلہ وغیرہ سالانہ مقرر کردیا۔ اور اُن کی عظمت وشان سے سلطنت کو خبر کی اور اسی بنا پر سلطنت کی جانب سے دارالضرب شاہی مین حکم پہونچا کہ یومیہ ایک کافی مقدار معین چاندی مضروب کرکے علامۂ ممدوح کی خدمت مین بھیجی جایا کرے۔ یہ مرتبہ علامہ ممدوح کو سنہ ۱۱۹۱ھ مین حاصل ہوا۔ اب اُن کی ناموری کا آوازہ دور دور پہونچا اور جس نے ان کا نام اور اُن کے حالات سنے ان کا مشتاق ہوگیا۔ سنہ ۱۱۹۲ھ مین وہ دولت روم کی جانب سے قسطنطنیہ مین طلب کیے گئے انھون نے پہلے تو اسے منظور کیا۔ مگر آخر مین انکار کردیا۔ آخر ان کے پاس تمام ارا کین دولت اور کل عمائد سلطنت کیطرف سے عرضیان اور خطوط آنے لگے۔ اور تمام عمولین اصحاب دو یار مین سے جو تھا وہ وقتاً فوقتاً ان کی خدمت مین تحفہ اور ہدیے بھیجا کرتا تھا۔ اور تحائف کے صندوق پہ صندوق ان کی بارگاہ علم مین چارون طرف سے کھنچے چلے آتے تھے۔ شہرت نے بے انتہا ترقی کی۔ اور اُن حدود سے بھی آگے قدم بڑھایا۔ تمام ممالک اسلامی مین ان کی دھوم ہوگئی۔ اور تمام مقامات کے بادشاہون نے ترکی۔ حجاز۔ ہند۔ یمن۔ شام وبصرہ۔ اور عراق وماوراءالنہر اور تمام بلاد ارض مغرب سے ان کے پاس خطوط بھیجنا شروع کیے۔ اور قریب قریب اکثر شاہان اسلام سے ان سے خط کتابت ہوگئی۔ جزائر اور دور دور کے ملکون مین بھی ان کی ویسی ہی شہرت تھی جیسی خاص سرزمین مصر وشام مین ہوگی۔ اور ہر جگہ کے لوگ نذر کے لیے چیزین لے لے کے ان کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے۔ اور زیارت سے شادکام ہو ہو کے جاتے تھے۔ خصوص اہل مغرب کو تو علامۂ ممدوح کے ساتھ اس قدر حسن عقیدت تھا کہ ان مین سے جب کوئی شخص بقصد حج روانہ ہوتا تھا۔ پہلے مصر مین آکے علامۂ ممدوح کی زیارت کرتا تھا۔ حتے کہ تمام ارض مغرب مین یہ خیال عام ہوگیا تھا کہ جس کسی نے حج کیا اور علامۂ ممدوح کی زیارت نہ کی اس نے گویا کچھ نہ کیا۔ اور اُسکا حج بھی مقبول نہ ہوا۔

سید علامہ کا دستور تھا کہ اُن کے پاس جو کوئی آتا اس سے اُس کا حسب ونسب نام ولقب۔ شہر وقصبہ۔ کام اور پیشہ۔ حتی کہ اس کے لڑکے بالون

اور اعزا و اقربا کا بھی حال دریافت فرماتے تھے۔ بلکہ اُس کے گھر کی عورتوں کو بھی نام
بہ نام پوچھ لیتے تھے۔ اور اِن تمام باتوں کو یا تو زبانی یاد کر لیا کرتے تھے یا لکھ لیا
کرتے تھے۔ ان یادداشتوں کی وجہ سے اُن کی بصیرت اس قدر بڑھ گئی تھی
کہ اہل مغرب کے تقریباً تمام خاندانوں اور گھرانوں سے واقف ہو گئے تھے۔ اور
اسی وجہ سے آخر میں ایسا ملکہ ہو گیا تھا کہ جہاں کوئی شخص آیا نام سنتے ہی اُس کے
تمام اعزا و اقربا و وطن و کاروبار اور تمام حالات کو خود اپنی یادداشت سے زبانی
فرما دیا کرتے تھے۔ اور وہ شخص اکثر حیرت زدہ ہو کے اسی نظر سے اُن کی صورت دیکھنے
لگتا تھا جس نظر سے وہ کسی بزرگ سے خرق عادت اور کرامات کو ظاہر ہوتے دیکھے
یہ اس کے وطن کے تمام لوگوں کے حالات پوچھتے تھے۔ اور ہر شخص کی خیریت دریافت
کرتے تھے۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ان کو اس قسم کے حالات پوچھتے دیکھ کر عقیدتاً [illegible]
حاضر خدمت ہونیوالا قدموں پر گرتا تھا اور پاؤں چومنے لگتا تھا۔ ان باتوں
نے ان کو اور بھی زیادہ مرجع خلائق بنا دیا۔ ایام حج میں صبح سے لے کے شام تک
ہر روز ان کے دروازے پر عقیدت کیش آرزومندان زیارت کا ہجوم رہا کرتا
تھا۔ اور ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق نذر و نیاز کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ضرور
لاتا تھا۔ اکثر لوگ اپنے بلاد کے روسا و امرا و علما و فضلا کے خطوط لایا کرتے تھے
اور بڑے ادب سے جواب کی درخواست کرتے تھے۔ اور خوش اعتقادی کے جوش کا
یہ حال تھا کہ جس کسی کو ان کے ہاتھ سے کوئی ذرا سا پرزا یا کوئی چیز مل جاتی تھی
تو وہ اپنے اوپر ناز کرتا تھا۔ ایسی مسرت ظاہر کرتا تھا کہ گویا اسے اپنے خاتمہ
کے بخیر ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور اس چیز کو تعویذ بنا کے رکھتا تھا۔ اور اس کی
حفاظت و نگہداشت میں پوری احتیاط و ہوشیاری کو صرف کرتا تھا۔ جو کوئی حج
کر کے ارض مغرب میں بے ان سے ملے واپس چلا جاتا تھا اور اہل مغرب کو اس کی کم نصیبی
کی اطلاع ہو جاتی تھی تو ہر طرف سے لوگ اسے لعنت ملامت کرتے تھے۔ اور اپنے گھر
پہونچ کے اسے ایسا پچھتانا پڑتا تھا کہ زندگی بھر پھر اسے کبھی اپنی طرف سے اور اپنی
مغفرت کی جانب سے اطمینان نہ حاصل ہوتا تھا۔

اس مقبولیت عامہ کے مرتبہ کو پہونچ کے علامہ ممدوح نے امام غزالی کی مشہور

و معروف کتاب احیاء العلوم کی شرح لکھنا شروع کی۔ چند اجزا اس کے لکھے اور اس کی نقلین روم و شام و ارض مغرب مین بھیج کے امیدوار ہوے کہ تاج العروس شرح قاموس کی طرح یہ بھی مشہور ہو۔ اور لوگ اُس کے شوق اور اُس کی نقلین لینے مین سرگرمی دکھائین۔ لیکن افسوس کہ اس کتاب کو وہ ناموری نہ حاصل ہوسکی بلکہ بعض لوگ مخالف ہو گئے۔

سنہ ۱۱۹۶ھ مین اُن کی بی بی نے انتقال کیا۔ ان کو اس وفادار خاتون کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ اور زندگی کی اغراض مین اس نیک بخت مرحومہ کی ذات سے اُن کو بہت کچھ آرام ملا تھا۔ اور صرف اس کی بدولت اس کامیابی و اطمینان سے زندگی گزرتی تھی کہ اس کا صدمہ اُنھین زندگی بھر نہ بھولا۔ مصر مین جو مشہور روضہ سیدہ رقیہ جناب سبط اصغر امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی کے نام سے مشہور ہے اسکے احاطہ مین اُنھون نے اپنی بی بی کو دفن کیا۔ قبر پہ ایک عالیشان عمارت بنوائی۔ جس مین علاوہ عمارت کے ساز و سامان مین بھی بہت کچھ تکلف کیا تھا عمدہ عمدہ پردے پڑے ہوے تھے نفیس فرش بچھا تھا۔ اور قندیلین لٹک رہی تھین۔ خود اکثر اس قبر کے قریب بیٹھے رہا کرتے تھے۔ بلکہ وہین رہنے لگے۔ اور ایک عرصہ تک ان کی وجہ سے اس مقبرہ مین بہت زیادہ ہجوم رہا کیا۔ قاری اور قرآن خوان ادب سے بیٹھ بیٹھ کے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ اور اس مرحومہ کو ایصال ثواب کرتے تھے۔ ان کی ضیافت و مہمانداری کی غرض سے سید علامہ بھی پرتکلف اور اچھے اچھے کھانے ہمیشہ پکواتے تھے۔ اکثر وہان ایک مہذب اور نفیس صحبت قائم رہتی تھی جس مین قہوہ اور شربت کے دور چلا کرتے تھے چندروز بعد اس مقبرہ کے قریب ہی اُنھون نے ایک اور مکان مول لیا۔ اور اپنی ساس کو اس مین رکھا۔ کبھی کبھی خود بھی اس مکان مین شب باش ہوتے تھے۔ یہ اُن دنون کا ذکر ہے جب اُنھون نے مقبرہ کی سکونت کم کر دی تھی۔ اور اپنے گھر مین رہنے لگے تھے۔ بی بی کے غم واندوہ نے اکثر اوقات ان کے دل پر ایسا ہجوم کیا کہ اپنی پرجوش اور تیز طبیعت سے کام لے کے کئی پر درد مرثیہ کہہ ڈالے۔ ان مرثیون کا رنگ بتا رہا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے نہایت چوٹ کھائے ہوے دل سے

لکھا ہو- چونکہ دلچسپی کی کم امید ہے- لہذا ہم ان مرثیون کو نہین نقل کرتے-
خیر جب بی بی کا صدمہ کسی قدر کم ہوا تو اُنھون نے دوسرا عقد کیا- اور دوسری بی بی وہی تھین جن کو چھوڑ کے اُنھون نے انتقال کیا- اور جو ان کی تمام جائداد کی مالک ہوئین- اس عقد کو جب تھوڑا زمانہ ہو گیا- اور اُن کی شہرت اس درجہ کو پہونچ گئی جس سے زیادہ امکان سے خارج ہے- اور ساری دنیا نے اپنے تمام سامانون اور دلچسپیون کے ساتھ ان کی بارگاہ علم کے سامنے سر جھکا دیا اُس وقت ان کے دل مین خیال آیا کہ اب اس مقتدائی اور مرجعیت مین بھی کوئی لطف نہین- تکلف کی صحبتون اور اُمرا کی دعوتون سے دل ہٹ گیا تھا- عزلت گزینی اختیار کر لی اور دروازہ بند کر کے ایسے بیٹھے کہ پھر لوگون سے ملنا جلنا موقوف کر دیا جن معتقدین کے جھرمٹ مین ہر وقت بیٹھے رہتے تھے وہی سب آخر کار اُن کی صورت کو ترس گئے- ہمیشہ زیارت کی آرزو مین رہا کرتے تھے- اور کبھی نہ نصیب ہوتی تھی- پڑھانا- درس دینا سب موقوف- اور وہ اگلی وعظ و روایت حدیث کی محفلین بالکل متروک- سوا اس کے کہ کسی خاص اور شدید ضرورت کے موقع پر کسی کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے- اور کسی طرح ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اپنی عزلت گزینی اور یاد الٰہی کے مخفی حجرہ سے باہر قدم نکالین- اس عزلت گزینی کا اتنا ہی نتیجہ نہ تھا کہ لوگون سے ملتے نہ ہون بلکہ تمام معاملات ربط و ضبط اور اسباب مودت و محبت سب موقوف کر دیے لوگون کے تحفے اور ہدیے قبول کرنے کا باب بھی مسدود کر دیا- وہی لوگ جن کے ہدایا اور جن کی نذرین پہلے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کی جاتی تھین- اب وہ تحفے لیے کے دروازہ پر آتے تھے اور اپنی نارسائی پر افسوس کرتے ہوے ناکام و نامراد واپس جاتے تھے- ایوب بیگ دفتردار مصر نے جو اس عہد مین سلطنت مصر کا ایک قیمتی اور عمدہ زیور تھا- اُس نے اُنھین دنون ماہ مبارک رمضان مین علامہ ممدوح کے پاس بہت سا مال و اسباب بطور نذر کے بھیجا تفصیل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال تھوڑا نہ تھا- اور ایسی چیزین تھین جو انسان کے لیے حوائج زندگی مین نہایت بکار آمد ہین بچاس تھیلے گیہون کے بہت سے بوجھ چاولون کے گھی شہد

اور روغن زیت بمقدار زائد۔ اور ان سب کے ساتھ پانچ سو ریال نقد اور بہت سے گٹھر عمدہ عمدہ کپڑون کے اور چوغے وغیرہ تھے۔ سید علامہ اس کے بھی روادار نہ ہوے کہ یہ مال گھر کے اندر لایا جائے۔ دروازے سے پھیر دیا اور اسی طرح اسکندریہ کے دولتمند مصطفےٰ بیگ نے اور دیگر معززین نے متواتر ہدایا اور تحائف بھیجے۔ بلکہ خود لے کے دروازے پر حاضر ہوے۔ مگر قبول کرنا کیسا انھون نے اُن لوگون سے ملاقات بھی نہ کی۔

حسن پاشا جب مصر مین آیا ہے اُن دنون یہ عزلت گزین ہو چکے تھے۔ اس نے جب ان سے ملنا چاہا تو اپنی اتنی بات تو قائم رکھی کہ ملنے کو اس کے دروازے پر نہین گئے۔ لیکن جب وہ خود اُن کے دروازے پر آیا تو باہر نکل آئے اور اُس سے ملاقات کی۔ اُس نے ان کے علم و فضل کے مناسب انھین خلعت مرحمت کیا۔ ایک ہزار دینار کی قیمتی عبا دی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی بہت کچھ سامان دیا۔ قطع نظر اس کے اپنے دل مین وہ ان کو بہت مانتا تھا۔ یہ جس شخص کی سفارش کر دیتے تھے اس کو ضرور اُس کی غرض مین کامیاب کر دیتا تھا۔ ان کی درخواست کو وہ کبھی مسترد نہ کرتا تھا۔ ان کے خط کو بڑے ادب سے اپنے ہاتھ مین لے کے سر آنکھون پر رکھتا تھا۔ اور جو یہ کہدیتے تھے اس کو ضرور قبول کرتا تھا۔ اس کے پاس مصر کے لوگون مین سے جو کوئی جاتا تھا اس سے سید علامہ کے حالات پوچھا کرتا تھا اور تمام حالات دریافت کرتا تھا۔ اگر یہ بیان کرتا کہ وہ سید علامہ سے ملا ہے اور اُن کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہے اور اُن کے معتقدون مین ہے اور اُس کے سامنے علامۂ ممدوح کا تذکرہ عمدہ الفاظ مین کرتا تھا تو اس سے خوش ہوتا تھا۔ اور اس کے استقبال اور مہمانداری مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھتا تھا۔ اور اگر اس کے خلاف ہوا تو گویا اس کا دشمن ہو جاتا تھا۔ پھر اس دشمنی مین اس شخص کے مراتب دنیادی و علمی و دینی کا بھی بالکل لحاظ نہ رکھتا تھا۔ اس کے اس عام برتاؤ کی خبر تمام قرب و جوار مین مشہور ہو گئی تھی۔ اور اسی وجہ سے جو لوگ اُس کے پاس جاتے تھے خواہ مخواہ اور زبردستی سید علامہ کی

تعریف کرتے تھے۔

ممدوح کی اس عزلت گزینی کے زمانے مین ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ فرمان روائے ارض مغرب سلطان محمد نے بہت کچھ ہدایا و تحائف ان کے پاس بھیجے اور انھون نے حسب معمول مسترد کردیے سید علامہ کی پبلک لائف کے زمانے مین سلطان محمد نے اکثر ہدیہ اور تحائف بھیجے تھے اور برابر بھیجتا رہتا تھا۔ اور وہ بھی ہمیشہ قبول فرما لیا کرتے تھے۔ لیکن اس عزلت گزینی کے عہد مین اُنھون نے اس کے سابق تعلقات عقیدت مندی کا بالکل لحاظ نہ کیا اور اس کے تمام تحائف کو فوراً واپس کر دیا۔ یہ ایک ایسا سرد مہری کا برتاؤ ہے جو کسی شخص کو کبھی گوارا نہین ہو سکتا۔ اور اسی بنا پر سلطان محمد کو نہایت ناگوار گذرا۔ یہ ہدیہ ۱۲۰۰ھ مین بھیجا گیا تھا جو اسی وقت واپس ہوا۔ لیکن واپس لے جانے والون نے کچھ ایسی بے خبری اور بے توجہی سے سفر کیا کہ تمام چیزین راستہ ہی مین ضائع ہو گئین۔ سلطان کو حیلہ کرنے کا یہ نہایت عمدہ موقع ملا۔ اس نے سید علامہ کی شکایت مین ایک اظہار ملال کرنیوالی تحریر بھیجی۔ جس مین لکھا تھا کہ "مجھے واپسی کا زیادہ ملال اس وجہ سے ہو کہ آپ کی بے پروائی سے وہ تمام مال و اسباب راستہ ہی مین ضائع ہو گیا یہ امر آپ کی شان سے بعید تھا کہ آپ اس کو یون بے پروائی سے بھیج دین۔ اگر آپ کو کچھ تامل تھا اور آپ اپنے تئین اُس کا محتاج نہین سمجھتے تھے تو ان لوگون پر جو آپ کے نزدیک محتاج اور غریب تھے اپنے ہاتھ سے تقسیم کر دیتے۔ افسوس یہ ہے کہ نہ وہ کسی کار خیر مین صرف ہوا۔ اور نہ مجھ ہی تک واپس پہونچا۔ یہ مال مسلمانون کے بیت المال مین سے تھا۔ جس کے ضائع ہونے کا خاص اس وجہ سے اور زیادہ افسوس ہے۔ اور اس کی ذمہ داری تھوڑی آپ کے ذمے بھی ہے۔ بیشک اس کے تلف ہونے کا اجر آپ کو خدا کی درگاہ سے ملے گا۔ اس کے ساتھ سلطان محمد نے سید علامہ کو یہ بھی لکھا تھا کہ آپ نے جو شرح احیاء العلوم پر لکھی ہے اس کے اجزا میری نظر سے گذرے۔ مین اُن کے خلاف ہون۔ آپ کے ایسے شخص کو کسی مفید کام کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا"

اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ وقت نے نہایت انصاف سے

ریویو کیا۔ اس لیے کہ امام غزالی کی احیاء العلوم بے شک ایک لاجواب اور بے مثل کتاب ہے۔ موجودہ اور ماضیہ زمانہ کے اسلامی تصوف کو نیز بہ حیثیت اشراق اور نیز بہ حیثیت علم کلام و تردید فلسفہ کے اس کتاب سے بہت کچھ نفع پہونچا۔ لیکن وہ کتاب شرح کی بالکل محتاج نہیں ہے۔ احیاء العلوم پر سوا اس حیثیت کے کہ کچھ استدلات یا بعض مسائل بڑھا دیے جائیں۔ اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ پھر خرابی یہ کہ قدیم استدلال جو امام غزالی اپنی لاجواب ذہانت سے کر گئے ہیں اُن کے مقابل ممکن نہیں کہ انھیں مسائل پر کسی اور کے قائم کیے ہوے استدلال رونق پا سکیں۔ اس کے علاوہ اور کون بات ہے جس کو شارح بیان کر کے اپنی کتاب کو مقبولیت دلا سکے گا۔

اب ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ علامہ ممدوح تصنیف و تالیف کے اعتبار سے کتنے بڑے اور کس پایہ کے شخص ہیں وہ بہ اسباب ظاہر ہمیشہ وعظ و نصائح اور درس حدیث کی طرف متوجہ رہے۔ جس پر قیاس کر کے ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اُن کو تصنیف کی بہت کم مہلت ملی ہوگی۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا تمام حصہ پڑھانے اور ہدایت خلق اللہ ہی میں صرف کر دیا۔ یہی حیرت کی بات ہے کہ قاموس کی ایسی ضخیم کتاب پر تاج العروس کی ایسی ایک بہت بڑی شرح تصنیف کرنے کے لیے اُنھوں نے کیونکر وقت پایا۔ لیکن ایسے متحیروں کو اور حیرت زدہ ہونا چاہیے کہ علامۂ ممدوح ایک بہت بڑے نامور مصنف ہیں۔ ان کی تصانیف بکثرت ہیں۔

ایک کتاب جس پر اُنھوں نے بہت زور دیا ہے اور جس کے ذریعہ سے اس اسلامی فرقے کو جس میں وہ تھے اُنھوں نے بڑی تقویت دیدی ہے۔ وہ کتاب "جواہر منیفہ فی اصول ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ" ہے فقہ حنفیہ کو اُنھوں نے اپنی یہ کتاب تصنیف کر کے بہت کچھ مدد پہونچائی ہے۔ حنفیہ پر یہ اعتراض محدثین سلف کے عہد سے چلا آتا ہے کہ اُن کی فقہ قیاسات اور رائوں پر قائم کی گئی ہے اس کو کتاب و سنت سے بہت کم علاقہ ہے۔ اس اعتراض کے اُٹھانے کے لیے جیسی جانفشانی اور جانکاہی کی کوششیں علمی

وغیرہ نے کی ہین اسی قسم کی بے بہا کوشش علامہ سید مرتضی حسینی ذبیدی اس تصنیف مین کی ہے۔ اس کتاب مین اُنھون اعتقادات کو حسب ترتیب کتب حدیث عبادات و شمیات پر مقدم رکھا ہے۔ اور پھر عملیات کو فقہی ترتیب سے بیان کیا ہے۔ ابتدا سے آخر تک ہر امر مین اور ہر فصل مین امام اعظم علیہ الرحمۃ سے جو کچھ ثابت ہوتا گیا ہے اسکو بتاتے گئے ہین۔ اعتراضات کے اٹھانے کی کوشش مین اپنی وسعت نظر اور جدت ذہن کے جوہر دکھائے ہین۔

علاوہ اُن تین کتابون کے جو ناظرین کو معلوم ہو چکین۔ یعنی شرح قاموس شرح احیاء العلوم غزالی کے ایک حصہ۔ اور جواہر منیفہ کے پانچ اور بڑی بڑی کتابین ہین جن مین سے بعض شروح ہین اور بعض متون۔ علمائے اسلام کی ایک شان ہے کہ اکثر ہر مسئلہ کی تحقیق کے لیے ایک جداگانہ مختصر رسالہ تصنیف کرتے ہین جو اگرچہ حجم مین کم ہوتا ہے لیکن ایک مسئلہ خاص کے لیے اُس مین پورا زور دیا جاتا ہے۔ اور اس کے متعلق نہایت تفصیل سے بحث ہوتی ہے۔ اگر ایسے رسالے جو مختلف فنون اور مختلف سبجکٹون پر لکھے گئے ہین تصانیف مین شامل کیے جائین تو ممدوح کی تصنیفات کا شمار بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ شیخ عبدالرحمن جبرتی حنفی مولف تاریخ جبرتی جن کے بیان سے ماخوذ کرکے ہم علامہ مرتضی حسینی کی لائف لکھ رہے ہین۔ ایسے ۷۳ رسالون کے نام گنواتے ہین جو علامہ ممدوح کے قلم ہدایت رقم سے لکھے گئے۔

اس شغل تصنیف کے علاوہ علامہ کو شعر و سخن سے ذوق تھا۔ محبوبہ مرحومہ کے انتقال پر انھون نے جو مرثیہ کہے ان کی نسبت تو لوگ یہ کہین گے کہ دل کا فوری جوش یا درد والم کا سچا ہجوم تھا جس نے دل مین ایک فطری رقت پیدا کرکے کہلا دیے اور ایک علامہ مین ایک شاعر کے خیالات پیدا کر دیے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ ان کی طبیعت مین شاعری کا مادہ پورے طور پر موجود تھا۔ وہ ٹرجڈی ہی کے شاعر نہ تھے۔ بلکہ بہت کچھ حصہ کامک پوئٹری کا بھی اُن کی طبیعت مین موجود تھا۔ قصیدہ گوئی بھی کی۔ اور اچھی کی۔

الغرض خوب وقعت پائی۔ خوب ثروت حاصل کی۔ خوب نامور و نیکنام ہوے نظم و نثر مین طبیعت کے جوہر دکھائے ایک دنیا کو اپنی برکتون سے فائدہ

پہونچایا۔ دنیا کے محفوظ اور آخر تک باقی رہنے والے خزانے مین اپنی بہت سی یادگارین چھوڑین۔ لیکن آخر مین وہی دن پیش آیا جو سب کو پیش آنیوالا ہے۔ اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا جو اُس نے اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہے "اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ"۔ اس موقع پر کیا خوب کہا ہے مصر کے مورخ جبرتی نے "وَقَدْ نَعَاہُ الفضلُ وَالکرمُ وَنَاحت لفراقہ حمائمُ الحرمِ" یعنی مرحوم کے مرنے پر فضل وکرم نے پرسا دیا اور اُن کے فراق مین حرم محترم کے کبوترون نے مرثیہ خوانی کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی رحلت کے تفصیلی حالات یہ ہین کہ شعبان کا مہینہ اور ہجرت نبوی کا بارہ سو پانچوان سال تھا۔ اپنے مکان کے پڑوس والی مسجد کردی مین نماز جمعہ پڑھا رہے تھے۔ نماز سے فراغت ہوتے ہی یک بیک طاعون ہو۔ گھبرا کے گھر آئے دوا دوش ہونے لگی۔ مگر ایسے عارضہ کے لیے اور خصوص جبکہ مرض موت ہوا کون علاج سود مند ہو سکتا تھا اسی وقت آواز بند ہوگئی۔ اور ہوش وحواس بجا نہ رہے۔ بے ہوشی اور کرب مین ایک دن اور گذرا۔ تیسرے دن اتوار کو اس جہان فانی سے انتقال کیا۔

آہ! دنیا بڑی ظالم چیز ہے۔ اتنا بڑا شخص جس کے احکام شرعی کے آگے ساری دنیاے اسلام نے سر جھکا دیا۔ اور جو مرجع عالم بنا ہوا تھا اس کو بھی دنیا کی جھگڑون سے نجات نہ مل سکی۔ اس کی بنا خاصتہً یہ تھی کہ وہ خاص مصر کے رہنے والے نہ تھے۔ ان کا اصلی وارث سوا ان کی بی بی کے اور کوئی نہ تھا۔ یا چند ایسے لوگ تھے جو کسی وصیت وغیرہ کی بنا پر مدعی وراثت تھے۔ ایسے لوگون کو ایک دوسرے سے کھٹکا تھا۔ بی بی نے ان خیالات کی بنا پر ان کی موت کو ایک روز مخفی رکھا۔ اتوار کے روز انتقال کیا تھا اور دوشنبہ کے روز دفن ہوے۔ اتنے عرصہ تک ان کی موت کو مخفی رکھ کے زوجہ نے اس امر کا بخوبی موقع حاصل کر لیا کہ کل عمدہ اور قیمتی جائداد مال ومتاع نقد وجنس۔ حتیٰ کہ قیمتی اور بے مثل کتابین بھی ہوشیاری کے ساتھ ادھر ادھر اپنے اعزا واقارب کے ذریعہ سے ہٹا دین۔ جب اس امر مین اطمینان حاصل ہو لیا اور کسی قسم کا کھٹکا نہ باقی رہا تو اُنھون نے عام لوگون کو علامۂ مرحوم کی رحلت سے مطلع کیا۔ تشیع جنازے مین شریک ہونے کے لیے ہر چہار طرف سے لوگ

دوڑے ادھر یہ خبر وحشت اثر سن کے عثمان بیگ اور رضوان کتخدا حاضر ہوے اور دعوی کیا کہ مرحوم نے آخر الذکر کو وصی مختار اور عثمان بیگ کو ناظر قرار دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ علامہ کا ہمزلف حسین آغا نامے رضوان کتخدا کے ملازمون مین تھا۔ ان لوگون نے جو کچھ ما بقی اسباب پایا اس پر قبضہ کیا۔ جنازہ کو نکال کے تجہیز و تکفین کی اور ان کی پہلی زوجہ کے مقبرہ مین جسے انھون نے سیدہ رقیہ کے روضۂ مطہرہ کے قرب مین تعمیر کیا تھا دفن کیا۔

ان دنون وباے طاعون اس کثرت سے پھیلی ہوئی تھی کہ مصر کے گلی کوچون مین جدھر نکل جایئے رونے پیٹنے ہی کی آواز سنی جاتی تھی۔ گھر گھر ایسی آفت مچی ہوئی تھی کہ ہر شخص اپنے حال مین مبتلا تھا۔ مصر کے جس قدر لوگون کو علامہ مرحوم کے جنازے کے ساتھ موجود ہونے کی امید کی جاسکتی تھی اس کے چوتھائی بھی نہ تھے حتی کہ جامع ازہر کے علما جو ہمیشہ مصر کے مرجع دینی رہے ہین اُن لوگون کو بھی علامہ کے انتقال کی خبر دفن کے دوسرے روز ہوئی۔ اس لیے کہ وہ خود اپنے مصائب وافکار مین پھنسے ہوے تھے۔ لوگ تکفین دفن ہی کر رہے تھے کہ رضوان کتخدا جو وصی مختار ہونے کا مدعی تھا وہ بھی مبتلاے طاعون ہوا۔ اور تھوڑی ہی دیر مین اُسے دنیا رخصت کرنا پڑی۔ عثمان بیگ بھی رضوان کتخدا کے غم والم اور خانگی انتظامون مین پھنس گیا۔ اس سے اور کافی موقع ملا۔ زوجہ نے جو کچھ جائداد پائی سب کو نہایت اطمینان سے محفوظ کر لیا۔ اور جو کچھ تھا سب اپنے مکان مین پہونچا دیا کئی مہینہ تک ان کے مرنے کی طرف سے لوگ بوجہ ذاتی مصائب کے غافل رہے آخر کار مصر کی پولیٹکل حالتون مین بھی تغیر ہوگیا۔ اور اُن کی بیوہ نے ایک اور فوجی شخص سے عقد کر لیا۔ وہ شخص ان رؤسا کے ملازمون مین تھا جو مصر کے جہت مشرقی و جنوبی مین رہتے تھے۔ اور جنھین فی الحال پچھلے تغیر مین بہت کچھ اختیارات مل گئے تھے۔ گو اب بھی کسی وارث کے پیدا ہونے کا ڈر تھا لیکن قاضی شہر کے حکم سے مرحوم کے تمام ترکات فراہم کیے گئے۔ اور یکجا کر کے فروخت کیے گئے سب جائداد کچھ اوپر ایک لاکھ درہم پر فروخت ہوئی۔ جس مین کچھ رقم تو بیت المال یعنی خزانہ شاہی مین داخل کی گئی۔ باقی پر ان کی بی بی کا قبضہ رہا۔

بعض ایسے لوگ جو ایام علالت مین مرحوم کی خدمت مین حاضر ہوے تھے۔ وہ بیان کرتے ہین کہ علامہ مرحوم کے پاس ایسا عمدہ مال و اسباب اور اس قدر کثرت سے دولت و ثروت کے سامان جمع تھے جو اکثر روساے دولت و امراے سلطنت کو بھی نہ نصیب ہوے ہون گے۔ اُنھون نے اپنی آنکھون سے ایسے پرتکلف سامان دیکھے جو اُنھین کسی رئیس و دولتمند مصر کے مکان مین نہ نظر آئے تھے۔

علامۂ سید مرتضی حسینی نے کوئی اولاد نہین چھوڑی۔ اور سوا زوجہ کے کوئی وارث نہین قرار پایا۔ ان کی تصویر دیکھنا ہو تو خیال کر لیجیے کہ وہ ایک دبلے پتلے آدمی ہین۔ گندم گون رنگ ہے۔ اعضا مناسب ہین ڈاڑھی متوسط ہے۔ جس کے بال جابجا سے سفید ہو گئے ہین۔ خوش پوشاکی کے ساتھ اہل مکہ کی وضع کا عمامہ ذرا کجی اور بانکپن کے ساتھ سر پہ رکھا ہوا ہے اور باوجود اس ضعیفی و دبلے پتلے ہونے کے نہایت رعب و داب سے بیٹھے درس دے رہے ہین یا مجمع عام مین وعظ و نصائح سے خلق اللہ کی ہدایت و رہبری فرما رہے ہین

ہمین معتبر ذریعون سے معلوم ہوا ہے کہ علامہ مرحوم بلگرام واقع اودھ کے رہنے والے اور ابتداے عہد مین محدث دہلوی شاہ ولی اللہ کے شاگرد رشید تھے جس کے بعد عرب مین جا کے اُنھون نے ناموری حاصل کی۔

معین الآثار۔ المعروف بہ تاریخ تاج محل یعنی حصۂ اول تاریخ آگرہ۔ اس کتاب کے مولف حضرت معین الدین احمد صاحب اکبر آبادی ہین جنھون نے اسے پہلے پہل ۱۹۰۵ء مین شائع کیا اور یہ اس قدر مقبول ہوئی کہ تھوڑے ہی دنون مین ہاتھون ہاتھ نکل گئی۔ اسکے بعد مولف مذکور بوجہ سرکاری ملازمت کے اس طرف توجہ نہ کر سکے اور قدردان طبع ثانی کے انتظار مین رہ کر مایوس ہو گئے۔ اب مولف مذکور سرکاری خدمت سے پنشن لیکر سبکدوش ہوے تو آثار قدیمہ کے شوقینون نے پھر توجہ دلائی اور دوبارہ طباعت کی نوبت آئی اس مرتبہ کی طباعت مین ایک مقدمہ جس سے اسلامی دنیا کی بے مثل اور نادر عمارتون کا حال ظاہر ہوتا ہے اور دیگر ضروری و دلچسپ مضامین زیادہ کر دیے گئے ہین اصل کتاب مین تاج محل اور اس کے بنانے والون کے حالات اور اس کی ملحقہ عمارات کا ذکر بہت خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے اور ہر حصہ کی تفصیل علیحدہ علیحدہ بتائی گئی ہے کتاب مین بعض تاریخی مباحث نہایت دلچسپ ہین جو خصوصاً یہ بیان تحریر کیا ہے کہ نقشۂ تاج و پچہ کاری یورپین صناعین کی ذہانت کا نتیجہ ہے مصنف نے ان فرضی قصص کو بدلائل قاطع رد کیا ہے اور منصفانہ پیرایہ مین ثابت کر دیا ہے کہ روضۂ ممتاز محل کی تعمیر مین کسی یوروپین صناع کو مطلقاً دخل نہ تھا۔ جو لوگ تاج محل کی سیر کرنا چاہتے ہین ان کے واسطے یہ کتاب رہبر کا کام دے گی۔ اور جن لوگون نے اس خوبصورت عمارت کو نہین دیکھا ہے وہ گھر بیٹھے جلوۂ



توطن



از مولانا شرر مرحوم

لارڈ بولن بروک نے ایک مضمون مین جو اس نے حمیت قومی کی حمایت پر لکھا تھا سقراط کے قول کو یون نقل کیا ہے کہ "کوئی شخص کسی حقیر سے حقیر پیشے کو جب تک اُس کے متعلق کچھ سیکھ نہ لے نہین اختیار کرتا ہے۔ لیکن سب سے مشکل پیشہ یعنی گورنمنٹ کی خدمت کے قابل ہر شخص اپنے آپ کو بہت جلد تصور کر لیتا ہے" یہ بات اس حکیم نے اپنے یونان کے تجربہ سے کہی تھی۔ لیکن اگر اب وہ برطانیہ مین رہتا ہوتا تو بھی وہ اپنی اس رائے کو واپس نہ لیتا۔

ہمارے سامنے بہت سے مختلف ضروری مسائل پیش ہین۔ ہم سب اپنی اولاد کے تربیت دینے کی کوشش مین مصروف ہین۔ لیکن شاید کوئی شخص نہ کہ سکے گا کہ ہمارا طریقۂ تعلیم۔ اب تکمیل کو پہونچ گیا ہے۔ وہ جھگڑا جو سرمایہ اور محنت کے درمیان مین ہو رہا ہے اس سے ہماری تجارت کو فاقہ کشی کی نوبت آگئی ہے۔ اور ہماری دستکاریون مین بہت پیچیدگیان پیدا ہو گئی ہین۔ اور اگر یہ جھگڑا یونہین قائم رہا تو مزدورون کی ضرورت کم ہو جائے گی۔ اور اس کے نتیجے مین ضرور ہی کہ مزدوری مین سستی بھی ہو جائے۔ ابھی ہم کو بڑے بڑے شہرون کے حفظ صحت کیواسطے بہت کچھ کرنا ہے۔ اور سائنس مین ہم نے صرف ابھی الف بے شروع کی ہے۔

ترقی کے مسئلے کے علاوہ ہمین اپنی روزمرہ کی زندگی کے واسطے بھی بہت سی محنت کی ضرورت ہے۔ پارلیمنٹ کے مشورے۔ مہمات وطنی۔ قوانین۔ محتاجون کے انتظامات وغیرہ حقیقت مین ملک کے عام معاملات ہین۔ ان مین بھی خبرداری اور ہوشیاری کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ ہمین اپنے شخصی اور انفرادی کامون مین ان کی ضرورت ہے۔ یہ بات خواہ عقلمندی کی سمجھی جائے یا بیوقوفی کی۔ لیکن اسمین

شک نہین کہ عام لوگون کا میلان طبیعت زیادہ تر انھین امور کیطرف ہے جو عام قومی انتظامات سے علاقہ رکھتے ہین دوسری بات یہ ہے کہ غربا بھی ہمارے ساتھ ہین۔ ہمارے ملک مین دیگر ممالک یورپ کی طرح سوشیالزم اور باغیانہ جماعتون کا زور نہین ہے۔ اس لیے کہ ہمارے یہان خیرات خانے ہین امیرون کو غریبون کے ساتھ ہمدردی ہے محتاجون کے حسب حال توانین ہین۔ اور تجارت آزاد ہے۔ جو چیزین کہ ایسے جذبات کو روکے ہوے ہین۔

اس مین شک نہین کہ گرم جوشی ہی سے دنیا کے تمام کاروبار چلتے ہین لیکن یہ خیال کرکے کس قدر صدمہ ہوتا ہے کہ فضول تجربون مین کتنا روپیہ اور کس قدر وقت غارت کیا گیا۔ اور جن تجربون مین بار بار ناکامی ہوئی وہ اُن سے بھی بدتر ہین۔ کیونکہ اُن سے جن لوگون کو فائدہ پہونچانے کی غرض تھی اُنھین نقصان پہونچا۔ یہ بات لوگون کے ذہن مین اچھی طرح نہین آئی ہے کہ غریب آدمیون کے واسطے کام کرنے مین صرف دماغ ہی کی ضرورت نہین بلکہ نیک نیتی کی بھی حاجت ہے۔

ضرورت صرف روپیہ ہی سے متعلق نہین ہے۔ ایک بہت بڑی مستند خاتون مسماۃ **مس سول** کا قول ہے کہ "بہ ظاہر یہ بات بعید از عقل معلوم ہوگی (لیکن مجھے یقین ہے کہ درست ہے) کہ ہمسایہ جس قدر غریب ہو اسی قدر اسکے واسطے روپیہ صرف کرنے کی کم ضرورت ہوتی ہے۔" خیال اور محبت نقدی رقم سے زیادہ کام کرجاتے ہین وہ لوگ جو اپنا وقت دیتے ہین حقیقت مین وہ روپے سے زیادہ قیمتی رقم دیتے ہین۔ اِس مین شک نہین کہ گرم جوشی اور روپیہ اگر تعلیم اور تجربے کے بغیر ہون تو اس سے بجاے فائدہ کے زیادہ نقصان پہونچ جاتا ہے۔ کیونکہ جو کام بالکل نہ کیا جاوے اس مین اتنا اندیشہ نہین ہے جتنا کہ اس کے خراب طریقے سے کرنے مین ہے۔ کردن یک عیب و نہ کردن صد عیب۔

روپیے کے دینے سے امید۔ توانائی اور جرأت کا دینا کہین زیادہ افضل ہے۔ مدد دینے کا سب سے عمدہ طریقہ یہ نہین ہے کہ تم لوگون کی تکلیفون کو خود اپنے اوپر اوڑھ لو۔ بلکہ عمدہ طریقہ یہ ہے کہ تم لوگون مین ایسی قوت اور ہمت

پیدا کرو کہ وہ اپنے بار کو خود ہی برداشت کر لین اور مہمات زندگی سے نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لائق ہو جائین۔ واقعی دوسرون کو مدد دینا کوئی آسان کام نہین ہے اس مین روشن دماغی۔ رائے سلیم اور جوش دل کی ضرورت ہے۔

ہم جب مدد دیتے ہون تو ہمین اس وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ کہ جن کو مدد دینی ہے ان کی خود مختاری کو ضرر نہ پہونچ جائین۔ پہلی مشکل جو ہمین مدد دیتے وقت پیش آتی ہے یہ ہے کہ جن کو مدد دی جاتی ہے ان مین کام کرنے کی عادت کم ہو جاتی ہے اور خود مختاری کا زعم بھی اُن کے دل سے جاتا رہتا ہے۔ تمام لوگ جو اپنے کام مین دوسرون پر بھروسہ کرتے ہین اُن بیلون کے مثل ہو جاتے ہین جو درخت کے اوپر پیدا ہو کر درختون کو بھی ضائع کر دیتے ہین۔ لہذا یہ بات ضروری ہے کہ جہان تک ممکن ہو تم لوگون کو محض روٹی نہ دو بلکہ ان کو اس قابل کرو کہ وہ خود کما سکین۔ خود اُن کو مدد نہ دو بلکہ ایسی تدبیر کرو کہ وہ خود اپنے آپ کو مدد دے سکین

ہم کو اپنے دل سے ہمیشہ یہ سوال کرنا چاہیے کہ ہم انسان کی ذمہ داریون کو مٹا رہے ہین یا اُن مین ان کی برداشت کرنے کی قوت پیدا کر رہے ہین۔ دنیا کی حالت کچھ ایسی پیچیدہ واقع ہوئی ہے کہ ہمین بغیر اپنے ہمسایہ کے احسان مند ہوئے چارہ ہی نہین۔ لیکن ہر شخص کی کوشش یہی رہنی چاہیے کہ خود اپنے پاؤن سے کھڑا ہو۔

ہم کو یہ امید نہ کرنی چاہیے کہ دوسرے لوگ بھی ہمارے خیال سے اتفاق کرین ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اُن کو اس طرح مدد دین کہ وہ اس بات کو جو ان کے فائدے کی ہے اچھی طرح سمجھ جائین۔ اور اُن کو ہمت دلائین کہ اپنی ذاتی ترقی کرنے مین مدد پائین۔

بعض اوقات لوگ بُرے طریقے پر روپے کو خیرات کر دیتے ہین۔ یہ وہی لوگ ہین جو فضول خرچ ہوتے ہین اور تکلیف اُٹھانے سے بچنا چاہتے ہین۔ یہ لوگ کسی کو ہمدردی کے خیال سے نہین دیتے بلکہ اُن کے دل مین یہ خیال ہوتا ہے کہ کون تکلیف اُٹھائے۔ ہم کو بہ نسبت اپنے کام کرنے کے لوگون کا کام کرنے مین زیادہ مسرت ہونی چاہیے تھی۔ دوسرے کے واسطے ذرا سا کام کرنا بھی متبرک ہو جاتا ہے۔

"تمھارا کام چاہے وہ کتنا ہی حقیر ہو اسے دل و جان سے کرو۔"

سر لی مور کہتا ہے "جو کام تم اپنے ذمے لو اسے دل و جان سے کرو۔ اور

اس کے پورا کرنے اور اچھی طرح انجام دینے مین کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھو۔ اگر تم ویسا نہ کرسکو جیسا کرنا چاہیئے ہو تو خیر اتنا ہی کرو کہ جو بُرائیان اس کام مین رسم ورواج کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہین اُن کو دفع کرد و اور اس مین بھی تم کو عام نفع رسانی کا خیال دل سے نکال ڈالنا چاہیے۔ تمھارا یہ کام نہ ہونا چاہیے کہ محض اس خیال سے کہ تم ہوا پر حکومت نہین کرسکتے اور اُس کے تیز جھونکون کا رد کرنا امکان سے باہر ہے جہاز کو طوفان مین چھوڑ دو۔ جہانتک بنے کوشش اور محنت کرو۔ اور کام کو عقلمندی اور ہوشیاری کے ساتھ انجام دو اگر اس کو اچھا نہین بنا سکتے تو خیر اتنی ہی کوشش سہی کہ زیادہ خراب نہ ہونے پائے۔ کیونکہ ہر ایک کام کا اچھا ہو جانا ممکن ہی نہین جب تک تمام لوگ نیک نہ ہو جائین۔ جس کی ہونے کو ایک زمانہ چاہیے۔

جس قدر زیادہ لوگ اپنے فرائض کے ادا کرنے مین جلدی شروع کرتے جائیگے اسی قدر زیادہ ہم اس زمانے کو جلدی پالیوینگے جب کہ تمام لوگ نیک ہون گے ہم اس سچی مسرت کا اندازہ نہین کرسکتے۔ جو ہمین اُس وقت حاصل ہوگی جب ہر ایک شخص اپنے فرض ادا کرنے کی کوشش مین مشغول ہوگا۔

سی **اے میسن** کہتا ہے "ہم سب لوگ ایسے نامور بہادر نہین ہوسکتے کہ ہماری جرأت اور مردانگی کے کارنامون کا شہرہ نصف کرہ زمین مین پھیل جائے۔ لیکن یہ سب کے امکان مین ہے کہ اپنے زمانہ زندگی مین محبت اور سچائی کے ساتھ کام کرین دنیا مین ہر شریف روح کے واسطے کوئی نہ کوئی شریفانہ کام کرنے کو ضرور موجود ہے۔

انگلش مین ہونا بہت بڑے فخر کی بات ہے۔ کیونکہ کسی اور ملک مین اتنی شخصی آزادی نہین ہے۔ جتنی کہ یہان ہے۔ قانون کی نگاہ مین سب برابر ہین ہر شخص جب تک اس کا کوئی گناہ ثابت نہ ہو جائے۔ معصوم خیال کیا جاتا ہے۔ ایک شخص سے اُسی جرم کے بابت دوبارہ باز پرس نہین ہوتی مقدمات کی پیشی پبلک کے سامنے ہوا کرتی ہے۔ اور ملزم کا اپنے الزام لگانے والون سے دوبدو سامنا ہوتا ہے۔ کوئی شخص اپنے مقدمے کا خود ہی منصف نہین قرار دیا جاتا۔ اور کوئی شخص بھی قانون کو خود اپنے ہاتھ مین نہین لے سکتا۔ انھین وجوہ سے چاہے کیسے ہی مصارف اور کیسے ہی خطرات ہون نہ

ہمارا مبارک فرض ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کرین سر ایچ گلبرٹ کہتا ہے "وہ شخص ہرگز زندہ رہنے کے قابل نہین ہے جو خطرہ یا موت کے خیال سے اپنے ملک یا اپنی عزت کے بچانے سے منہ چراتا ہے۔ کیونکہ موت تو ایک نہ ایک دن ضرور آئے گی۔ مگر نیکی کی شہرت غیر فانی ہے"

اپنے ملک کی خدمت مین ہمارے لیے بہت ہی کم خطرے کا مقام ہوا کرتا ہے۔ اس کی خدمت ہم سے صرف اتنا مانگتی ہے کہ اپنا کچھ آرام اور کچھ وقت اُس کی نذر کر دین۔ بعض اوقات اپنے تئین کام اور خدمات مین مشغول کرین اور گو کہ یہ کام بعض وقت تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے مگر اس قسم کا کام کرنا کچھ ضروری ہی نہین ہوتا۔

ضروریات قومی کمیٹی جلسہ۔ اسپیچ انتخاب۔ اور اضلاع کی کونسل وغیرہ کوئی تعجب انگیز چیزین نہین ہین۔ یہ نہ خیال کو بیکا چوندھ مین ڈالتے ہین۔ نہ ان سے خون مین جوش پیدا ہوتا ہے لیکن خاموشی کے ساتھ ایک ووٹ دے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ لڑائی مین دشمن پر ایک وار کرنا۔ بلکہ اس سے (بوجہ اس کے کہ خون ریزی نہین ہوتی) زیادہ قابل قدر ہے۔ ووٹ دینا ہمارا ایک حق نہین بلکہ ایک فرض ہے۔ اور اپنے تئین ووٹ دینے کے لیے تیار کرنا بھی فرض ہے۔

قوم کی خدمت کے واسطے جس قدر کام بغیر کچھ صرف کیے ہوئے ہوا ہے۔ نہایت ہی تعجب خیز ہے اور مدت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

لارڈ بیکن کہتا ہے "کسی شخص کی زندگی کی یہ غایت ہونا کہ محض اپنے واسطے دولت جمع کرے قابل تعریف نہین ہو سکتا" مکان۔ کھانا۔ اور کپڑا ہی ضروری اشیا نہین ہین۔ اور نہ اُن کی حد سے زیادہ ضرورت ہے۔

دوسرے کے واسطے کام کرنے کو اگر خود غرضی کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بھی یہ معلوم ہوگا کہ جو وقت اس کام مین صرف ہوا وہ ضائع نہین ہوا کینٹ کا بیرلٹ کہتا ہے اپنے ہمسایہ کی محبت کام کرنے کی نیت۔ مدد دینا سخاوت کرنا۔ انسان کو نفسانیت سے دور کرنے کی خواہش۔ انسانی پیچیدگیون کو سلجھانا انسانی تکالیف کو کم کرنا۔ اور اس بات کی خواہش

کہ ہم نے اس دنیا کو جیسا پایا ہے اُس سے بہتر بنا کر چھوڑین یہ سب ایسی باتین ہین جن سے معاشرت کو فائدہ پہونچتا ہے اور ان سے صرف دوسرون ہی کو مسرت نہین حاصل ہوتی بلکہ خود ہماری ذات کو بھی بہت کچھ فائدہ پہونچتا ہے۔"

بشپ بٹلر کہتا ہے۔"دنیا مین اللہ تعالیٰ کی بہت ایسی برکتین جو عام ہین مثلاً اطمینان۔غلہ کی بکثرت مد اور صحت دہ موسم وغیرہ وغیرہ۔لیکن اپنے ہمجنسون کی خیر خواہی کا خیال ہم مین فائدہ عامہ کا بھی خیال پیدا کر دیتا ہے۔کیونکہ جتنا ہمین دوسرون کا خیال ہوتا ہے اتنا ہی ہم اُن کے فوائد خوشیون۔غمون کو اپنی ہی فوائد اپنی ہی خوشیان اور اپنے ہی غم سمجھتے ہین۔خود اپنی محبت سے انسان کے دل مین اپنے ہی بھلائی کا خیال پیدا ہوا کرتا ہے۔لیکن اپنے ہمسایہ کے ساتھ محبت کرنا ہم کو یہ بات سکھلاتا ہے کہ اپنے تئین اُن کے واسطے فائدہ مند بنا دین اور اُن کی خوشیون مین شریک ہون۔لہذا خیر خواہی کا اصول جو ہمارے دل مین موجود ہے ہمین اس بات کی رغبت دلاتا ہے کہ اپنے پڑوسیون کے فائدے کو ہم مثل اپنے ہی فائدے کے خیال کرین۔

جس وقت کو ہم پبلک کے کام مین صرف کرتے ہین وہ ضائع نہین ہوتا۔وہ خود ہی اپنا پھل لاتا ہے۔**گولڈ اسمتھ** کہتا ہے"جو مسرت نیکی کرنے سے پیدا ہوتی ہے اُس کو حاصل کرو۔"

ہارس نوال کہتا ہے"آزمائش کے موقعون پر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنا تھوڑا ذاتی فائدہ دوسرون کے بہت سے فائدے کے لیے چھوڑ دیا جاے۔"

اگر سب لوگ خواہش کرین تو وہ سب بہادر اور ملک کے بہی خواہ کے لقب سے یاد کیے جانے کے لائق ہو سکتے ہین۔بس اُنھین صرف یہ چاہیے کہ اپنے ہمجنسون کے ساتھ بھلائی کرنے مین کچھ حصہ لین اور اتنی مدد دین کہ وہ زیادہ تندرست۔زیادہ خوش اور زیادہ اچھی زندگی بسر کر سکین۔

بس صرف اُسی کام کے کرنے سے تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ مندرجہ ذیل سوال کا قابل اطمینان جواب دے سکو جیسے کبھی نہ کبھی تم اپنے دل سے ضرور

پوچھو گے - کہ شروع جوانی سے متوسط عمر تک تم نے سچائی اور راستبازی کے واسطے کیا کیا؟ اور تم نے خدا اور انسان کے واسطے کیا کیا؟ -

دوستون کو کبھی شکایت کا موقع نہ دینا چاہیے وہ کتنی ہی چھوٹی بات کیون نہ ہو -

اگر موت تجھ کو اور تیرے دوست کو علیحدہ کر دے تو بھی اس عالم مین اس سے ملنے کی امید باقی ہے - یہ خیال گو کہ ہمین پوری طرح سے تسلی نہین دے سکتا ہے - لیکن بقول **کیمبل** کے "یہ خیال کرنا کہ جو دوست ہم سے اس دنیا مین ہر سال جدا ہوتے رہتے ہین - بہشت مین جمع ہوتے جاتے ہین اور ہم پھر انھین دیکھین گے اچھا معلوم ہوتا ہے"

سب سے زیادہ ضروری معاملہ اس دنیا مین شادی کرنا ہے - محبت کی نگاہ مین سب چیزین بھلی ہی نظر آتی ہین وَعَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيلَةٌ - لیلے را بچشم مجنون باید دید - عشق ہر جگہ موجود ہے - اور تمام عالم مین اسی کا ظہور ہے - یہ عشق ہی ہے جو ایک کیلے کو نہایت خوبصورت تتلی بنا دیتا ہے - اسی کی برکت ہے کہ موسم بہار مین پھولون کا رنگ خوب نکھر کے چمک اٹھتا ہے - اسی کا جوش ہے جو طائرون کو طرح طرح کے نغمون پہ آمادہ کرتا ہے - اور یہ اسی کی کرامت ہے جو شاعرون کی طبیعت کو نظم کے لیے موزون کر دیا کرتی ہے - اس جادو کا اثر غیر ذی روح چیزون پہ بھی ہوا کرتا ہے پھولون کو مختلف رنگ اسی کے دربار سے ملتے ہین -

سیمونیڈیز کہتا ہے "اچھی بی بی ملنے سے بڑھ کے کوئی رحمت نہین ہو سکتی اور بُری جورو سے سخت تر کوئی غضب الٰہی نہین ہو سکتا"

سخت بارش کے دن کی لگاتار جھڑی اور لڑاکا عورت دونون یکسان ہین - کوٹھے پہ ایک کونے مین پڑا رہنا جھگڑالو عورت کے ساتھ وسیع مکان مین رہنے سے کہین بہتر ہے -

بی بی کے انتخاب کے بابت کوئی صلاح دینا آسان بات نہین ہے - لیکن بعض امور ایسے ہین جو اظہر من الشمس ہین - زیادہ کم سنی مین شادی کرنا اچھا نہین ہے **سر ایچ ٹیلر** کہتا ہے - دو کم سنون کی باہم شادی ایسی ہے جیسے سڑکر دو دانون کو ایک دوسرے کے سہارے پہ ٹکا کے ٹھہرا دینا" نہ تو روپیہ کے واسطے شادی کرو

اور نہ بغیر روپیہ کے شادی کرو۔ جو لوگ روپیہ کے لیے شادی کرتے ہین وہ حقیقت مین اپنے تئین روپیہ سے کم قیمت سمجھتے ہین۔ کیونکہ روپیہ کے لیے وہ اپنی قناعت اور راحت کا خیال چھوڑ دیتے ہین۔ لیکن جب وہ اس روپیہ کو اور اپنے رنجون کو گنتے ہین تو اُس وقت اُن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ہم سے یہ سب روپیہ لے لے اور وہ اگلی قناعت و راحت کی زندگی جسے ہم نے اس روپیہ پر بیچ ڈالا ہے ہمین واپس کردے۔"

یہ گمان نہ کرو کہ جس طرح تم اب زندگی بسر کر رہے ہو شادی کے بعد بھی بسر کر سکو گے۔ اور تمھاری حسین۔ سادی۔ خوش مزاج اور اچھے دل والی بی بی کا تمھارے اوپر کچھ بار نہ ہو گا۔ اور جب تم کام کرتے کرتے تھک جاؤ گے تو وہ تمھارے پاس آ کر تمھاری فکر دن کو دور کر دے گی۔ یا جبکہ اس کا کام نہ ہو گا وہ خلل انداز ہو گی۔ یہ باتین محض خام خیالی ہین"

جرمی ٹیلر کہتا ہے کہ "موسیٰ نے شوہر کے فرائض کے بہت سے نام رکھے ہین۔ منجملہ اُن کے وہ کہتا ہے "کہ تجھ کو اپنی بی بی کا باپ۔ مان اور بھائی ہونا چاہیے" اور واقعی یہ بات بہت ہی سچ ہے کیونکہ ایسا نہ ہوتا تو شادی ہونا۔ اور یتیم ہوتا یکسان ہوتا۔ تمھاری بی بی جو تمھارے واسطے اپنے باپ مان اور بھائی کو چھوڑ دیتی ہے یا تو وہ یتیم بچے کی طرح تکلیف مین رہے گی اور یا وہ اُن سب کو بلکہ ان سے کچھ زیادہ باتون کو تم مین پائے گی۔

اگر اس مین تم کو کچھ بھی شک ہو تو ہرگز شادی نہ کرو۔ شادی یا تو بہت خوشی ہی دیا کرتی ہے یا بہت ہی تکلیف دہ ہوا کرتی ہے۔

شادی ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ محض آنکھون ہی پر بھروسہ نہ کرو اور اُن کے دھوکے مین نہ آجاؤ کیونکہ جرمی ٹیلر کہتا ہے "شادی کا انعقاد بذریعہ ہاتھ[۵] اور آنکھ کے نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اس مین عقل اور دل سے کام لیا جانا چاہیے"

ع۵ انگریزون مین رواج ہے کہ عقد نکاح کے وقت مرد عورت کا ہاتھ پکڑتا ہے۔

اچھی بی بی نہ صرف دنیاوی باتون مین مدد دیتی ہے بلکہ اس سے دماغی باتون مین بھی مدد ملتی ہے۔

شیکسپیر کہتا ہے "کمینہ آدمی بھی کسی پر عاشق ہوتا ہے تو اس وقت اس مین بھی کچھ شرافت ضرور پیدا ہو جاتی ہے جو اس کی طبیعت مین کبھی ہی نہین" اور جب کمینون کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر ان لوگون کا کیا کہنا جن مین شرافت پہلے ہی سے موجود رہی"

اگر شادی سے ہمین خوشی حاصل ہوئی ہو تو اس خوشی کو الفاظ کے ذریعے سے ظاہر کرنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ زن و شوہر ساتھ ہی دعا مانگتے ہین - ساتھ ہی عبادت کرتے ہین اور ساتھ ہی روزہ رکھتے ہین۔ خوشی اور رنج و راحت و تکلیف مین باہم ایک دوسرے کے مونس ہوا کرتے ہین۔ ایک دوسرے سے کوئی امر پوشیدہ نہین رکھتے اور نہ ایک دوسرے کے لیے بار خاطر ہوتے ہین۔ خدا کو ایسے حال مین دیکھنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایسی ہی جگہ وہ اپنی برکت نازل کرتا ہے۔ زن و شوہر جہان باہم محبت سے رہتے ہین وہان وہ بھی رہتا ہے۔ اور جہان وہ موجود ہے وہان برائی قدم نہین رکھ سکتی۔"

جب تمھاری شادی ہوتی ہے تو تم ان الفاظ کو کہتے ہو "مین شادی کرتا ہون۔ اس مین چاہے اچھائی ہو یا برائی۔ غریبی ہو۔ یا امیری۔ بیماری ہو یا تندرستی اور مین ہمیشہ اُس وقت تک محبت کرتا رہون گا۔ جبکہ موت ہم دونون کو جدا کرے گی۔"

اسٹینلی کہتا ہے "شادی کا ہونا زندگی کا از سر نو شروع ہونا ہے۔ یہ ایک بڑا موقع اس بات کا ہے کہ ہم اپنی تمام گزشتہ زمانے کی بیہودگیون غلطیون اور قصورون کو ہمیشہ کے واسطے چھوڑ دین۔ اور نئی امیدون۔ نئی ہمت۔ اور نئی طاقت کے ساتھ آیندہ کے واسطے سرگرمی سے میدان زندگی مین قدم بڑھا دین۔ وہ گھر جس مین خوشی ہے بہشت کے مانند ہے۔ وہ مکان جہان زن و شوہر۔ باپ اور مان۔ بھائی اور بہن لڑکے اور والدین اپنے طریقے پر سب ایک دوسرے کو اس طرح مدد دیتے ہین کہ کوئی دوسرا نہین دے سکتا کیونکہ اور لوگون کو ایسا موقع ہی نہین مل سکتا اور نہ غیر لوگ مزاج کو اس طرح جانتے ہین اور نہ کسی دوسرے

شخص کا فائدہ اس طرح معرض خطر مین ہے کہ ایک کی بھلائی سے دوسرے کی بھلائی ہو یا ایک کی شہرت۔ اور عزت و حرمت سے دوسرے کی شہرت اور عزت و حرمت وابستہ ہو جیسا کہ اُن لوگون کی جو ایک ہی گوشت پوست کے ہین) ہم کو اُن کی خوشی سے خوشی اُن کے رنج سے رنج ہوتا ہے۔ ہم کو اُن کی خود غرضی کمزوری اور برائی سے ذلت ہوا کرتی ہے اور اُن کی عمدگی نیکی اور شرافت سے ہم کو خوشی اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ ہم اپنا فرض ادا کرنے لگتے ہین۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہین"

لڑکون کا ہونا بھی بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ مگر اس ذمہ داری مین ہم کو خوشی بھی بہت حاصل ہوا کرتی ہے۔ اکثر اُن کو لوگ "فرشتہ" کہتے ہین۔ اور بعض ناعاقبت اندیش والدین یہ کہا کرتے ہین کہ اگر خدا نے منھ بنایا ہے تو وہ اس کے بھرنے کے واسطے بھی کچھ نہ کچھ ضرور بھیجے گا" **میتھیو آرنلڈ** کہتا ہے "اگر ہم مناسب طریقے سے نہین رکھ سکتے اور معمولی آرام نہین دے سکتے تو ہمین دنیا مین غریب چھوٹے بچون کے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے" ان کو محبت کی دھوپ مین بڑھنے دو۔ اگر ان کا زمانۂ طفولیت محبت کی گرمی مین گزرا ہے تو وہ آیندہ زندگی کی سردمہری کو اچھی طرح برداشت کر لین گے۔

جرمی ٹیلر کہتا ہے "سوا اُس آدمی کے جو اپنے بچون سے محبت کرتا ہے اور کوئی اس بات کو نہین بتلا سکتا کہ جب وہ ان ننھے ننھے بچون سے باتین کرتا ہے تو ان کی باتون سے اس کا دل مارے خوشی کے کس قدر بیخود ہو جاتا ہے۔ اُن کا بچپن۔ اُن کا تتلانا۔ ان کی خفگی ان کی معصومی۔ ان کی ضرورتین اُس شخص کے واسطے جو ان کی صحبت سے خوش ہوتا ہے سرچشمۂ مسرت و راحت ہوا کرتی ہین لیکن وہ شخص جو اپنے بی بی بچون سے محبت نہین کرتا وہ ایک شیرنی کو مکان مین پالتا ہے اور رنجون کے انڈون کو بچہ نکالنے کے لیے سیتا ہے ایسے شخص کو کبھی مسرت نہین حاصل ہو سکتی۔ کیونکہ خدا نے جو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بی بی سے محبت کرو" تو اسواسطے دیا ہے کہ اس کے بغیر ہم کو راحت اور آرام میسر ہی نہین ہو سکتا"

اخلاقی زندگی

بیشک ہمارے واسطے یہ نہایت فخر کی بات ہی کہ ایک انگریز کا مکان اس کے واسطے ایک قلعہ ہے لیکن اسے کچھ اس سے بھی بڑھ کے ہونا چاہیے یعنی مکان کو گھر ہونا چاہیے۔ انسان کے حق مین مکان کا ایک قلعہ ہونا اس کا قانونی حق ہی لیکن مکان کو گھر بنانا ہر ایک شخص کی ذات پر منحصر ہے۔

وہ کون سی چیز ہے جو مکان کو گھر بنا دیتی ہے؟ وہ محبت۔ ہمدردی اور اعتبار ہے۔ بچپن کی یادگارین والدین کی شفقت۔ جوانی کی امیدین۔ بہنون کی محبت۔ بھائیون کی ہمدردی دا مانت۔ ایک دوسرے پر اعتبار نفع نقصان۔ اور رنج وراحت مین شریک رہنا یہ ایسی باتین ہین جو مکان کو متبرک اور گھر بنا دیتی ہین۔ وہ مکان جس مین محبت نہین ایک قلعہ یا محلہ ہو سکتا ہے لیکن گھر نہین ہو سکتا۔ گھر کی اصلی جان محبت ہے "جس مکان مین محبت نہین وہ گھر نہین ہے جیسے کہ جسم بغیر روح کے آدمی نہین ہے"

جس شخص کا دل خوش ہے اُس کے واسطے ہر جگہ دعوت کا سامان موجود ہے۔ اگر انسان کے پاس تھوڑا سرمایہ ہو اور اُسے خدا کا ڈر ہے تو یہ زیادہ دولتمندی اور تکالیف سے کہین بہتر ہے۔ جہان محبت ہو وہان ساگ کا کھانا اُس جگہ مرغ کے کباب کھانے سے کہین بہتر ہے جہان نفرت ہو۔ لقمۂ خشک اور اطمینان بہ نسبت اس گھر کے جہان فتنہ و فساد موجود ہو بدرجہا اچھا ہے۔

ہم جو مکان کی قدر کرتے ہین تو اس وجہ سے نہین کہ وہ ہمین امیرون اور رئیسون کے دست تظلم سے پناہ دیتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ ہم کو افکار و تردد ات سے بچاتا ہے۔ مکان مثل ایک بندرگاہ کے ہے جو ہمین ان امواج اور طوفانون سے بچاتا ہے جو ہمین اس زندگی کے بحری سفر مین پیش آتے ہین۔

آدمی چاہے کتنا ہی خوش حال ہو لیکن یہ طوفان اسے ایک نہ ایک دن ضرور پیش آئے۔ اور اُسے صرف دولتمندی سے خوشی اور دلجمعی نہین نصیب

ہو سکتی۔

انسان تنہا رہنے کے واسطے نہین بنایا گیا ہے۔ حتے کہ جب وہ باغون مین تھا تب بھی اکیلا نہ تھا۔ اس کا دل مکان مین ہونا چاہیے۔ لیکن ہان یہ ہونا چاہیے کہ وہ کام کاج باہر کرے۔ ہم نہ صرف سوسائٹی کے واسطے پیدا کیے گئے ہین اور نہ صرف تنہا رہنے کے لیے۔ دونون باتین اچھی ہین بلکہ مین یہ کہون گا کہ دونون ضروری ہین۔

باغ قدرت کی خوبصورتیان بے شک دوامی خوشیان ہین۔ مگر سچ یہ ہے کہ سورج کی شعاعین جب تک دل مین مسرت نہ ہو بالکل بیکار ہین۔

محبت ادب اور دلسوزی کے خیالات ہم مین خاندانی زندگی ہی سے پیدا ہوتے ہین۔ خاندانی زندگی تہذیب کا سرچشمہ اور اُس کی بنیاد ہے خاندان ہی عمدہ ترین باتون کے سکھانے کا اسکول ہے وہی ہمارے دلون مین عمدہ عمدہ جذبات اور نیکی کرنے کی خواہشین پیدا کردیتا ہے۔ اور فرشتے بھی سوا اس کے کہ دوسرون کے دل مین مسرت پیدا کردین۔ اور کیا کرسکتے ہین!!“

چاہے تمھارا مکان کیسا ہی سادہ۔ بدنما۔ سرد۔ اور غیر فرحت بخش ہو لیکن تم کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہی تمھارا گھر ہے۔ اور تم کو اپنا فرض ادا کرنے سے کبھی باز نہ رہنا چاہیے۔ یاد رکھو کہ تمھین جتنی زیادہ مشکلین پیش آئین گی۔ اتنا ہی زیادہ تم کو اس کا ثمرہ ملے گا۔

اذیت و بے رحمی کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرنا سخت کام کرنے سے کہین زیادہ دشوار ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ بات روپیہ دینے وقت صرف کرنے۔ اور محنت شاقہ کرنے سے بدرجہا زیادہ مشکل ہے۔

اس دنیا مین ایسے لوگ شاذ و نادر ہی ہون گے جنھین دوسرون کو ناخوش کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو۔ اور وہ اتنے کم ہین کہ غالبًا ان باتون کو جو مین لکھ رہا ہون نہ پڑھین گے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو جان بوجھ کر تکلیف پہونچاتے ہون۔ جو بات کثر زیادہ ہوتی ہے یہ ہے کہ لوگون کو اپنی کم توجہی اور ناقابلیت کی وجہ سے تکلیف پہونچ جایا کرتی ہے۔ تم کو چاہیے کہ ہر شخص سے

نہایت خندہ پیشانی۔ نرم زبانی اور مہربانی سے پیش آوے صرف اتنی ہی بات کافی نہین ہے کہ جو لوگ ہمین عزیز ہین اُن سے ہم فقط محبت کیا کرین۔ بلکہ ان پر اس بات کو ظاہر کر دینا بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہین۔ ہم مین بہتسا ایسے لوگ موجود ہین جو اُن لوگون کو جنھین بہت عزیز رکھتے ہین۔ اور انھین مدد دینے کو بھی تیار ہین صرف اپنی نادانی۔ بے فکری اور راے سلیم نہ رکھنے کیوجہ سے ان کی دلشکنی کر دیتے ہین۔

اس بات کا سب لوگون نے تجربہ کرلیا ہوگا کہ ہمین تسلی کے الفاظ سے کس قدر تقویت اور مدد ملتی ہے۔

لارڈ چسٹر فیلڈ کا قول ہے "مین نے اس بات کو اکثر سوچا ہے اور اب بھی سوچتا ہون کہ اس فن کو کہ کس طرح محبت کرنی چاہیے اور کس طرح نفرت کرنی چاہیے انسان بمقابل اور فنون اور باتون کے بہت ہی کم جانتا ہے۔ لوگون کا معمول ہے کہ اکثر لوگون کو جن سے محبت ہوتی ہے اپنی بیجا عنایت۔ نادانی۔ اور ان کی غلطیون کی پاسداری کرنے سے ضرر پہونچا دیتے ہین۔ اور جن سے نفرت ہوتی ہے اُن پر بے وجہ بیجا غیظ و غضب کرکے خود اپنی ذات کو نقصان پہونچایا کرتے ہین"

گو کہ ہم اپنے دوستون مین رہتے سہتے ہین مگر پھر بھی ہم تنہا رہا کرتے ہین جین پال رکٹر کہتا ہے "ہم لوگ گویا علیحدہ علیحدہ ہین۔ اور جُدا جُدا سنسان جزیرون پر رہتے ہین۔ اپنی ہڈیون کے قیدخانے مین بند ہین۔ اور اپنی کھال کے پردے کے اندر ہین"

ہم اپنے دوستون یا عزیزون کو کس قدر کم جانتے ہین۔ باوجود ایک ہی خاندان سے تعلق ہونے کے لوگ علیحدہ علیحدہ ہوا کرتے ہین۔ ہر ایک کے دماغ کی حرکت جداگانہ ہوا کرتی ہے۔ اور ایک دماغ کی حرکت دوسرے دماغ کی حرکت کے مقابل مین خطوط متوازی کا حکم رکھتی ہے جو کبھی مل ہی نہین سکتے۔ اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ لگاؤ ہی نہین ہوتا کیبل کہتا ہے "نہ کسی حلیم دل کو اور نہ ہمارے کسی عزیز قریب کو اس بات کا آدھا بھی علم ہوا کرتا ہے کہ ہم کیون روتے اور کیون ہنستے

ہم موسم فصل - جدید ناول - حالات سلطنت - تندرستی اور اپنے ہمسایون کے نقصانون اور عیوب کے متعلق گفتگو کیا کرتے ہین مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ حقیر و غیر ضروری ہوا کرتی ہے اتنا ہے اس کا ذکر زیادہ ہوا کرتا ہے - اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے جو لوگ جس چیز کو بہت کم جانتے ہین وہی اس پر بہت زیادہ بحث کیا کرتے ہین -

بہت کم لوگون کو معلوم ہے کہ گفتگو کرنا بھی ایک بڑا فن ہے - ایک خاندان مین یگانگیت قائم رہنے اور کسی شخص کو کسی کے ساتھ سچی ہمدردی کرنے کے واسطے صرف الفت اور نیک نیتی ہی کی ضرورت نہین بلکہ بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک شخص اپنے خیالات کو دوسرے پر ظاہر کرے اور اس کے خیالات کو اپنے اوپر ظاہر کرائے - اگر اور لوگون کی باتین تم کو خوش نہین کرتین تو تم یہ کوشش ہی نہ کرو کہ وہ تمھاری باتون سے محفوظ ہون -

اکثر لوگ اس بات پر فخر کرتے ہین کہ جو کچھ ہمارے دل مین آتا ہے ہم اُسے فوراً صاف کہدیا کرتے ہین اور پوشیدہ نہین رکھتے - اور بے شک ہر شخص کو سچ اور صاف کہدینا چاہیے - لیکن گفتگو بھی مثل اور تمام چیزون کے ہے - اگر ہم یہ چاہتے ہین کہ اس مین کچھ دلچسپی پیدا کرین تو اس کے واسطے ہمین تھوڑی تکلیف گوارا کرنی چاہیے -

ہم اپنے گھر کو مسرت بخش بنانے کے واسطے بہت کچھ کرسکتے ہین - خنامو کہتا ہے " اگر ہماری قسمت مین یہ نہین لکھا ہے کہ ہم آدمیون کو اپنی دولت سے مالدار کردین - یا ان مین قوت پیدا کردین - یا ان کو تندرستی کے زیور سے آراستہ کردین تو کوئی مضائقہ نہین اس لیے کہ خدا نے اس بات کی قوت ہر شخص کو عطا فرمائی ہے کہ انسان کو آرام پہونچا دے - نیز یہ ہمارے امکان مین ہے کہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرین - اور بغیر کسی خوشامدانہ خیال کے یا بغیر اس بات کا خیال کیے کہ لوگ ہماری تعریف کرین گے -

اس مین ذرا شک نہین کہ ایک بدمزاج آدمی جتنی تکلیف اپنی ذات کو

پہونچاتا ہے اتنی اور کوئی شخص نہین پہونچا سکتا۔ جیسا کہ **پوپ** نے کہا ہے
"اس کا کام ہر وقت یہی ہے کہ دوسرون کو ستائے اور خود بھی دوسرون
کے ہاتھ سے ستایا جائے۔ اُسے صرف ناراض ہوتے رہنے مین لطف آیا
کرتا ہے" اور چونکہ وہ کبھی خوش نہین ہوتا لہذا اسے مسرت بھی کبھی نہین
حاصل ہوتی۔ لیکن اس مین شک نہین کہ اس سے دوسرون کو تکلیف ضرور
ہو سکتی ہے۔ دوسرون کو خوش کرنے کے واسطے ہم کو اپنی خواہشون کا کچھ
زیادہ خون نہین کرنا پڑتا۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ اس کے لیے صرف اچھے ارادے
ہی کافی نہین ہین۔ اس بارۂ خاص مین قابلیت تعلیم۔ اور عمل کی ضرورت ہے۔
کسی کام کے کرنے کے لیے عام اس سے کہ وہ اچھا ہو یا برا عمل نہایت ہی ضروری
ہے۔

مہربانی اور ہمدردی کا برتاؤ کرنے سے عجیب و غریب باتین پیدا ہو جایا
کرتی ہین۔ ایک پرانی مثل ہے کہ "اور قرینے آدمی کو انسان بنا دیا کرتے ہین"
اس بات کے صحیح ہونے مین کوئی شک نہین کہ بہت سے لوگ صرف اپنے روش
اور طرز معاشرت سے آدمی ہو گئے۔ اور بہت سے اس کے نہ ہونے کی بدولت
تباہ ہوے۔ جس وقت وزیر اعظم اپنی کونسل کے واسطے لوگون منتخب کرتا ہے
تو وہ صرف عقل۔ شیرین کلامی۔ لیاقت یا چال چلن ہی کو نہین دیکھتا بلکہ وہ
لوگون کے اس قرینے کو بھی غور کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ اور لوگون کے
ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرین گے۔

یہ کھائی اخلاقی لیاقت مین نہین داخل ہے بلکہ بعض ذاتی الٹی کمزوری
کی علامت ہے **شکسپیر** نے **مارک انٹنی** کی زبان سے **بروٹس** کے بابت
یہ کہلایا ہے کہ اس کی زندگی نہایت ہی حلیم اور بردبار تھی۔ اور اس مین عناصر کا ایسا
تناسب واقع ہوا تھا کہ نیچر اس کو ساری دنیا کے سامنے پیش کر کے یہ کہہ سکتا تھا۔
کہ دیکھو "یہ آدمی ہے"

سر ارتھر میکس ول کہتا ہے "بہت لوگ یہ خیال کر لیتے ہین کہ لفظ
سازادہ رنا سازی کا تعلق صرف باجے کے تارون ہی سے ہے۔ مگر حقیقت مین

ان لفظون کے اور معنی بھی ہین۔ یعنی دل کی موافقت یا ناموافقت"۔

اگر تمھین اس بات کی ضرورت ہی پڑے کہ عیب بینی کرو تو تمھین اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ الفاظ جنھین تم استعمال کرو بہت نرم ہون۔ خاصۃً لڑکون کی نسبت۔ کیونکہ جین پال رکٹر کہتا ہے "بچے کا چھوٹا ہنڈولا بہ نسبت جوان آدمی کے ستارون دار آسمان کے جلدی تاریک ہوجایا کرتا ہے" ریونیس کی نسبت مشہور ہے کہ وہ زبان کی ایک ہی حرکت سے ہنستے ہوے بچے کو رولا دیتا تھا۔ اس زندگی مین ہم سب ایسا کرسکتے ہین۔ ہنسا دینے یا رولا دینے کو ایک ہی لفظ کافی ہے۔ لینگ فورڈ کہتا ہے سب حالتون مین نرمی کے ساتھ بولو یہ ایک ذراسی بات ہے جو بات دل کے گہرے کنوئین مین جاتی ہے۔ لیکن اس کا اثر اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس سے جو نفع یا خوشی حاصل ہوتی ہے وہ ہمیشہ قائم رہتی ہے"۔

تنہائی مین الزام دینا اور عام لوگون کے سامنے تعریف کرنا بہت ہی اچھا قاعدہ ہے۔ کیونکہ اگر تم کسی کو الگ لے جاکے سمجھاؤگے تو اس کا اثر بہت ہوگا۔ اور اس شخص کو یقین ہوجائے گا کہ ہماری بھلائی کے واسطے کہا گیا ہے۔ اور عام لوگون کے سامنے تعریف کرنے سے اس مین اپنے تئین اور زیادہ اچھا بنانے کی خواہش پیدا ہوگی اور اس کا ثمرہ اچھا ہوگا۔

ان سب باتون کے علاوہ اگر تم کسی کو الزام دینا چاہتے ہو یا اس کا نقص نکالنا چاہتے ہو تو بہت سنجیدگی کے ساتھ کہو اور ایسا معلوم ہو کہ گویا تم کو اس بات کا بہت رنج ہے۔ اور جہان تک ممکن ہو غصہ اور ناراضی نہ ظاہر کرو۔ ارکیلاس نے اپنے غلام سے کہا تھا "اگر مجھے غصہ نہ ہوتا تو مین تجھے ضرور سزا دیتا"۔

موت تھوڑے ہی زمانے مین سب کو برابر کردے گی۔ لہذا اس بات کا خیال رکھو اور ہر ایک شخص کے ساتھ خلق سے پیش آؤ جیسا کہ شریف آدمی کے شایان ہے۔

دلگداز

مولنا شرر مرحوم کی یادگار اردو کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جسنے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریدار کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال ابتدا سے چندے اور محصول ڈاک پر ایک روپیہ بارہ آنہ میں وی پی روانہ کر دیا جاتا ہے۔ منیجر دلگداز لکھنؤ

تصانیف مولنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم

(تاریخ سوانحعمری اور لکچر وغیرہ)

1. جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات — [illegible]
2. ابوبکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات — [illegible]
3. حسن بن صباح۔ بانی فرقہ باطنیہ کے حالات — ۸ر
4. خواجہ معین الدین۔ خواجہ اجمیری کے حالات — ۶ر
5. ملکہ زنوبیہ۔ سلف کی ایک عربی شہزادی ملکہ — ۳ر
6. سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ بنت امام حسین کے حالات — ۶ر
7. قرۃ العین۔ ایران کی مشہور مجتہدہ کے حالات — ۲ر
8. ولادت سرور عالم۔ مولد شریف مصنفہ علامہ ابوالفرج ابن جوزی کا ترجمہ نثر میں اور نظم کا نظم میں مجلد — ۸ر
9. سفرنامہ امام شافعی۔ امام ممدوح کے سفر کے حالات — ۴ر
10. سرسید کی دینی برکتیں۔ — ۲ر
11. قانون وراثت اسلام پر مولنا کا ایک لکچر — ۴ر
12. ہندوستان کی موسیقی — ۴ر
13. ثانی اثنین۔ حضرت صدیق اکبر کے حالات — ۶ر
14. ذی النورین۔ حضرت عثمان کے حالات — ۱۰ر
15. ابوالحسنین۔ حضرت علی کے حالات — ۸ر

تاریخی ناول

16. عزیزہ مصر۔ عہد بنی طولون کا تاریخی ناول — [illegible]
17. فتح اندلس۔ اسپین پر عربوں کا حملہ — [illegible]
18. رومتہ الکبریٰ۔ روم پر کا تھوگوں کا حملہ — [illegible]
19. مفتوح فاتح۔ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول — [illegible]
20. قلپانا۔ ارض طرابلس الغرب پر صحابہ کا حملہ — [illegible]
21. فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر — [illegible]
22. قیس ولبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب اور اسکی معشوقہ لبنیٰ — [illegible]
23. لعبت چین۔ عہد صحابہ کا تاریخی ناول — [illegible]
24. مقدس نازنین۔ ایک حسینہ کا پوپ بن جانا — [illegible]
25. [illegible]۔ عورتوں کا عروج اور فتوحات — [illegible]
26. [illegible] کا دل۔ [illegible] — [illegible]
27. [illegible]۔ [illegible] — [illegible]
28. جویائے حق۔ حضرت رسول کرم کی سوانحعمری بطور ناول حصہ اول [illegible] دوم [illegible] کامل — [illegible]
29. زوال بغداد۔ شیعہ سنیوں کی نااتفاقی کا عبرتنا نتیجہ۔ بغداد کی تباہی — [illegible]
30. شوقین ملکہ۔ دوسری صلیبی لڑائی — [illegible]
31. طاہرہ۔ نہایت دلچسپ تازہ ناول — [illegible]
32. مینا بازار۔ مولنا کا سب سے اچھا ناول — [illegible]
33. نیکی کا پھل۔ نہایت دلچسپ آخری تصنیف — [illegible]
34. الفانسو۔ ایک عاشقانہ ناول — ۱۲ر
35. بابک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے حالات ہر دو جلد — [illegible]
36. حسن انجلینا۔ روس و روم کی لڑائی — ۱۰ر
37. فلورا فلورنڈا۔ عیسائیت کے عہد جہالت کے واقعات — [illegible]
38. ملک العزیز ورجنا۔ رچرڈ شیر دل اور صلاح الدین اعظم — ۱۰ر
39. منصور موہنا۔ سندھ میں ایک انصاری خاندان کے حالات — ۱۰ر
40. شہید وفا۔ — ۸ر

مشتہر حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

تصانیف مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم

مولانا شرر کے خیالی ناول

۴۱- آغا صادق کی شادی ایک عجیب قصہ ۱/
۴۲- حسن کا ڈاکو حرامپور کے نواب کا اغوا سہ حصہ عہ/
۴۳- اسرار دربار حرامپور حرامپور کے نواب کے رہے سہے حالات سہ دو جلد ۱۰/
۴۴- غیب دان۔ ایک حیرت انگیز غیب دانی عہ/
۴۵- خوفناک محبت ہندوستان کی شریف زادیوں کی پاکدامنی و وجاہت کی ایک اچھی تصویر بن ہوسکتی عہ/
۴۶- حسن و محبت مصنف کا پہلا نہ تسلیم شدہ حصہ ۸/
۴۷- بنگ شن کامل ۱۲/

ڈرامے اور نظمیں

۴۸- اسیری بابل گرداب ... کے ایک دراما کا اردو ترجمہ نظم میں ۱۲/
۴۹- زینو اور اسلام دائیں پر زندہ ذو نیچرل نظم ۱۲/
۵۰- شب غم۔ فراق کی بیتابیاں اور بیقراریاں ۱/
۵۱- شب وصل۔ فراق کے بعد وصل کا بیان ۱/

مضامین شرر

شاعرانہ و عاشقانہ دو حصے عہ/
تاریخی و جغرافی " عہ/
گذشتہ لکھنو ۱/
سیر و حال ۱۸/
ختم سال و شروع سال عہ/
سیر نسوان دو حصے ۱۰/
ادب و تحقیق مسائل عہ/
اصلاح قوم و ملت عہ/
تاریخی واقعات پر خیال آرائی ۱۲/
نظم و ڈراما ۸/

دلگداز کی مکمل جلدیں

جلد سنہ ۱۸۸۸ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ/
جلد سنہ ۱۸۸۹ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۰ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۸ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۱ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۶ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۲ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۳ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۴ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۲۶ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۷ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۲۸ء	عہ/	جلد سنہ ۱۸۹۰ء	عہ/

منتخب مضامین دلگداز سنہ ۱۸۸۷ء ۱۰/

متفرق تصانیف

انگلستان کی عورتیں ۶/ — معیار زندگی ۴/
اسلامی سودا گری شاہیر اسلام کے حالات ۸/
الحکم الرفاعیہ سید احمد رفاعی کے رسالہ کا ترجمہ ۳/
حلیۃ الیسنداء فارسی میں سنہ ہجری کی تاریخ ۱/
تاریخ و اد محمدی صلعم اول حصہ دوم کامل ۱/
معتزلہ مولانا کا ایک دلچسپ لکچر ۱۲/

(دیگر مطبوعات دلگداز پریس)

مرزا غالب کی شاعری مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کا ایک محققانہ لکچر ۴/ (چار آنہ)
یاد ایش عمل رینالڈ کے مشہور ناول کا ترجمہ اول عہ/ دوم عہ/ سوم عہ/ چہارم عہ/ پنجم عہ/
رفع النقاب مروجہ پردہ کی تردید ۴/
اکادمی کی تاریخ مرزا محمد عسکری صاحب کا لکچر ۴/
رامائن کے بعض سین ۸/
اتالیق بی بی میاں کی حرکتوں پر بی بی کی فریاد نعمت پیغا ۸/

المشتہر اپکا خادم حکیم محمد سراج الحق مینیجر دلگداز گھٹرہ نیرات سلطانجان لکھنو

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۹ بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء جلد ۲۹

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر اور پرنٹر و پبلشر

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خاں میں

چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ عیر مع محصول ڈاک

کارخانہ روح افزا آئین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں

عطر کے لئے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا کیونکہ یہیں مال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ ہے اور انکے ذلیل فعل کا خمیازہ انہی غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں، اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دس کو اور کبھی چار کو بھیج دیتے ہیں۔ یہ تمام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لئے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال بخوبی جانچ کے اور بکفایت خرچ کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کر لیا ہے۔

عطر کے شائق

ایکبار امتحاناً منگوا کر دیکھ لیں کہ ہماری فہرست میں ایسا عطر اور کن والوں کو ملتا ہے

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ صہ للعہ سے عا عہ	عطر پانڑی فی تولہ عا عہ	عطر عروس فی تولہ عا
" موتیا " صہ للعہ عا عہ	" بیلا " سے عا عہ	" برگ حنا " سے
" چمبیلی " عہ للعہ سے عا عہ	" مجموعہ " عا صدبرگ عا عہ	" راحت روح " عہ
" کیوڑا " للعہ سے عا عہ	" جوہی " عا عہ	" سہاگ " عا
" خس " عا عہ	" سنگترہ " عا عہ	" مہک پری " عا
" فتنہ " للعہ سے عا عہ	" چمپا " عا عہ	" مشک پانڑی " سے عا
" مولسری " للعہ سے عا عہ	" سیوتی " عا عہ	" مٹی " عہ
" اگر غرقی کہنہ " [illegible]	" اگر غرقی کہنہ " [illegible] سے	روح گلاب اصلی " [illegible]
روح خس اصلی " سے صہ للعہ	" ناگیسر " صہ للعہ	" شہناز " سے عا
" مخلوط آصفی " عہ عا	" مخلوط عنبری " [illegible]	" محبوب پسند " [illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمبیلی فی سیر عہ للعہ عا، روغن بیلا فی سیر عہ للعہ عا، روغن کیوڑا فی سیر عہ للعہ، روغن حنا فی سیر عہ للعہ عا

اعلیٰ درجہ کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو

تمدہ تمباکو مشکی فی سیر عہ للعہ، قوام مشکی فی تولہ عہ [illegible]، گولیاں تمباکو مشکی طلائی فی تولہ عہ

ایضاً زعفرانی " عا، ایضاً " [illegible]، " نقرئی فی تولہ [illegible] بلا ورق [illegible]

نوٹ:۔ درخواست آنے پر ویلوپی ایبل روانہ ہوگا، باربرداری و مصارف ڈاک ذمہ خریدار

المشتہر حکیم محمد حسین الحق منیجر دوا خانہ کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ



خلیل فراہیدی

(از مولانا شرر مرحوم و مغفور)

ابوعبدالرحمن خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم فراہیدی (اور فرہودی بھی کہتے ہین) ازدی یحمدی، بہت بڑے لوگون مین ہین اور ان لوگون مین اُن کا شمار ہے جنھون نے اپنی مجتہدانہ بلکہ موجدانہ قوت سے دنیاے اسلام مین علوم کو ترقی اور وسعت دلائی۔

فراہید اور یحمد دونون قبیلۂ ازد کے بعض خاندانون کا نام ہے۔ چونکہ وہ اس قبیلہ کے انھین خاندانون مین پیدا ہوے تھے۔ لہذا انھین کی جانب منسوب کیے گئے۔ ان کے والد کا نام احمد تھا۔ جس کی نسبت علامہ مرزبانی نے اپنی کتاب "مقتبس" مین احمد بن ابی خیثمہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ بعد جناب رسالت مآب صلعم کے مسلمانون مین سے سب کے پہلے جس شخص کا نام احمد رکھا گیا وہ ان کے والد ہی تھے۔ یعنی ان کے والد ماجد کے پہلے سوا آنحضرت علیہ السلام کے اور کسی شخص کا نام احمد نہین رکھا گیا تھا۔

ہجرت کی پوری ایک صدی گذری تھی۔ یعنی پورا سنہ ۱۰۰ھ تھا۔ جب علامۂ خلیل فراہیدی دنیا مین آئے۔ اب وہ زمانہ تھا جس وقت تعلیمات نبوت کے سیدھے سادے مسائل مین علوم و فنون کی رنگینیان پیدا ہونے لگی تھین۔ اسلام نے ایک ہی صدی مین پوری ترقی حاصل کر لی تھی۔ فتوحات کا جھنڈا دنیا کے انتہائی کونون پر لہرا رہا تھا۔ کوئی ایسی سلطنت اور قوم نہین موجود تھی جس کی طرف سے اسلام کے لیے کوئی کھٹکا باقی رہا ہو۔

اسلامی اخلاق جو دنیا کے قدیم جاہلانہ رسوم کو توڑ کے قائم کیے گئے تھے انھون نے ساری دنیا کو اپنے رنگ مین رنگ دیا تھا۔ اور وہی دینی اخلاق ملکہ اور عادت کی حد کو پہونچ گئے تھے۔ عربون اور عموماً مسلمانون کو سو برس مین یہ اطمینانی زندگی نصیب ہو چکی تھی۔ اور بیکاری نے اب اس جانب متوجہ کیا تھا کہ علوم و فنون کی جلا سادے مسائل اسلامی پہ دیجاے۔ اور اخلاق مین بذریعۂ علوم باضابطہ ترمیم ہو۔ بنی امیہ کا آخری دور تھا۔ اور اُن کی سطوت و جبروت نے سوا علمی ترقی کے اور تمام مرتبہ حاصل کر لیے تھے۔ الغرض اُس وقت زمانہ کا تقاضا تھا کہ اب علمی ترقی ہو۔ اور روحانی نازک خیالیون کی بنا ڈالی جاے۔ جس خیال کی تکمیل کے لیے زمانے نے ابو عبدالرحمن خلیل ابن احمد فراہیدی کے ایسے شخص کو پیدا کیا۔

دینی سرگرمی کے ساتھ شوق علم دل مین جوش مار رہا تھا۔ اور زمانہ کے مقتضیات ان کی ہر وضع اور ہر ادا سے نمایان تھے جس طرح وہ تعلیم پا رہے تھے وہ شوق دلی کیو جہ سے چاہے کتنے ہی اعلیٰ درجے کی ہو لیکن اُن کے حوصلے کے مناسب اور ناموری کی جس اعلیٰ چوٹی تک وہ پہونچنا چاہتے تھے وہان تک پہونچانیوالی نہ تھی قاعدہ ہے کہ ایسی دُھن انسان کو کبھی ایک حال پر قرار نہین لینے دیتی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ سب کچھ پڑھا۔ اور بہت کچھ حاصل کیا۔ لیکن اپنے نزدیک گویا کچھ نہین کیا تھا بس یہ کیفیت کہ

کسی طرح پیاس اُن کی ہوتی نہ تھی کم
بجھاتا تھا آگ اُن کی باران نہ شبنم

اسی ہجوم شوق مین حج کرنے کا اتفاق ہوا۔ خانۂ کعبہ ایک مقبولیت کا مقام ہے اگرچہ خداوند ذوالجلال ہر جگہ سے برابر سنتا ہے مگر وہان کا تقرب خاص ایک ایسا جوش پیدا کرتا ہے کہ خواہ مخواہ کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ علامۂ خلیل ابن احمد کے دل مین بھی وہان ایک بیقراری سی پیدا ہوئی۔ اور خانۂ کعبہ مین خداے لایزال کی طرف خطاب کر کے دعا مانگنے لگے "بارالٰہا! مجھے کوئی ایسا علم مرحمت کر جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ حاصل ہوا ہو۔ اور جس کا سب سے پہلا عالم مین ہون۔ میرے بعد لوگ اسے صرف مجھ ہی سے اخذ کرین۔ اور میرے سوا کوئی ذریعہ اُن کی واقفیت کا نہ ہو۔

یہ دعا کچھ ایسی رقت قلب سے مانگی تھی کہ قبول ہوئی۔

اس جوش دل اور ذہنی جستجو کے ساتھ حج سے پلٹ کے اپنے قبیلہ مین آئے اور پھر اسی اضطراب و بے چینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا مبلغ علم ان دنون کس قدر تھا۔ نحو و صرف و معانی بیان مین امام وقت تصور کیے جاتے تھے۔ بلکہ علوم عربیت کی ایجاد مین ایک حد تک یہ بھی شریک تھے۔ نحو کی تدوین اس عہد سے شروع ہوئی تھی اور انھون نے اپنی ذکاوت و ذہانت سے ایجاد و اختراع کر کے اسکو بہت کچھ ترقی دلائی تھی۔ امام نحو کے ہونے کے ساتھ فن موسیقی مین بھی ان کو اچھا ملکہ حاصل تھا۔ اور سُرون اور راگون کے پہچاننے مین پوری بصیرت رکھتے تھے۔ غرض ان فنون مین کمال پیدا ہونے کے بعد حج کرنے گئے تھے۔ اور درگاہ الٰہی مین کسی علم کے موجد ہونے کی دعا مانگی تھی۔

گھر مین آ کے مقبولیت دعا کا ظہور یون ہوا کہ اتفاقاً ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک طشت پر کوئی چیز ڈھلکتی ہوئی گری اور اس کی وجہ سے حسب معمول دو آوازین پیدا ہوئین۔ ان کے تیز اور متجسس ذہن نے اسی قدر اشارے کو بانتیجہ خیال کر لیا۔ اور اس پر غور کر کے فن عروض کو نکالا۔ جو ان سے پہلے دنیائے اسلام اور زبان عرب مین نہ تھا۔ نحو و صرف اور موسیقی و نغمہ کی واقفیت نے ان کو اجتہاد کرنے کے موقع دیے۔ اس لیے کہ موسیقی اور عروض دونون فن قریب ہی قریب ہین۔

الغرض جمہوری اتفاق کے ساتھ فن عروض و قافیہ کے موجد یہی مانے گئے ہین۔ ان سے پہلے جاہلیت مین اور نیز بعد بعثت جن لوگون نے شاعری کی وہ صرف فطری طور پر اور بغیر کسی ضابطہ اور اصول کے۔ یا یون سمجھنا چاہیے کہ جس طرح نحو و صرف کی ایجاد سے پہلے لوگ عربی بولتے تھے اسی طرح قبل اس کے کہ یہ فن عروض کو ایجاد کرین لوگ شعر کہتے تھے۔

نظم ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا مادہ فطری طور پر ہر جاہل سی جاہل قوم مین موجود ہوتا ہے۔ کچھ ضرورت نہین کہ عروض و قافیہ کو کوئی جانتا ہو تو شعر کہے۔ بلکہ اکثر تو ایسا ہوا ہے کہ فن عروض جاننے والے سے ایک نہ جاننے والا اچھے شعر کہہ لیجاتا ہے۔ الغرض شاعری کو امام عروض خلیل ابن احمد نے باضابطہ بنایا ہے ورنہ ان سے پہلے نہ کوئی اصول تھا اور نہ کوئی قاعدہ۔

امام ممدوح نے علم عروض کو ایجاد کر کے اس کی تمام قسمون کو پانچ دائرون مین محدود کر دیا تھا۔ جس سے پندرہ بحرین نکالی تھین اس کے بعد نحو کا مشہور مجدد اخفش پیدا ہوا۔ جو اپنے ایک عجیب وغریب بکرے کی بدولت تمام اسلامی سوسائیٹیون مین مشہور ہے۔ اخفش نے امام ممدوح کے بعد علم عروض پر مجتہدانہ نظر ڈالی۔ اور نہ ایک بحر اور بڑھا دی جس کا نام "خبب" رکھا۔

خلیل ابن احمد کی اس ایجاد کی دنیا نے بڑی قدر کی اور آج تک برابر عمدہ سے عمدہ تصنیفین فن عروض کے متعلق ملک مین پیدا ہوتی جاتی ہین بخصوص سکاکی اور علامۂ طوسی کی تصانیف گویا تکمیل طلبہ کے لیے ایک جزو لازمی تصور کی جاتی ہین۔ فن عروض کی جو کوئی کتاب تصنیف کیجاتی ہے اور جب کوئی طالب علم عروض کے پڑھنے کے لیے کتاب کھولتا ہے گویا وہ زبان حال سے "امام خلیل بن احمد کے لیے رسم فاتحہ ادا کرتا ہے۔

حمزۃ بن حسن اصفہانی نے اپنی کتاب "تنبیہ علی حدوث التصحیف" مین امام خلیل بن احمد پر نہایت عمدہ ریویو کیا ہے۔ وہ فرماتے ہین "جو علوم کہ قواعد وضوابط علماے اسلام مین تھے ان کے حق مین خلیل ابن احمد سے بڑھ کے مضبوط کرنے والا اور موجد اس وقت تک دولت اسلام نے کوئی نہین پیدا کیا تھا۔ اور اس دعوے پر علم عروض سے زیادہ کون چیز دلیل ہوسکتی ہے۔ جس کو خلیل بن احمد نے نہ تو کسی پہلے حکیم سے لیا۔ اور نہ کسی گذشتہ مثال کو دیکھ کے ایجاد کیا۔ اخذ بھی کیا تو اُن نغمون سے جو کسی چیز کے طشت پر گرنے سے پیدا ہوتے تھے۔ جن مین نہ تو کوئی سند تھی۔ نہ کوئی بیان تھا کہ اسکی بنا پر دوسری باتون کی طرف ذہن منتقل ہو۔ یا کوئی ایسی بات ہوئی ہو کہ وہ اپنے جوہر ذاتی کے سوا کسی دوسرے جوہر کو بیان کرسکے۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اگر وہ عہد قدیم مین ہوتے تو بعض قومین یہ خیال کرتین کہ انھون نے ایسی چیز ایجاد کی جس کو ابتداے تخلیق عالم سے اسوقت تک کسی نے نہین ایجاد کیا۔ نیز اس اعتبار سے کہ انھون نے علم عروض کو ایجاد کیا۔ نیز اس بنا پر کہ اُنھون نے "کتاب العین" تصنیف کی جو دنیا کی ایک امت کے تمام لغات پر حاوی ہے اور نیز اس خیال سے کہ انھون نے نحو مین

ایک ایسی کتاب تصنیف کرکے جو تمام دول اسلام کی زینت ہے سیبویہ کو اس کے اغراض نحوی مین مدد دی"۔

کوئی یہ نہ خیال کرے کہ خلیل بن احمد نے سیبویہ کے بعد اس کے نقش قدم پر چل کے نحو مین کوئی کتاب تصنیف کی نہین۔ سیبویہ خود اُن کے باغ علوم کا خوشہ چین تھا وہ ان کا شاگرد ہے۔ اور اُس نے ان کی درسگاہ فیض مین بہت دنون زانوے شاگردی تہ کیا۔ سیبویہ خاصۃً فن نحو کیطرف متوجہ تھا۔ اُنھون نے اس کو بہت کچھ مدد دی اور خود ایک بے مثل کتاب نحو مین تصنیف کرکے اس کے لیے ترقی کا راستہ کھول دیا۔

بعض لوگون کا خیال کہ "کتاب العین" جو لغات عرب مین ہے اور ان کی جانب منسوب کیجاتی ہے وہ اُن کی تصنیف نہین ہے۔ اس مین اکثر جگہ لغزشین مین۔ اور بعض صریحی غلطیان ملتی ہین جو خلیل ابن احمد کے ایسے شخص سے بالکل خلاف قیاس معلوم ہوتی ہین۔ اصلیت یہ ہے کہ انھون نے "کتاب العین" کو تصنیف کرنا شروع کیا تھا ابتدائی تھوڑا حصہ لکھ چکے تھے کہ عمر نے وفا نہ کی۔ اور انتقال کر گئے۔ ان کے شاگرد نضر بن شمیل کو شوق ہوا کہ جس طرح بنے اس کتاب کو پورا کر دے۔ اس نے دیگر علماے معاصرین کی اعانت سے جن مین مورج سدوسی۔ اور نضر بن علی جہضمی وغیرہ ہین کتاب العین کو مکمل کیا۔ بعد تکمیل دیکھا تو وہ پچھلا حصہ جو پچھلی کوششون سے بڑھایا گیا تھا اسکو باوجود بڑی محنتون کے اصل علامہ خلیل بن احمد کے تصنیف کردہ حصے سے کوئی لگاؤ اور کوئی نسبت نہین۔ وہ وہی ہے۔ اور یہ یہی ہے۔ لہذا انھون نے وہ پہلا حصہ بھی نکال ڈالا۔ اور اس کی جگہ بھی خود ہی تصنیف کرکے کتاب مکمل کی۔

امام عروض یا یون کہنا چاہیے کہ پیغمبر فن شعر خلیل فراہیدی کی رفتار اور ان کی اخلاقی حالت پر غور کیا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت ہی سادے نیک نفس۔ اور پاکباز شخص تھے۔ توکل اور جفاکشی مین بھی اُن کا پایہ بہت بلند تھا جس آن بان اور جس بے پروائی کے ساتھ اُنھون نے اپنی متوکلانہ زندگی بسر کی یہ بات اور کسی مین کم نظر آئے گی۔ حیرت یہ ہے کہ ایک موسیقی دان جس کو امیرانہ سوسائٹی کا عاشق ہونا چاہیے۔ اسی مین ایک عابد کے کمالات نظر آتے ہین۔ اور ایک عالم فاضل اور موجد و مجتہد مین زاہدان گوشہ نشین اور درویشان عزلت گزین

سادگی اور بے پروائی دکھائی دیتی ہے۔ وہ ایک نیک کار عقلمند اور بردباری کے ساتھ امیرانہ رکھ رکھاؤ کے آدمی تھے۔ ان متضاد صنعتون نے جمع ہو کر خدا جانے اُنھین کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ گفتگو اور تقریر مین ایسی سنجیدگی اور احتیاط سے کام لیتے تھے کہ مجال کیا کبھی لغزش ہو جائے۔ یا کوئی خلاف جملہ منھ سے نکل جائے۔

ان کے توکل اور ان مذکورہ اوصاف کے ثبوت مین خود اُن کا شاگرد رشید نضر بن شمیل بیان کرتا ہے کہ "خلیل فراہیدی نے بصرے کے خواص اور اراکین شہر مین عزت و وقعت کے ساتھ اس حالت مین زندگی بسر کی کہ کبھی دو پیسہ کی مقدرت بھی نہین نصیب ہوئی۔ حالانکہ ان کے ساتھی اور ان کے ہمعصر محض اپنے علم کی بدولت بہت کچھ مال و اسباب حاصل کرتے رہے۔ میرے سامنے ایک مرتبہ خود فرماتے تھے، مین نے اپنا دروازہ اس مضبوطی سے بند کر لیا ہے کہ اسکی راہ سے رنج و غم اور ہم و الم بھی مجھ تک نہین آسکتے"

ایک مرتبہ عجیب اتفاق ہوا۔ اور اسی واقعہ سے اُن کی بے پروائی اور اپنی آپ قدر کرنے کا پتہ لگتا ہے۔ سلیمان بن حبیب بن مہلب بن ابی صفرہ ازدی انھین کے قبیلے کا ایک نامور رئیس تھا۔ خدا نے اُسے دولتمندی کے ساتھ جوہر فیاضی سے بھی مجلی کر دیا تھا۔ جن دنون وہ فارس اور اہواز کا با اختیار گورنر تھا۔ اور ایک وسیع ملک کے سیاہ و سفید کا مالک تھا اُس نے علامۂ ممدوح کو بذریعہ ایک تحریر کے اپنے پاس بلایا۔ اور لکھا کہ "اب آپ یہین میرے پاس آ کے تشریف رکھیے"۔ ان کو کچھ اپنے توکلانہ غرور اور کچھ اصول عزلت گزینی کے خلاف سمجھنے کی وجہ سے وہان اور اس کے پاس جانا نہ گوارا ہوا۔ لہذا اُسکے جواب مین اُنھون نے ایک قطعہ لکھ بھیجا جس کا حاصل مضمون یہ تھا کہ رزق انسان کو ایک مقدار معین سے ملتا ہے۔ جس کو نہ کسی کا ضعف کم کرتا ہے اور نہ کسی حیلہ اور تدبیر سے وہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ فقیری جس کا نام ہے وہ دراصل انسان کے دل مین ہوتی ہے، مال کی کمی سے نہین ہوتی۔ علی ہذا القیاس غنی ہونا بھی دل کا وصف ہے نہ باعتبار مال و دولت کے"۔ یہ قطعہ دیکھ کے سلیمان بن حبیب نہایت برہم ہو گیا۔ اور حکم دیدیا کہ ان کا وظیفہ بند کر دیا جائے بیچارے یونہین فلاکت زدہ تھے اور پریشان ہوے اس پریشانی مین اُنھون نے پھر صبر و تحمل سے کام لیا۔ اس صبر کے عالم مین اُنھون نے ایک اور قطعہ کہا جو اُن کی بے پروائی اور مستقل مزاجی کا آئینہ ہے فرماتے ہین۔

اِنَّ الَّذِی شَقَّ فَمِی ضَامِنٌ لِلرِّزْقِ حَتّٰی یَتَوَفَّانِی ٭ حَرَمْتَنِی مَالاً قَلِیلاً فَمَا زَادَکَ فِی مَالِکَ حِرْمَانِی - یعنی جس نے (خدا نے) منہ دیا ہو وہی مرتے دم تک رزق کا ضامن ہو۔ جو تھوڑی سی رقم تو دیتا تھا وہ تو نے روک دی۔ مجھے نہ ملنے سے تیرے ہان کچھ بڑھ بھی نہین گیا۔

سلیمان نے جب یہ قطعہ دیکھا تو اسکی یہ حالت ہوئی کہ گھبرا کے اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور پھر بیٹھ جاتا۔ آخر نادم ہو کے اس نے علامۂ خلیل بن احمد کے پاس ایک معذرت نامہ بھیجا اور جس قدر پہلے معین تھا اس کا دونا وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ خبر سُن کے آپ نے اپنے جلے ہوے دل سے پھر ایک قطعہ موزون فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہو کہ "جو فعل سلیمان سے ہوا اُس پہ شیطان کو تعجب ہوتا ہو۔ اُسکے ہاتھ سے بھلا کام ہوا وہ کوئی حیرت کی بات نہین ہو کبھی نحس ستارے کے اثر سے بھی زمین سیراب ہو جاتی ہے۔

عبداللہ بن مقنع خلیل بن احمد کے معاصر تھے۔ ان کی لیاقت و تبحر علمی کی دھوم تھی۔ حتیٰ کہ ان دونون بے ہمتا معاصرون مین مقابلہ کر کے کسی کو دوسرے پر ترجیح دینا نہایت دشوار کام تھا لیکن اس کا اندازہ خود دونون کے اعتراف سے نہایت وضاحت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اتفاقاً ایک صحبت مین یہ دونون معاصر شریک تھے اور عالمانہ صحبت کے موافق علمی مسائل کے متعلق عمدہ مباحث نکلتے تھے اور ختم ہو جاتے تھے۔ ان باتون مین دونون کا کچھ ایسا دل لگا کہ رات تمام ہو گئی اور یہ دونون اسی طرح گپین اُڑا رہے تھے۔ اس صحبت سے اُٹھ کے جب دونون اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوے لوگون نے دونون کے خیالات اور ان کی دلی حالت کا اندازہ کرنیکے لیے اور نیز اس غرض سے کہ دونون کے متعلق عمدہ ریویو سننے مین آئے ہر ایک سے ان کے دوسرے ہم صحبت کا حال پوچھا جب خلیل سے پوچھا کہ "آپ نے ابن مقنع کو کیسا پایا"، تو جواب ملا کہ رَاَیْتُ رجلاً علمہ اکثر من عقلہ" یعنی مین نے مُسے ایسا شخص پایا کہ اس کا علم اس کی عقل سے کہین زیادہ ہو۔" پھر ابن مقنع سے پوچھا کہ آپ نے خلیل ابن احمد کو کیسا پایا تو بولے "رَاَیْتُ رُجلاً عاقلاً عقلہٗ اکثر من عِلمہٖ" یعنی مین نے انھین ایسا پایا کہ ان کی عقل ان کے علم سے بہت زیادہ ہے۔

اس موقع پر ایک واقعہ اور بیان کرنے کے قابل ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ انسان اگر کسی

فن یا کسی علم کو نہین جانتا ہوتا ہے تو اُسکی نسبت اسکے کیا خیالات ہوتے ہین خلیل ابن احمد کے ایک صاحبزادے تھے جن مین علمی مادہ بہت کم تھا گھر مین ایک دفعہ جو باپ کو دیکھا کہ کسی شعر کی تقطیع کر رہے ہین۔ یہ عروض کے اوزان کے موافق الفاظ کو توڑ توڑ کے وزن پر لا رہے تھے اور اصول عروض کی کسوٹی پر پرکھ رہے تھے۔ صاحبزادے یہ دیکھ کے گھبرائے کہ اباجان کیا کر رہے ہین اسی اضطراب مین باہر نکلے اور لوگون سے پکار کے کہا "ہاے اباجان سڑی ہو گئے۔ خدا جانے کیا اناپ شناپ ہانک رہے ہین" لوگ بدحواسی کے عالم مین دوڑے ہوے ان کے پاس آئے۔ دیکھا تو اچھے خاصے بیٹھے ہین۔ پوچھا۔ آپ کے صاحبزادے تو کہتے ہین کہ خدانخواستہ آپ کو جنون ہو گیا ہے۔ اس پر انھون نے ایک قطعہ پڑھا جس مین اپنے مافی الضمیر کو نہایت ہی خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔

لَوْ كُنْتَ تَعْلَمُ مَا أَقُولُ عَذَرْتَنِي　　أَوْ كُنْتَ تَعْلَمُ مَا تَقُولُ عَذَلْتُكَا

اگر تو یہ جانتا ہوتا کہ مین کیا کہتا ہون تو بے شک تو ایسے خیالات سے مجھے معذور رکھتا۔ تجھے اگر اسی بات کی خبر ہوتی کہ تو نے یہ کیا کہا تو خیر مین تجھے سرزنش کرتا۔

لٰكِنْ جَهِلْتَ مَقَالَتِي فَعَذَلْتَنِي　　وَعَلِمْتُ أَنَّكَ جَاهِلٌ فَعَذَرْتُكَا

لیکن تو میری باتون کو نہین سمجھ سکتا۔ لہذا تو نے مجھے ملامت کی۔ اور مین چونکہ جانتا ہون کہ تو جاہل ہے لہذا مین بھی تجھے معذور رکھتا ہون اور معاف کرتا ہون۔

ان کے مختصر کلمات بعض اوقات پوری فلاسفی ہوا کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان اقوال اور جملون کو مورخین ان کے تذکرے مین ضرور بیان کر دیا کرتے ہین۔ علامہ خلیل ابن احمد کا یہ فیصلہ واقعی نہایت قیمتی اور ایسا ہے کہ اس مین اختلاف کی ذرا گنجائش نہین ہو سکتی۔ کہتے ہین انسان کو انتہاے کمال عقلی کا درجہ چالیس برس مین حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ درجہ عمر ہے جس وقت جناب رسالتمآب علیہ السلام کو درجہ بعثت حاصل ہوا تھا۔ اس کے بعد جب ترسٹھ برس کی عمر ہوا سو وقت سے انسان کی عقل زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ اور اسکی فہم و فراست مین کمی ہو جاتی ہے۔ اور اسی سبب سے اللہ جلشانہ نے رسول خدا صلعم کو ترسٹھ برس کی عمر مین دنیا سے اٹھا لیا۔ اور شب و روز کی تمام اوقات مین سے جس وقت انسان کا ذہن خوب صاف ہوتا ہے۔ اور جس وقت وہ نہایت اطمینان سے ہر کام کیطرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ وہ صبح کا وقت ہے۔

آخر عمر مین جب ان کا سن ستر برس کا تھا ایک دن ہو و اسلف منگوانے کی فرد طیار کر رہے تھے مگر حساب کسی طرح ٹھیک نہ ہوتا تھا اسی غور و فکر مین تھے کہ نماز کا وقت آ گیا

اخلاقی زندگی

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو دلگداز بابتہ ماہ اگست ۱۹۲۹ء)

بعض الفاظ سورج کی کرنون کی طرح مسرت بخش ہوا کرتے ہین اور بعض باتین نوک دار تیر یا افعی کے زہر کی ایسی ہوتی ہین۔ حضرت علیؑ کا قول ہے "جراحات السنان لہا التیام ۔ و ما یلتام ما جرح اللسان ۔ (نیزے کے زخم بھر آیا کرتے ہین۔ مگر زبان کے زخم نہین بھرتے۔ اُن سے ناسور پڑ جاتا ہے) درشت الفاظ اگر ایسا اثر کرتے ہین تو اس بات کا اندازہ تم خود کر سکتے ہو کہ نرم الفاظ سے کس قدر مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔

جارج ہربرٹ کا قول ہے "اچھے الفاظ استعمال کرنے مین کچھ خرچ نہین ہوتا گو کہ وہ بہت ہی بیش بہا ہوا کرتے ہین"۔ ایک شاعر کہتا ہے "تیر جو قصداً کسی نشانے پر نہین لگایا جاتا اکثر اوقات ایسے نشانے پہ پہونچ جاتا ہے جدھر پھینکنے کا تیر انداز نے ذرہ ابھی قصد نہین کیا تھا اسی طرح وہ الفاظ جو بغیر سوچے سمجھے کہ دیئے جایا کرتے ہین کبھی تو اُن سے کوئی شکستہ دل تسلی پا جاتا ہے اور کبھی وہ نمک بر جراحت ہو جاتا ہے"

یہ بھی کچھ ضروری نہین ہے کہ آپ ہمیشہ الفاظ ہی سے کام لیجیے مشہور ہے کہ جب **بطرس حواری** نے حضرت عیسیٰ کے ماننے سے انکار کیا تو جناب مسیح نے زبان سے تو کچھ نہین کہا مگر صرف اسکی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ اس وقت خاموشی کے ساتھ وہ ملامت کی نظر ہی کافی تھی جس کا یہ اثر ہوا کہ بطرس باہر چلا گیا۔ اور زار زار رونے لگا۔

جس طرح ایک نظر سے سخت رنج پہونچ سکتا ہے اسی طرح ایک ہی عنایت کی نظر دل کو بیحد خوشی دینے کے لیے بھی کافی ہو جب ہم کسی سے زیادہ مدت تک جدا رہتے ہین تو اس کے ملنے کی گھڑیون کو ہم کس قدر خوشی کے ساتھ گنتے ہین۔ صبح کے وقت کی ایک نظر تبسم آمیز ہم کو تمام دن خوش رکھ سکتی ہے۔

حد سے زیادہ کھنچے ہوے نہ رہو۔ اور اپنی محبت ظاہر کرنے سے نہ ڈرو اگر تمھارے برتاؤ سے نہ ظاہر ہو تو صرف محبت کرنا کافی نہین ہے۔ گرم جوش۔ حلیم اور مہر آگین رہو۔ ہمدردی سے آدمی کو بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔ محبت روپیہ سے زیادہ

بیش قیمت ہے۔ اور مہربانی کے الفاظ ایک قیمتی تحفے سے زیادہ خوشی دیا کرتے ہیں۔
لوگون نے **بنجامن وسٹ** سے پوچھا کہ تم مصور کیونکر ہو گئے تو اُس نے جواب دیا۔ "یہ میری ماں کا بوسہ تھا جس نے مجھے ایسا بنا دیا **کنفیوشیس** کہتا ہے "جو شخص فرائض خانہ داری اچھی طرح ادا کرتا ہے اُسے کہین باہر جا کے قربانی چڑھانے کی کچھ ضرورت نہین"

دوستون کے انتخاب کرنے مین بہت ہوشیاری سے کام لو۔ کیونکہ بقول **سیلسرو** کے یہ سب سے زیادہ بیش بہا اور عمدہ چیزین ہین **جارج ہربرٹ** کہتا ہے "اچھی صحبت مین بیٹھو تو تم بھی اچھے ہو جاؤ گے۔ اسپین کی مثل ہے "مجھے یہ بتاؤ کہ تم کن لوگون مین اٹھتے بیٹھتے ہو پھر مین تمھین بتا دون گا کہ تم کیسے ہو" وہ شخص جو خود اپنے ہی واسطے اچھا دوست نہین ہے دوسرون کے واسطے بھی اچھا دوست نہ ہو گا **ڈن ہم** نے ایک نظم کا ترجمہ اس طرح پر کیا ہے۔ "دوستون کا اچھا انتخاب ہو جانا نہایت ہی عمدہ بات ہے۔ اس سے ہماری خوشیان دونی ہو جاتی ہین اور ہمارا رنج آدھا رہ جایا کرتا ہے۔

عقلمندی کے ساتھ عورتون سے دوستی پیدا کرنا بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مردون سے حضرت سلیمان کے وقت سے لے کر آج تک تجربہ نے بہت سے عقلمند آدمیون کو تباہ کیا ہے۔

للی کہتا ہے "دوستی زندگی کا زیور ہے" وہ شخص جس کا کوئی دوست نہ ہو سب سے زیادہ رحم کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ خود اسی کا قصور ہے اور خود کردہ را علاج نیست۔ **لانگ فیلو** کہتا ہے "قضاؤ قدر نے کسی کو بھی ایسا بدنصیب نہین پیدا کیا ہے۔ کہ اس کا کوئی مونس و غمگسار نہ ہو۔ چاہے خود اسکو اس بات کا علم نہ ہو کہ میرا کوئی ہمدرد موجود ہے"

بلاشک یہ کوئی ضروری بات نہین ہے کہ ہم سب تنہا اور اکیلے رہین جیسا کہ **کیبل** نے کہا ہے "ہر ایک شخص اپنے ہی رنج یا خوشی کے کرہ مین پوشیدہ ہے۔ ہماری زاہدر دین علیحدہ علیحدہ رہتی ہین۔ اور جیسی ہمارے دل کی حالت ہوا کرتی ہے ویسا ہی ہماری آنکھون کو چارون طرف خوشی یا رنج کے رنگ نظر آیا کرتے ہین"

اس مین شک نہین کہ یہ بات اچھی ہے کہ ہم جب چاہین تو سب سے الگ ہو جائین۔ کیونکہ یہ بہت مشکل ہے کہ تم اپنے ایسے ہمسایہ سے محبت کرو جس سے تم کبھی جدا ہی نہین ہو سکتے۔

ضرور ہے کہ کبھی نہ کبھی تم کو شکایت کا بھی موقع ہو گا ایسی حالت مین ضبط کرو اور عقلمندی سے کام لو اس بات کو اپنی نہین اپنے دوست کی آنکھون سے دیکھو کوئی کام جلدی سے نہ کر بیٹھو دیکھو کبھی تعجیل نہین کرنا بُرائی کہ عادت ہے کہ بہت جلدی چلنا رفتار کو گھٹا دیتا ہے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ جلدی مین اگر جھگڑا نہ کرو۔ اسے خوب سوچ لو۔ اور تھوڑا انتظار کرو۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ رات کے وقت آپ کتنے ہی رنجیدہ ہون۔ لیکن صبح کو کچھ دوسری ہی حالت نظر آتی ہے۔

اگر تم نے کسی کو نقصان پہونچانے کیواسطے کوئی خط نہایت ہوشیاری سے اور خوب موجہ طور پر لکھا ہے تو اس کی روانگی کو دوسرے روز پر موقوف رکھو اس صورت مین اکثر ایسا ہی ہو گا کہ تم اس کو نہ بھیجو گے۔

حتیٰ الامکان اپنے لیے عمدہ سے عمدہ دوستون کا انتخاب کرو۔ کیونکہ ایک خراب دوست کا دوست کے نہ ہونے سے کہین زیادہ بدتر ہے۔

شریر لوگون کی روش نہ اختیار کرو۔ اور خراب آدمیون کے طریقے پر نہ چلو اس سے پرہیز کرو۔ ادھر سے نہ گزرو۔ اس راہ سے اپنا منہ پھیر لو۔ اور الگ ہی الگ چلے آؤ کیونکہ ان لوگون کو بغیر بُرائی کے نیند نہین آتی۔ اور جب تک وہ کسی کو ضرر نہ پہونچا لین اُن کی نیند اچٹ اُچٹ جاتی ہے بدمعاشی ان کی معاش ہے اور ظلم ان کی شراب ہے۔ لیکن نیک آدمیون کا راستہ نہایت ہی صاف اور روشن ہے۔ اور جو جو دن روشن ہوتا جاتا ہے وہ اور زیادہ چمکتا جاتا ہے۔

اگرچہ بیوقوفون اور بدمعاشون سے دوستی کرنا بڑی غلطی ہے مگر ان کو اپنا دشمن بنا لینا بھی دانائی کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ دنیا مین بہت ہین"

لیمب نے مذاقاً کہا ہے۔ "تحفے ان لوگون کو عزیز بنا دیتے ہین جو نہین موجود ہین" لیکن مہربانی حلم اور ہمدردی اس سے بھی زیادہ کام کر سکتی ہے۔

تمھارے دوستون کا یہ حق ہے کہ جس قدر تم انھین آسانی سے دے سکو اسے لے لین۔ لیکن ان کو تم سے عاریۃً مانگنے کا استحقاق نہین حاصل ہے۔ نہ قرض دو نہ قرض لو۔ کیونکہ شکسپیر کہتا ہے "کہ اکثر قرض دینے سے دوہرا نقصان ہو جاتا ہے

ایک تو وہ وصول نہین ہوتا - اور دوسرے یہ کہ قرض لینا کفایت شعاری مین گھن لگا دیتا ہے۔"

حضرت سلیمان ہمین متنبہ فرماتے ہین کہ "جو اجنبی لوگون کی ضمانت کرتا ہی وہ دکھ پائے گا - لیکن وہ جو ضمانت سے متنفر ہے ایسے صدمات سے مصئون و مامون رہیگا۔"

گسٹ احباب تمھین بہت سے خطرون سے بچائین گے اور بہت سے آلام سے محفوظ رکھین گے

اکسمس کو جب اُس کی بیٹی جولیا نے غیرت دلائی تو بولا "ان باتون مین سے کچھ بھی نہ ہوتا اگر آج اگر پاپا میکناس زندہ ہوتے۔"

اور جب تم اچھے دوست پیدا کرلو تو پھر ان کو ہاتھ سے نہ کھوؤ -

شکسپیر کہتا ہے "ہمارے احباب جو سال بہ سال نظر سے غائب ہوتے جاتے ہین ان کی نسبت عقیدۃً یہ تصور کرکے کہ جنت مین ہمارا ذخیرہ خوب بڑھ رہا ہے بڑی مسرت ہوتی ہے۔"

محنت و مشقت

اپنی کوئی چیز ہرگز ضائع نہ کرو - اور سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھو کہ وقت نہ ضائع ہونے پائے - آج کا دن صرف ایک بار آتا ہی اور پھر کبھی نہین آتا وقت عالم بالا کی اعلیٰ ترین رحمت ہے - اور جہان ایک دفعہ کھو گیا پھر ہاتھ نہین آتا ڈرائڈن کا قول ہے "زمانۂ گذشتہ پر آسمان کو بھی قدرت نہین حاصل ہے کیونکہ جو ہوا وہ ہوگیا اور میرا جو گھنٹہ جیسا تھا ویسا ہی رہ گیا۔"

اس گھڑی اپنا وقت اس طرح نہ صرف کرو کہ بعد کو تمھین اپنے اوپر نفرین کرنی پڑے "اب تو وقت نکل گیا" اور "ممکن تھا کہ یون ہوتا" یہ ایسے فقرے ہین جن سے زیادہ دل خراش خیالات دنیا مین نہین ہوسکتے وقت ایک ودیعت ہے - اور اس کے ہر ہر منٹ کا تمھین حساب دینا پڑے گا - نیند مین کفایت شعاری سے کام لو - غذا مین کفایت شعاری سے کام لو - مگر سب سے زیادہ کفایت شعاری وقت کے صرف کرنے مین اختیار کرو -

نلسن نے ایک بار کہا کہ "میری زندگی کی ساری کامیابیان اس کی بدولت ہین کہ مین ہمیشہ ہر کام کے لیے اس کے معینہ وقت سے پاؤ گھنٹہ پہلے تیار ہوجایا کرتا تھا۔"

لارڈ ملبورن کا قول ہے "اس کے سوا اور کوئی بات نوجوانون کے گوش گزار نہین ہو سکتی۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تمھین اپنے لیے خود ہی راستہ نکالنا ہے۔ اور یہ امر کہ تم فاقہ کرو گے یا اس سے بچو گے خود تمھاری کوششون پہ منحصر ہے"

علاوہ برین محنت و مشقت صرف کامیابی ہی کا عنصر نہین ہین بلکہ انسان کی اخلاقی زندگی پہ بھی ان کا بہت ہی صحت بخش اثر پڑتا ہے۔

جرمی ٹیلر کہتا ہے "ہرگز کاہل نہ ہو۔ بلکہ اپنے وقت کی ساری جگہ کو سخت اور فائدہ مند حرفت سے بھر دے۔ کیونکہ جس وقت روح غیر مشغول ہوتی ہے اور جسم بیکار شہوت پرستی خالی جگہ پاکے بڑی آسانی سے اندر آ جاتی ہے۔ سہل انگار تندرست اور کاہل آدمی اگر اسکے لیے بدکاری کے اسباب پیدا ہو گئے تو پھر وہ ہرگز پاکدامن نہین رہ سکتا۔ مگر جسمانی مشقت تمام حرفون سے زیادہ نفع بخش اور شیطان کے دور کرنے کے لیے سب سے اچھی لاحول ہے"

کیمل کے الفاظ مین "وقت اور زمین حصول جنت و ابدیت کے ذرائع ہین اور جیسا ہم اپنے لمحون کو یہان بنائین گے۔ ویسا ہی خدا اس دوسرے عالم مین ہماری عمر دن کو بنائے گا"

"کچھ بھی کرنا چاہیے چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا کام ہو اور دوسرون کو جس حالت مین وہ ہین اس سے زیادہ خوش یا اس سے زیادہ بہتر بنانا وہ اعلیٰ ترین اولوالعزمی اور بلند ترین امید ہے جو انسان کے دل مین پیدا ہو سکے۔

پیٹر و میڈلیسی کی نسبت کہتے ہین کہ اس نے ایک بار میکائیل انجلو کے ذمہ یہ کام کیا کہ برف کو تراش کے ایک مورت بنائے۔ یہ ایک قیمتی وقت کا بیہودگی سے ضائع کرنا تھا۔ لیکن انجلو کا وقت اگر دنیا کے لیے قیمتی تھا تو ہمارا وقت ویسا ہی ہمارے لیے قیمتی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہم اکثر اوقات اسے برف کی مورتین بناتے ہی مین ضائع کیا کرتے ہین۔ بلکہ اس سے بھی بڑا یہ ہے کہ ہم تو مٹی ہی کی مورتین بناتے ہین۔

رومیون کا بڑا فلسفی اور مدبر **سنیکا** کہتا ہے "ہم سب کو وقت کی [illegible] رہا کرتی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہمارے پاس اتنا وقت موجود ہے کہ یہی نہین معلوم کہ اسے ہم کس کام مین لگائین۔ ہماری زندگیان یا تو محض بیکاری مین گزرتی ہین۔ یا ایسے کام

کرنے مین جن کا کچھ ماحصل نہین۔ یا اُن کامون کے نہ کرنے مین جو ہمارے کرنے کے ہین۔ ہم ہمیشہ شاکی رہتے ہین کہ ہمین چند ہی روز ملے ہین۔ مگر ہمارا طرز عمل ایسا ہے کہ گویا اُن کی کوئی انتہا ہی نہین ہے"

یہ امر کہ وقت کی کفایت شعاری سے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے حیرت انگیز ہے **نحمیا نبی** کو عین اس وقت جبکہ وہ شاہ فارس کے تخت کے پیچھے اس کے حکم کے منتظر کھڑے تھے۔ خدا کے تخت کے سامنے ایک مقبول نماز ادا کرنے کا موقع مل گیا۔

اور گو ہم اپنے وقت کو جس قدر عقلمندی سے جس کام مین چاہین صرف کر سکتے ہین۔ لیکن اس پر بھی ہم مین کا خوش نصیب سے خوش نصیب شخص بھی بہت سے کام بے کیے ہوے بہت سی کتابین بے پڑھی ہوئی۔ بہت سے اچھے منظر بے دیکھے ہوے اور بہت سے ملک بے سیر کیے ہوے چھوڑ جاتا ہے۔

زندگی کی کامیابی و مسرت کا عظیم الشان عنصر جسے مین بالتعمیم عظیم الشان کہہ سکتا ہون وہ کام ہے جس مین دیانت داری استقلال ہو **مسٹر** کا قول ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ ابتدائً بھی جراًت ہے دوبارہ بھی جراًت ہے۔ اور سہ بارہ بھی جراًت ہے" اس مین کوئی شک نہین کہ اپنے اوپر بھروسہ رکھنا مفید چیز ہے۔ لیکن اگر یون کہا جاتا تو زیادہ صحیح ہوتا کہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ ابتدائً بھی استقلال ہے دوبارہ بھی استقلال ہے اور سہ بارہ بھی استقلال ہے۔ بیشک کام بھی اُسی حد تک زندگی کی غرض ہے جس حد تک کہ کھیل ہے مگر دونون ایک ہی نتیجہ تک پہونچنے کے ذرائع ہین۔

کام اطمینان قلب کے لیے اُسی قدر ضروری ہے جس قدر کہ صحت جسمانی کے لیے پریشان خاطری کا ایک دن کارگزاری کے ایک ہفتہ سے زیادہ تھکانے والا ہے۔ پریشان خاطری ہمارے سارے نظام کو بگاڑ دیتی ہے۔ اور کام کرنا اُسے درست اور منتظم رکھتا ہے جسمانی ورزش جسم کو تندرست رکھتی ہے۔ اور دماغی ورزش سے خاطر جمعی حاصل ہوتی ہے۔

جیلنکورٹ کہتا ہے کہ "شغل قلب سے انسان اپنے لیے اطمینان قلب کو محفوظ کر لے سکتا ہے"

رسکن کہتا ہے "ایک لڑکی کو کوئی سچا کام دیدو جو اُسے صبح سویرے مشغول کر دے اور رات تک تھکا ڈالے۔ اس کے ساتھ ہی اُسے یہ یاد رکرا دو کہ اسی کے بنی نوع اس دن اچھی حالت مین رہے بس اسکی مشقت و مشغولیت کا خفیف رنج والم

خود بخود ایک عظیم الشان چمک دمک اور مسرت آمیز اطمینان بن جائے گا۔
جو چاہو کرو مگر کچھ نہ کچھ کیے جاؤ۔ چاہے وہ پارس پتھر کی جستجو یا دائرہ کو مربع بنانے کی کوشش ہی ہو۔

ڈاکٹر جانسن کا قول ہے "الفاظ زمین کی بیٹیاں ہیں اور واقعات آسمان کے بیٹے" اور تم جو کچھ کرو دل سے کرو۔ اس میں اپنا دل لگاؤ۔ اپنے تمام قویٰ کو نشوونما دو۔ تمہارے لیے لازم ہے کہ یا تو انھیں کام ہی میں لاؤ۔ اور یا اُنھیں ضائع ہی کرو۔ حضرت **خرقیا** کی نسبت ہم سنتے ہیں کہ انھوں نے جس کام کو شروع کیا پوری طرح دل لگا کے کیا اور سرخرو ہوئے۔"

گارنٹ نے لکھا ہے کہ "ذہانت کی اگر کوئی سرگزشت بیان کی جا سکتی ہے تو وہ اسی قدر ہے کہ باوجود مزاحمتوں کے استقلال سے مشقت کرنا۔ چنانچہ بعض مستند انکیا ہماری تائید میں کہتے ہیں کہ ذہانت مشقت سے کچھ ذرا ہی بڑھی ہوئی ہے **جارج ایلیٹ** کی سی خاتون اُن لوگوں کا مضحکہ اڑاتی ہے جن کا خیال ہے کہ اس نے الہامی تائید سے اپنے ناول تصنیف کیے **پریسیڈنٹ ڈوائٹ** سہ ریل کے لڑکوں سے کہا کرتے تھے کہ "قوت سعی ہی کا نام ذہانت ہے"

بہرحال دریوزہ گری کام کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ اور اگر مجموعی طور پر مقابلہ کیا جائے تو اس سے محنت کا معتدبہ معاوضہ نہیں ملتا علاوہ بریں ہر شخص کو خود اپنے پاؤں کھڑا ہونا چاہیے **فرینکلن** کا قول ہے "ایک ہر واہا جو اپنے پاؤں سے کھڑا ہو اُس شریف آدمی سے زیادہ اونچا ہے جو سواری پر زانو جمائے ہوئے ہے"

کابٹ نے اپنی مشہور انگریزی کتاب نحو وصرف کے تذکرے میں لکھا ہے کہ "میں نے نحو و صرف کو اس وقت حاصل کیا جب میں چھ پنس یومیہ کا ایک معمولی سپاہی تھا۔ میرے بچھونے کی پٹی میری تعلیم گاہ تھی۔ میرا توسدان میرا جزدان تھا۔ ایک تختہ کا ٹکڑا جو میرے زانو دن پہ رکھا رہتا میری لکھنے کی میز تھا۔ اور اس کام کے لیے سوا اپنی زندگی کے ایک سال کے مجھے اور کوئی چیز صرف کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ شمع یا تیل خریدنے کے لیے میرے پاس پیسہ نہ تھا۔ جاڑے کے موسم میں شاذ و نادر ہی کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو گا کہ مجھے رات کو روشنی نصیب ہوئی ہو۔ سوا اس آگ کے جو آتشدان میں روشن رہتی۔ اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کا بھی جب ہی موقع ملتا جب میری باری ہوتی اس فارڈنگ

(دمڑی) کو حقیر نہ خیال کرو جو مجھے آئے دن قلم دوات کاغذ کی خریداری مین صرف کرنا پڑتی! افسوس وہ دمڑی میری نظر مین ایک بڑی دولت تھی۔ مین اس زمانے مین بھی ویسا ہی لمبا تھا جیسا اب ہون میری صحت بہت اچھی تھی اور خوب ورزش کرتا تھا۔ بازار مین لے دے کے ہفتہ مین ہم جس قدر رقم بچا سکتے اُسکی مقدار دو پنس تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے اور الحمدللہ مجھے اپنے حافظہ کی شکایت نہین کہ ایک جمعہ کو تمام ضروری مصارف کے پورے ہو چکنے کے بعد مین نے آدھی پنی بچا رکھی اور ارادہ تھا کہ کل صبح کو ایک لال ہرنگ (ایک قسم کی چھوٹی مچھلی) خریدونگا۔ لیکن رات کو جب کپڑے اتارے تو کیا دیکھتا ہون کہ وہ آدھی پنی جیب سے گر گئی! اسوقت مین اس قدر بھوکا تھا کہ جینا مشکل نظر آتا تھا۔ اس صدمے سے مین نے اپنے نمدے مین منھ ڈھنک لیا اور بچون کی طرح رونے لگا۔ اس کے بعد اب مین کہتا ہون کہ جب مین ایسے حالات مین اس کام (تعلیم) کے لیے قسمت سے لڑ سکا اور غالب آیا تو دنیا مین کوئی ایسا نوجوان ہو سکتا ہے جو اپنا کام نہ کرنے کی بابت کوئی عذر پیش کر سکے؟"

کابٹ کے پاس روپیہ تو نہ تھا مگر وہ ہمت اور جرأت رکھتا تھا۔ **بیکن** کہتا ہے "بہت سے آدمی ایسے نظر آتے ہین جو نہ اپنی دولت کو جانتے ہین اور نہ اپنی قوت کو جو اپنی دولت کو نہین جانتے اُن کا معمول ہے کہ جو حیثیت ان کی ہے اس سے زیادہ حیثیت کے کام کر سکنے کا انھین یقین ہوتا ہے۔ اور جو اپنی قوت کو نہین جانتے وہ اول الذکر لوگون کے خلاف اپنی حیثیت سے بہت کم درجہ پہ گرتے ہین۔ اپنے اوپر بھروسہ کرنا اور اپنے سہارے پہ قناعت کر کے دوسرون کی کفالت سے بچنا ایسی دو چیزین ہین جو انسان کو اس بات کی تعلیم دیتی ہین کہ اپنے ہی حوض کا پانی پئے اور اپنی ہی خوش ذائقہ روٹی کھائے۔ اور اپنی بسر اوقات کے لیے سچے اصول پر محنت کرے۔ اور جو اچھی چیزین اس کے سپرد کی گئی ہین اُن کو ہوشیاری سے خرچ کرے۔"

ایک مشرقی مثل ہے کہ "محنت سے برکت ہے۔ اور غافل شیر سے ہوشیار کتا بھلا"

امرسن لکھتا ہے "فطرت انسان سے کہہ رہی ہے کہ ہر کڑی کام کر خواہ کچھ ملے یا نہ ملے بس اس کا خیال رہے کہ تو کام کر رہا ہے۔ رہا اس کا انعام تو اس سے تو اگر بھاگے بھی تو نہین بچ سکتا۔ تیرا کام چاہے نازک ہو۔ یا بھدا۔ ہل جوتنا ہو یا مضمون لکھنا۔ ہان اتنا ہو

تصانیف مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم

مولانا شرر کے خیالی ناول

۴۱ - آغا صادق کی شادی ایک عجیب قصہ ۱۰ر
۴۲ - حسن کا ڈاکو حرامپور کے نواب کا اعمالنامہ ہر دو حصہ ۸ر
۴۳ - اسرار دربار حرامپور حرامپور کے نواب کے بہیے کے حالات ہر دو جلد ۱۰ر
۴۴ - غیب دان دلہن حیرت انگیز غیب دانی عہ
۴۵ - خوفناک محبت، ہندوستان کی شریف اور پاکدامنی دحیات کی اس سے اچھی تصویر نہیں ہو سکتی عہ
۴۶ - دلچسپ، مصنف کا پہلا زور قلم ہر دو حصہ ۸ر
۴۷ - روکش کا ملی ۱۴ر

ڈرامے اور نظمیں

۴۸ - اسیری یا طلسم گولڈ سمتھ کے ایک ناٹک کا اردو ترجمہ نظم میں ۴ر
۴۹ - زمانہ اور اسلام ایک مختصر اردو نیچرل نظم ۴ر
۵۰ - شب غم فراق کی بیتا بیان مستغرقانہ ۱ر
۵۱ - شب وصل فراق کے بعد وصل کا بیان ۱ر

مضامین شرر

شاعرانہ و عاشقانہ دو حصے
تاریخی و جغرافی
گذشتہ لکھنؤ
سیر رجال
ختم سال و شروع سال
سیر نسوان دو حصے
ادب و تحقیق مسائل
اصلاح قوم و ملت
تاریخی واقعات پر خیال آرائی
نظم و ڈرامہ

دلگداز کی مکمل جلدیں

جلد سنہ ۱۸۸۸ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۸۸۹ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۰۰ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۱۸ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۲۱ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۰۶ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۲۲ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۲۳ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۱۵ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۲۴ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۲۶ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۹۲۷ء	عہ ۴ر
جلد سنہ ۱۹۲۸ء	عہ ۴ر	جلد سنہ ۱۸۹۰ء	عہ ۴ر

منتخب مضامین دلگداز سنہ ۱۸۸۷ء ۱۰ر

متفرق تصانیف

انگلستان کی عورتیں ۱۴ر معیار زندگی ۴ر
اسلامی سوانح عمری مشاہیر اسلام کے حالات عہ ۸ر
الحکم الرفاعیہ سید احمد رفاعی کے رسالہ کا ترجمہ ۳ر
حلیۃ العذرا، فارسی میں یمن بر حق کی تاریخ
ولادت محمدی صلعم اول عدد دوم کا کامل ۱ر
معتزلہ مولانا کا ایک دلچسپ لکچر ۱۲ر

(دیگر مطبوعات دلگداز پریس)

مرزا غالب کی شاعری مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کا ایک محققانہ لکچر ۴ر (چار آنہ)
پاداش عمل، رینالڈ کے مشہور ناول کنفشنز کا ترجمہ اول عہ دوم عہ سوم عہ چہارم عہ پنجم عہ ۱۴ر
رفع النقاب، مروجہ پردے کی تردید ۴ر
اکاڈیمی کی تاریخ پر مرزا محمد عسکری صاحب کا لکچر ۴ر
راماین کے بعض سین ۸ر
اتالیق بی بی، میاں کی حرکتوں پر بی بی کی نصیحت ۸ر

۱۰ ... رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۱

مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم و مغفور

کی یادگار

رسالہ

دلگداز

نمبر ۱۰ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء جلد ۲۹

مرتبہ

محمد صدیق حسن ایڈیٹر

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر اور پرنٹر و پبلشر

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان میں

چھپ کر شائع ہوا

چندہ سالانہ عہ مع محصول ڈاک

کارخانہ روضۃ الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ عطر ہے وہ باہر والوں کو نہیں ملتا، کیونکہ کہیں مال کی روانگی نوکروں کے ہاتھ ہے اور کہیں قول و فعل کا تفاوت نہ ملنے سے غریب کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں، اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ روپیہ کا مال دو کو بیچ کر بھیجدیتے ہیں۔ یہ عام خرابیاں دیکھ کے ہمنے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے لیے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے قیمل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کر کے مال بخوبی جانچ کے اور کفایت سے خرید کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے۔

عطر کے شائق

ایک بار امتحاناً منگوا کر دیکھ لیں کہ ہمارے ذریعہ سے انکیں کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے

عطروں کی فہرست حسب ذیل ہے

نام	قیمت	نام	قیمت	نام	قیمت
عطر حنا فی تولہ	[illegible]	عطر پانڑی فی تولہ	[illegible]	عطر عروس فی تولہ	[illegible]
،، موتیا	[illegible]	،، بیلہ	[illegible]	،، برگ حنا	[illegible]
،، چنبیلی	[illegible]	،، مجموعہ	[illegible] صد برگ [illegible]	،، راحت روح	[illegible]
،، کیوڑا	[illegible]	،، جوہی	[illegible]	،، سہاگ	[illegible]
،، خس	[illegible]	،، سنگترہ	[illegible]	،، مہک پری	[illegible]
،، قند	[illegible]	،، چمپا	[illegible]	،، روح پانڑی	[illegible]
،، مولسری	[illegible]	،، سیوتی	[illegible]	،، مٹی	[illegible]
،، اگر عرقی کہنہ	[illegible]	،، اگر عرقی کہنہ	[illegible]	روح گلاب اصلی	[illegible]
روح خس اصلی	[illegible]	،، ناگیسر	[illegible]	،، شہناز	[illegible]
،، مخلوط آصفی	[illegible]	،، مخلوط عنبری	[illegible]	محبوب پسند	[illegible]

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چنبیلی فی سیر [illegible]، روغن بیلہ فی سیر [illegible]، روغن کیوڑا فی سیر [illegible]، روغن حنا فی سیر [illegible]

اعلیٰ درجہ کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو مشکی فی سیر [illegible]، قوام مشکی فی تولہ [illegible]، گولیاں تمباکو مشکی طلائی فی تولہ [illegible]

ایضاً زعفرانی [illegible]، ایضاً [illegible]، تقری فی تولہ [illegible] بلا ورق [illegible]

نوٹ :۔ درخواست آتے ہی ویلیو پے ایبل روانہ ہوگا، باردانہ و مصارف ڈاک ذمہ خریدار

آپکا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ



منصور حلاج



از مولنا شرر مرحوم و مغفور

"ابو مغیث حسین بن منصور حلاج" بڑے مشہور بزرگ ہین۔ ان کی شہرت کو شاید دنیا مین انھین کے سے دو ایک اور مستقل مزاج پہونچے ہون تو پہونچے ہون ورنہ اور کسی کو ان کے مثل شہرت نہین حاصل ہوئی۔ دنیائے عشق مین انھون نے جان ڈال دی۔ اور عاشقانہ از خود رفتگی کا ایسا پرجوش اور مجنونانہ سمان دکھایا کہ پھر نہ نظر آیا۔ شریعت وجد و محویت کا پیغمبر اگر انھین کہا جائے تو زیبا ہے۔ ان کے بعد جس کے دل مین تصوف کے دریا نے جوش مارا انھین کے نقش قدم پر چلا۔ ادھر پچھلے دور مین جب حامی شرع سلطان اورنگ زیب غازی (رحمۃ اللہ) کے حکم سے اسی قسم کی مجنونانہ از خود رفتگی کی سزا مین سرمد کو قتل کیا ہے تو انھون نے باوجودیکہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے لیکن مرنے سے چند روز پہلے اس شعر کے ذریعہ سے منصور حلاج کی عظمت و وقعت کا اعتراف کیا تھا۔ فرمایا۔

عمریست کہ آن قصہ منصور کہن شد　　من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

منصور سے سرمد کو ایک بات مین اور بھی شباہت تھی جس طرح سرمد ایک اسرائیلی نسل کے بزرگ تھے۔ اور ان کا خاندان یہودیون مین سے تھا اسی طرح منصور حلاج آتش پرستون یا مجوسیون کی نسل سے تھے۔ منصور کے دادا آتش پرست تھے۔ بابیا ایمان لائے۔ اور اسی طریقہ سے انھون نے ایک مسلمان گھر مین اور اسلامی سوسائٹی مین پرورش پائی۔ ابتداءً مشاہیر مین نہ تھے اس لیے اس کا بھی پتہ لگانا مشکل ہے کس سنہ مین وہ پیدا ہوے۔ اور کیونکر کھیل کود کے بڑے ہوے۔

ان کی نسبت عجب مختلف خیالات ہین۔ اور مسلمان علما کی تحریرین دیکھی جائین تو ایسا تضاد کسی کے بارے مین نہ نظر آئے گا جیسا کہ ان کے بارے مین نظر آتا ہے۔ بعض تو

انھین اعلیٰ درجہ کا مسلمان۔ اور بہت بڑا ارا ستباز مومن خیال کرتے ہین بعض ان کی مخالفت مین اس حد تک بڑھ گئے ہین کہ ان کو کافر اور مرتد خیال کرتے ہین۔ علماے شیعہ نے ان کو شیعہ لکھا ہے۔ اور نہایت زور دے رہے ہین کہ وہ ایک شیعہ اثنا عشریہ تھے۔ ان کی نسبت یہ سب خیالات ہین۔ مگر وہ ایک ایسے مقام پر ہین جہان تک اس قسم کی کوئی آواز نہین پہونچ سکتی۔

ہم وہان ہین جہان سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہین آتی؎

مقام بیضا مین جو ایران کا ایک شہر ہے پیدا ہوے۔ اس قدر تو مسلم الثبوت ہے لیکن اس کے بعد یہ اختلاف ہے کہ علامہ ابن خلکان تو کہتے ہین کہ انھون نے واسط اور عراق مین نشو و نما پایا اور قاضی نور اللہ شوشتری مشہور فاضل اثنا عشری اپنی کتاب مجالس المومنین مین بیان کرتے ہین کہ انھون نے شہر شوشتر مین تربیت پائی۔ دو سال وہان رہے۔ اور سہیل ابن عبد اللہ کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔ دو برس بعد جب اٹھارہ برس کی عمر ہوئی ایران چھوڑ کے عراق عرب کی راہ لی۔ اور بغداد مین جا کے ٹھہرے اور صوفیون کی صحبت مین شریک ہوے۔ تصوف کا نیا نیا ورق دنیاے اسلام مین پیدا ہوا تھا۔ اور فلسفۂ شام لیمن کی روحانی تعلیمون نے ایک زمانے کو اپنا شیدا بنا لیا تھا۔ اگرچہ فلسفۂ مشائی اور ارسطو کے خیالات مدارس مین رواج پاتے جاتے تھے اور ایک قوی از بردست فرقہ معتزلہ کا پیدا ہو چکا تھا۔ لیکن بڑے بڑے مدعیان ایمان نے جس سرگرمی اور ذوق و شوق سے تصوف کو لیا اس کے مقابلہ مین فلسفہ مشائی کی بالکل قدر نہین ہوئی غرض فلسفۂ الٰہی کی کشش نے شیخ منصور کو بھی اپنی طرف کھینچا۔ جنید بغدادی اور ابو الحسین نوری کی صحبتین شائقین زہد و تقویٰ کا مرجع و ماویٰ تھین ان کی صحبت مین شریک ہوے۔ پھر وہان سے سوشتر آئے۔ چند روز بعد فقرا کے ایک گروہ مین شامل ہو کے پھر بغداد گئے۔ اور اس سفر مین بغداد مین ٹھہرنے کی نوبت نہین آئی۔ بلکہ وہان سے سیدھے مکہ معظمہ گئے۔ حج سے شرفیاب ہو کے پھر بغداد آئے۔ اور وہان جنید بغدادی کی خدمت مین حاضر ہو کے زندگی بسر کرنے لگے۔ وہان سے پھر شوشتر مین آئے۔ اس مرتبہ جو آئے تو ایسے تورع اور عالمانہ داب سے زندگی بسر کرتے تھے کہ لوگون کے دلون مین ان کی بہت کچھ وقعت پیدا ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھون نے شوشتر مین اپنے بہت سے حاسد بھی پیدا کر لیے۔ حاسدین کے خیالات سن کے کچھ دل اکتایا تو پھر سفر کو روانہ ہوے۔ پانچ برس تک خراسان ماورالنہر اور سیستان وغیرہ خدا جانے کہان کہان مارے مارے پھرتے رہے پھر فارس

مین آئے اور خلق اللہ کو وعظ و نصائح سے فائدہ پہونچانے لگے۔ بلکہ ان دنون وہان وہ عبداللہ زاہد کے لقب سے مشہور تھے۔ پھر فارس آ ہواز گئے۔ اور فقیرانہ شیرپا سے چند روز بسر کرکے بصرہ ہوتے ہوئے دوبارہ مکہ معظمہ گئے۔ اس سفر مین بہت سے لوگ اُن کے ہمراہ تھے۔ اسکے بعد بصرے آگئے ادھر اُدھر سیر کرکے پھر تیسری دفعہ عازم حج ہوئے۔ اس پچھلے سفر کے بعد اس قدر حوصلہ بڑھ گیا تھا کہ بلاد اسلامی سے باہر قدم نکالا۔ اور چین۔ ہندوستان اور ترکستان کا سفر کیا۔

حلاج جوان کا لقب ہے اسکے معنی دھینے کے ہین۔ لیکن کوئی صاحب یہ خیال کرین کہ یہ دُھینے تھے۔ ایک دن کسی ضرورت سے ایک دُھینے کے پاس گئے۔ اور کہا میرا یہ کام کردو۔ اس نے کہا مین اسوقت روئی دُھنک رہا ہون کہین جانے مین میرا کام رہجائے گا۔ اسوقت مجھے معذور رکھیے۔ انھون نے کہا تم جاؤ تو تمھاری روئی مین دھنک دون گا۔ یہ سن کے وہ اُٹھ کے کام کو گیا اور یہ بیٹھ کے روئی دھنکنے لگے۔ دھنیا جو آکے دیکھتا ہے تو ساری روئی دھنکی رکھی ہے اور آپ بھی سراپا روئی کے بنے ہوئے ہین۔ ان کا یہ واقعہ لوگون مین مشہور ہوا اور یہ حلاج کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

آخر عہد مین ان مین وحدت کا جوش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ خودی سے گزر گئے اور نعرۂ انا الحق بلند کیا۔ جس کی نسبت ان کے طرفدارون کا یہ خیال تھا کہ چونکہ وہ جوش وحدت مین خودی سے گذر گئے ہین۔ اور سوا سے نور الٰہی کے اُنھین کچھ سوجھتا ہی نہین۔ اسوجہ سے ایسا کلمہ اُن کی زبان سے نکلتا ہے۔ لیکن یہ امر علماے ظاہر کے زیادہ خلاف گزرا۔ بارہا ان کے روکنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ خود اُن کے اس ایک قطعہ نے ان کے مافی الضمیر کو اور ابھار دیا۔ کہتے ہین۔

انا من اھوی و من اھوی انا　نحن روحین حللنا بدنا

مین وہی ہون جس کو مین چاہتا ہون۔ اور جسکو مین چاہتا ہون وہ مین ہی ہے۔ ہم دونون دو روحین ہین جنھون نے ایک ہی بدن مین حلول کیا۔

فاذا ابصرتنی ابصرتہ　واذا ابصرتہ ابصرتنا

لہذا جب وہ مجھے دیکھتا ہے مین اُسے دیکھ لیتا ہون اور جب مین اُسے دیکھتا ہون وہ مجھے دیکھ لیتا ہے۔

ان کے ان خیالات و کلمات کی شہرت ہوئی۔ اور لوگ برہم ہو ہو کے ان کی طرف

دیکھنے لگے۔ ابتداً کوشش کی گئی کہ یہ اپنے اس خیال سے باز آئین لیکن ان کو اتنا ہوش کہان کہ اس عالم استغراق مین کسی کی سنتے۔ اکثر علماے عصر نے فتوی دیا کہ یہ واجب القتل ہین اس لیے کہ مرتد کے واسطے اسلام قتل کا فتوی دیتا ہے۔ اگرچہ اکثر علما نے یہ فتوی دیا مگر ابو العباس سریج سے جب پوچھا جاتا کہ آپ کی ان کے بارے مین کیا راے ہے تو وہ سکوت کرتے تھے۔ اور اگر زیادہ مجبور کیے جاتے تھے تو اتنا کہدیتے تھے کہ اس شخص کا حال مجھ سے چھپا ہوا ہے مین اس کی نسبت کوئی راے نہین قائم کر سکتا لیکن زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ مقتدر باللہ عباسی کے وزیر حامد بن عباس کی صحبت مین اتفاقاً جو قاضی ابو عمر کے سامنے ان کا ذکر آیا تو انھون لے ان کے واجب القتل ہونے کا فتوی دیا۔ اور اس پر اس وقت تمام حاضرین محفل نے دستخط کر دیے جب یہ خبر منصور حلاج کو پہونچی تو انھون نے کہا میرا خون حرام ہے۔ اور یہ تم کو نہ چاہیے کہ میرے واسطے ایسا فتوی دو۔ اور میری خونریزی حلال کر دو۔ سنو میرا اعتقاد اسلام ہے۔ مین مذہب اہلسنت جماعت کا متبع ہون۔ اور خلفاے اربعہ اور باقی عشرۂ مبشرہ کو دیگر صحابہ پر ترجیح دیتا ہون۔ اتباع سنن رسول مین میری تصنیف کی ہوئی کتابین موجود ہین۔ کتب فروشون سے پوچھو وہ کتابین مل جائین گی۔ باوجود ان سب باتون کے پھر میرا خون کیونکر حلال ہو سکتا ہے اس کا لوگون نے کچھ جواب نہین دیا۔ اور کیونکر جواب دیتے۔ وہ اپنے اس دعوے انا الحق سے باز ہی نہین آتے تھے۔ آخر علما کے فتوے تکمیل کو پہونچ گئے۔ اور منصور گرفتار کر کے قیدخانہ مین بھیج گئے۔ ان کو گرفتار کر کے وزیر نے خلیفہ مقتدر کو لکھا کہ منصور کی یہ کیفیت ہے اور علما نے ان کی بابت ایسا فتوی دیا ہے اس کے ہان جو صحبت ہوئی تھی اس کا پورا حال لکھا۔ اور بتایا کہ تمام اہل فتوی اور قاضیان اسلام منصور کے واجب القتل ہونے پر مہرین اور دستخط کر چکے ہین۔ اس کے جواب مین مقتدر نے لکھا جب قاضیون نے فتوی دیدیا پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا احتیاج رہی۔ لہذا ان کو صاحب شرطہ (محتسب) کے سپرد کرو۔ وہ پہلے ہزار کوڑے لگائے۔ اگر ہزار کوڑون مین کام تمام ہو جانے تو خیر ورنہ پھر ہزار کوڑے لگائے۔ اور اس کے بعد ان کی گردن مارے۔ یہ حکم پا کے وزیر نے منصور کو صاحب شرطہ کے حوالہ کیا اور مقتدر کا حکم سنا کے اتنی ترمیم اور کی کہ اگر دو ہزار کوڑون مین دم نہ نکلے تو پہلے ایک ہاتھ کاٹ لو۔ پھر ایک پاؤن پھر دوسرا ہاتھ پھر دوسرا پاؤن۔ ان سب مراتب کے بعد سر کاٹے۔ اس حکم کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ منصور

اگر تمکو دھوکہ دے بلکہ کہے کہ مین سونے چاندی کے دجلہ و فرات جاری کردونگا تو بھی اسکی باتون مین ہرگز نہ آنا اور خبردار سزا دہی سے اپنا ہاتھ نہ روکنا اس نے کوئی معمولی جرم نہین کیا۔ اور یہ مرتد و دشمن اسلام ہے۔ صاحب شرطہ نے منصور کو لیجا کر رات بھر اپنی حراست مین رکھا اور دوسرے دن صبح کو اس حکم کی تعمیل قرار پائی۔

اس کی از خود رفتگی نے کاش یہ حکم سن کر اُن گزشتہ لغزشون سے انحراف کیا ہوتا نہین ایسا نہین ہوا بلکہ مشہور ہے کہ ان سے وہ خلاف شرع جذبات اور ترقی کر گئے تھے۔ لہذا فیصلہ ہوگیا کہ قاضیون کے فتوے انھین روز بد ضرور دکھائینگے۔

آخر صبح ہوئی اور وہ ہولناک دن آگیا جبکہ وہ از خود رفتہ پاکباز کو شرعی جرم پر سزا ملنے والی تھی۔ منگل کا دن تھا ۳۰۹ھ کے ماہ ذیقعدہ کی ۲۲ یا ۲۴ تاریخ تھی منصور کو نکال کر باب الطاق مین لائے۔ جو مجرمون کا قتل گاہ تھا اور اطراف و جوانب سے عوام الناس کا ایک ہجوم عظیم ہوگیا۔ مورخین کہتے ہین کہ ان کے قتل کے وقت اتنی خلقت بغداد مین جمع ہوگئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ تعداد و قیاس سے اُس کا اندازہ نہین ہو سکتا ہے۔ الغرض جلاد اُن کو لے کے درمیان مین آیا۔ اور اُن پر کوڑے پڑنے لگے۔ برابر تابڑ توڑ ایک ہزار کوڑے پڑے اور اُس مرد خدا نے آہ نہ کی۔ بلکہ جب ایک ہزار کوڑے پڑ چکے تھے اور ہزار باقی تھے کہ انھون نے جلاد کیطرف مخاطب ہو کے کہا "ذرا ٹھہر جا اور ادھر آ۔ مین تمکو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہون۔ اور وہ ایسی نصیحت ہے کہ تمھین قسطنطنیہ کے ملک سے بھی زیادہ دلفریب معلوم ہوگی"

جلاد بولا "ہان ہان مین سن چکا ہون کہ تجھ مین بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ بڑھ کر فقرہ بازیان آتی ہین۔ یہ نہ ہوگا کہ مین کوڑون سے ہاتھ روکون" تھوڑی دیر مین ہزار کوڑے پورے ہوگئے۔ جلاد نے حسب مذکورہ اُن کے چارون ہاتھ پاؤن کاٹ کے ڈال دیے پھر اس کے بعد اُن کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ ان باتون سے فراغت کر کے ان کی لاش لکڑیون مین رکھ کے جلائی گئی جب سب ہڈیان پسلیان جل کے خاک ہوگئین تو وہ خاک اُٹھا کے دجلہ مین بہا دیگئی۔ اور سر جو جلانے سے باقی رہ گیا تھا دجلہ کے پل پر لٹکا دیا گیا۔ منصور کے معتقدین کا خیال تھا کہ چالیس دن کے بعد وہ زندہ ہو کے پھر دنیا مین آجائینگے اور اپنے ساتھیون کی سرگروہی کرینگے۔ اسی شوق مین لوگ روز جا جا کے ان کے سر کو دیکھتے تھے۔ اور عبرت حاصل کرتے تھے۔

اتفاقات زمانہ عجیب چیز ہین۔ اور اکثر اوقات دنیا مین انھین اتفاقات کے ہاتھون عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوے۔ اسیطرح اتفاقاً قتل منصور کے چند روز بعد موسم باران مین دجلہ

ایسا بڑھا کہ سیلاب آگیا! ان کے معتقدین نے یقین کرلیا اور مشہور کر دیا کہ یہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ منصور مظلوم کی خاک دجلہ میں ڈالی گئی تھی۔

کچھ یہ بھی نہ تھا کہ سب لوگ منصور کو مقتول ہی خیال کرتے ہوں بعض نے اُن کی بابت وہی عقیدت قائم کی جو قرآن پاک میں حضرت مسیح بن مریم کی نسبت مذکور ہے "مَا صَلَبُوهُ وَمَا قَتَلُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُم" یعنی منصور قتل نہیں ہوے۔ اور نہ ان پہ وہ مذکورہ عذاب ہوے تھے۔ بلکہ ایک اور شخص ان کی صورت کا ہوگیا! اور وہ غائب ہوگئے۔

منصور کی نسبت طرح طرح کے خیالات ہیں! اور شاید انھیں خیالات کی بنا پہ قاضی نور اللہ شوشتری کو اس بات کا موقع ملا کہ منصور حلاج کو شیعہ لکھ دیں۔

علامہ ابن خلکان کہتے ہیں کہ امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک ابن شیخ ابو محمد جوینی نے اپنی کتاب "شامل فی اصول الدین" میں ایک فصل قائم کی ہے جس میں منصور سے بہ تفصیل بحث کی ہے! اور لکھ دیا ہے کہ جنابی ابن مقنع! اور حلاج منصور ان تینوں نے باتفاق اس امر میں کوشش شروع کی تھی کہ اسلام میں ارتداد پھیلا کے ایک فساد پیدا کریں چنانچہ جنابی نے اطراف حسا! اور ابن مقنع نے بلاد ترک! اور حلاج نے بغداد خاص میں اپنے خیالات کا اظہار کرکے لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا تھا! اور اسی بنا پہ منصور قتل بھی کیے گئے۔ عموماً علماے شیعہ ان لوگوں کو جو دولت عباسیہ کے خلاف تھے ائمہ اثنا عشر رضوان اللہ علیہم کا ہمدرد خیال کر لیتے ہیں! اور اسی خیال پر شیخ طوسی نے لکھ دیا کہ حسین حلاج شیعی مذہب تھے۔ اور باوجود اسکے کہ یہ ایک بالکل نیا اور ساری دنیاے اسلام کا چونکا دینے والا دعویٰ تھا کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ یہ دعویٰ جسکو شیخ طوسی اور علامہ علی دونوں اکابر علماے اثنا عشریہ نے محض دعوے کی طور پہ بیان کیا تھا بالکل بے دلیل چلا آتا تھا۔ یہاں تک کہ آخر عہد میں شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری نے اس پر استدلال کیا! استدلال یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ مجھے کتاب انساب سمعانی کا ایک قدیم نسخہ ملا جس کے حاشیہ پر لکھا تھا کہ کتاب معتبر سنجری جو شمس المعالی کے عہد میں تالیف ہوئی اس میں لکھا ہے کہ حسین بن منصور لوگوں کو امام محمد مہدی صاحب الزمان کی طرف بلاتے تھے۔ اور ان کی نقیب تھے! اور سب سے وعدہ کرتے تھے کہ وہ عنقریب طالقان دیلم سے ظہور فرمائیں گے اسی بنا پر ان کو بغداد کے لوگ لے گئے اور سولی دیدی۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ منصور کا گناہ جسکی وجہ سے اُن کا خون حلال کیا گیا وہ صرف شیعہ ہونا امام مہدی پر ایمان لانا لوگوں کو ان کی طرف مدعو کرنا۔ اور خلفاے عباسیہ کی بیخ کنی کا ساعی ہونا تھا۔

ان تمام خیالات کی بنا وہی قول ہے جو امام الحرمین سے نقل کیا گیا۔ اس لیے کہ امام الحرمین نے منصور اور اُن کے دو اور ہم خیالون کو باتفاق دشمن آل عباس بتایا ہے لیکن ابن خلکان نے اس کا جواب معقول دیدیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اتفاق سے ایک کام کرنا اس امر کو لازم ہے کہ سب ایک عہد مین ہون۔ حالانکہ منصور اور وہ دونون ایک عہد مین نہ تھے۔

زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ منصور نے علماے بغداد کے سامنے جب اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا چاہا تھا تو منجملہ اپنے دیگر اعتقادات کے یہ بھی اپنا اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ خلفاے اربعہ کو مین ترتیب خلافت کے ساتھ افضل اور واجب الاطاعت مانتا ہون اگر مجرد شیعیت کے گمان نے ان کو قتل کرایا تو لازم تھا کہ یہ اعتقاد ظاہر کرتے وقت ان کا قول مان لیا جاتا خصوص جبکہ بہت سے علماے شیعہ جنھون نے اپنے تئین سنی بتایا فوراً چھوڑ دیے گئے جن کا تذکرہ قاضی نور اللہ شوشتری نے اپنی کتاب مین جابجا بیان کیا ہے۔ منصور نے جو اعتقادات ظاہر کیے ان مین سے جس کی مخالفت خود اُن سے ظاہر ہوتی تھی وہ یہی کلمہ انا الحق تھا جس کے کہتے ہی اُن کی توحید مشکوک ہو جاتی تھی۔ اور کسی اعتقاد کی مخالفت کا تذکرہ نہین کیا گیا۔ اور نہ ثابت ہوتا ہے کہ ان سے ظاہر ہوئی۔ پھر باوجود اسکے کہ ان کا صریحی جرم معلوم ہے اگر دعویٰ کیا جائے کہ معلوم جرم کے علاوہ وہ کسی اور جرم پر سزایاب ہوے تو بیشک افسوس کے قابل بات ہوگی۔

بہرحال اس مین کوئی شک نہین کہ منصور کی بابت ہر طرح کے خیالات پیدا ہوے اور انھون نے اس صبر و استقلال سے جان دی تھی کہ ان کے تمام عیوب نظرون سے چھپ گئے۔ اور دنیا ان کی طرفدار ہوگئی۔ شعرا نے اپنی شاعرانہ دُھن مین جسطرح شیخ۔ زاہد۔ واعظ۔ محتسب۔ شیخ۔ اور خضر کو ہمیشہ مورد سہام بنایا اسی طرح بے خطا و بے قصور اور بالکل بلا انصافی سے قائلین منصور کو گالیان دینے لگے۔ کوئی تعجب نہین اگر ان کی مظلومی پر آنسو بہانے والون نے جوش مین آکے اسیطرح جس طرح خود اُنھون نے علی الاعلان کلمہ "انا الحق" کہا تھا یہ شعر کہہ دیا۔

"تا قلم در دست غدارے بود — لاجرم منصور بر دارے بود

منصور کی نسبت توحید سے کرنا بھی دشوار ہے اس لیے کہ جس نے علی سبیل الاشتہاد (معاذ اللہ) دعویٰ خدائی کیا ہو اسکی نسبت شرع شریف سوا اسکے اور کیا فتویٰ دے سکتی تھی۔ خصوصاً اس عہد مین جبکہ یہ خیال بالکل ایک نیا اور دنیاے اسلام کے عام اعتقادات سے بہت ہی جدا معلوم ہوتا تھا جن بزرگون نے اُن کے اباحۂ خون کا فتویٰ دیا۔ وہ ہمارے عہد مین ہوتے تو یا انھین اپنا فتویٰ مسترد کرنا پڑتا۔ اور یا آدھے مسلمانون سے بھی زیادہ سولی پر لٹکتے نظر آتے۔ اس لیے کہ جسے دیکھیے بجاے

خود منصور روسرمد ہی۔ان دونون تو تین سو برس بعد بغداد مین "انا الحق" کی صدا ایک نئی آواز کی معلوم ہوئی تھی! اور آج ہر طرف سے ایسی ہی آوازین آرہی ہین ہر عالم و جاہل جوش وحدت مین فنا ہی۔ ہر صاحب حال و قال اور ہر شخص جوش بیخودی ہی مین نہین ہر حالت مین پکارا کرتا ہے۔

خود کوزۂ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ — خود رند سبو کش

خود بر سر آن کوزہ خریدار بیامد — بشکست و روان شد

ان کے قائلین پر زیادہ الزام دیے جانے کی وجہ یہ ہی کہ معترض اُن کا قیاس موجودہ دنیا پر کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ جس طرح آج ہر شخص انا الحق کہتا پھرتا ہے ان دونون ایسا نہ تھا۔

وحدت وجود ایک نازک مسئلہ ہی جس پر استدلال بہت کم کیا گیا۔ صرف نکات درسوز اور دل خوش کن باتون پر اسکی بنا قائم کی گئی ہے۔ براہمہ کے مطابق اشراقیین یونان کے اعتقادات کا پہلا مسئلہ وحدت وجود تھا جس طرح مشائین کہتے تھے کہ تمام عالم عناصر مین دو چیزین ہین ایک ہیولی اور ایک صورت! اسیطرح اشراقیین کہتے تھے کہ تمام ما فی الکون مین دو چیزین ہین۔ ایک وجود اور ایک ہیئت۔ وجود یعنی وہ وصف جسکی بنا پر ہر چیز کو معدوم نہین موجود کہہ سکتے ہین۔ جو چیز تمام کائنات مین مشترک ہی اور ماہیت وہ چیز ہی جس کے اعتبار سے بتایا جا سکتا ہے کہ یہ آدمی ہی۔ یہ بکری ہی۔ یہ ہاتھی ہے۔ یہ گھوڑا ہی۔ یہ درخت ہی۔ یہ پتھر ہی۔ بلکہ اس سے بھی خاص یعنی یہ زید ہے۔ یہ بکر ہے۔ اشراقیین کہتے تھے کہ ماہیت تو محض ایک اعتباری اور عرضی چیز ہے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ فقط اعتبارات اور خیالات ہین۔ جو چیز کہ اصل مین ہی وہ وہی وجود ہے۔ جسکو ہر موجود سے برابر کا اور ایک ہی قسم کا تعلق ہے اور وہی وجود خدا ہے۔ جس کو زیادہ واضح کر کے یون کہنا چاہیے کہ من حیث الاطلاق واجب اور من حیث اس کے کہ وہ کسی خاص شئے کیطرف منسوب ہو ممکن ہی۔ اسی بنا پر اشراقیین کہتے تھے کہ ہر چیز خدا ہے۔ جب فلسفۂ اسلام مین آیا تو ارسطو کے اصول مشائی کے ساتھ حکمائے متاخرین یعنی اشراقیین کی باتین اور خاص سقراط و افلاطون کی تعلیمین بھی رواج پذیر ہوئین۔

محنت و مشقت

سر والٹر اسکاٹ کہتا ہے کہ "بڑے جادوگر میکائیل اسکاٹ کو تجربہ ہوا کہ جس شیطان سے اسکو تعلق تھا اس کے پنجہ سے وہ اپنے آپ کو صرف اس طرح بچا سکا کہ ہمیشہ کسی کام مین لگا رہتا" یہی امر ہم سب پر بھی صادق آتا ہے۔ وہ شیطان جو انسان کے اندر سے نکال دیا گیا تھا گھر خالی پا کے پلٹا۔ پھر اندر رسا گیا۔ اور سات اور شیطانون کو بھی اپنے ساتھ لیتا آیا جو اس سے بدتر ہین۔

کاہلی سستانا نہین ہے۔ کیونکہ وہ کام سے بھی زیادہ تھکانے والی چیز ہے رومیون مین مثل مشہور تھی کہ "اگر تم کچھ کام نہین کرتے تو بھی سستانا دشوار ہے"

جلد بازی ہرگز نہ کرو۔ کیونکہ قدرت کبھی جلدی نہین کرتی سوئٹزرلینڈ کا ایک رہبر یا سانو عمر پہاڑی شخص کو سب سے پہلے جو نصیحت کرتا ہے اور جس کا وہ اکثر اعادہ کرتا رہتا ہے یہ ہے کہ "انسان کو آہستہ چلنا چاہیے اور سنبھل کے چلنا چاہیے" یا یہ کہ "نہ زیادہ تیز چلنے کی کوشش کرو اور نہ دیر لگاؤ" تاہم اب اور تب دم لے لیا کرو۔ طاقت ور سبیل کو بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ریل کی کھدائی کی لمبی لکیر سے مسافت کا اندازہ ہوتا رہتا ہے۔ جس کے ختم ہوتے ہی ضرورت ہے کہ اُسے ذرا سستانے کا موقع دیا جائے۔ اسی طرح زندگی مین بھی ترقی کا بڑا راز یہ ہے کہ کبھی جلدی نہ کرو۔ اور کبھی دیر نہ لگاؤ۔ ایک مشرقی مثل ہے کہ "جلدی کام شیطان کا۔ اور صبر سے عیش کا دروازہ کھلتا ہے"

اکثر لوگون کا یہ خیال نظر آتا ہے کہ عجلت کر کے وہ بہت سا وقت بچا لین گے۔ مگر یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ پھرتی سے چلنا بہتر ہے۔ مگر کسی کام مین جلد بازی کے ساتھ گھس پڑنے کے بہ نسبت یہ بدرجہا بہتر ہے کہ اسے عمدگی کے ساتھ انجام دیا جائے۔

قطع نظر اس کے خود کام کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اگر وہ بے قاعدگی سے وقتی جوشون سے۔ رہ رہ کے شروع کرنے سے اور عجلت کے ساتھ کیا گیا ہو تو بہت زیادہ تھکانے اور زیادہ محنت لینے والا ہوگا بمقابل اس کے کہ وہی کام آہستہ آہستہ

استقلال اور باقاعدگی سے بغیر عجلت اور گھبراہٹ کے کیا جائے تو بڑے آرام سے پورا ہو جائے گا۔ جلد بازی کام ہی کو نہیں بلکہ زندگی کو بھی غارت کر دیتی ہے۔

گوئٹھ کا اصول زندگی تھا کہ "بغیر عجلت و آرام کے کام کیے جاؤ"۔

اگرچہ ہم نے جو "آرام" کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے اس کا صحیح مفہوم نہیں ادا ہوتا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "جلدی نہ کرو۔ اور ایسا نہ کرو کہ بے توجہی کا کام تمہارے جوش کی رفتار میں ہمیشہ کے لیے خلل ڈال دے۔ خوب سوچو۔ اور صحیح راستہ کو معلوم کرو۔ پھر آگے بڑھو۔ اور اپنی قوت کو پہچان جاؤ۔ عجلت نہ کرو۔ کیونکہ بے توجہی کے ایک کام کے ضرر کو زمانہ سالہا سال میں بھی نہیں مٹا سکتا چین نہ لو۔ زندگی نکلی جاتی ہے۔ قبل اس کے کہ موت آئے جاؤ اور جرأت دکھاؤ۔ کوئی بڑا اور باعظمت کام زمانہ پر فتح حاصل کرنے کے لیے یادگار چھوڑ جاؤ۔ ان جسمانی شکلوں کے مٹ جانے کے بعد ابدی زندگی حاصل کرنا نہایت مبارک ہے"۔

لہذا سخت محنت کرو۔ مگر عجلت نہ ہو۔ نہ اس میں ہماہمی کرو اور نہ پریشان ہو۔

مسٹر فرنسیس گالٹن کہتے ہیں "اپنے سفر میں آگے بڑھتے رہنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہو۔ اور نظر شوق دوڑا دوڑا کے منزل مقصود کیطرف نہ دیکھو حصول تہذیب کا خیال اچھا ہے مگر اس طرح نہیں کہ اس وقت دشواریوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور طوفان بلا سے نجات پاکے ساحل پر پہونچ جاؤ گے۔ بلکہ اس طرح کہ جیسے کسی بات پر افسوس کر رہے ہو۔ اور اس وقت ایک مہتم بالشان خوشگوار زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس طریقہ سے بغیر اس کے کہ خطروں سے زیادہ سابقہ پڑے تم خود بخود تعلقات بڑھاتے اور جس سرزمین میں گذر رہے ہو اسکی قابلیتیں حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھو گے۔ جو بات کہ عجلت اور دشواریوں کے سفر میں غیر ممکن ہے۔ اس حالت میں چند مہینہ گذر جانے کے بعد پلٹ کے دیکھو گے تو متحیر ہو گے کہ تم کتنی بڑی مسافت کو طے کر آئے ہو۔ کیونکہ اگر تم فی یوم ۳ میل کا اوسط لگاؤ تو سال کے اختتام پر تم ایک ہزار میل چل چکے ہو گے جو ایک بہت ہی معتدبہ فاصلہ ہے۔ خرگوش اور کچھوے کی کہانی خاص اُن سیاحوں کے لیے بنائی گئی ہے جو کسی وسیع

اور نامعلوم سرزمین کا سفر کر رہے ہون"
تڑکے اُٹھو جسم و دماغ کو ورزش اور دم لینے کے ذریعہ سے ترقی دو۔ غذا مین اعتدال سے کام لو۔ ایک مناسب حد تک سوؤ۔ اور ہر چیز کو معمولی خیال کرو۔ بس یہی امور اس کے لیے کافی ہین کہ تمھین اپنے کام سے تکلیف نہ پہونچے گی۔ گھبراہٹ اور جوش بے صبری اور اضطراب سے تم کام نہ کر سکو گے۔ اور ممکن ہے کہ آخر کو یہ چیزین تمھین ہلاک کر ڈالین۔ یا کم از کم تمھین کسی بیماری کا شکار بنا دین۔ لیکن اگر تم ہشاش بشاش رہ کے اطمینان و سکون کی زندگی اختیار کرو گے تو دماغی سرگرمی اور آزاد خیالی سے تمھاری روح کو وہی نفع حاصل ہوگا جو ورزش اور تازی ہوا سے جسم کو پہونچتا ہے۔ یہ چیزین تمھاری عمر کو گھٹائین گی نہین بلکہ بڑھائین گی۔

ڈیونپورٹ ایڈم کا قول ہے "صبر مدبر سلطنت کا دماغ ہے سپاہی کی تلوار ہے۔ موجد کا راز ہے۔ اور طالب علم کا کلمہ "کھل جا سمسم" ہے"[ع]

ہماری نیکوکار ملکہ (ملکہ معظمہ وکٹوریہ) تاریخ کے بہترین سلاطین مین تھین اور یہ کس لیے؟ اس مین شک نہین کہ وہ بڑی منصف مزاج اور ہنرمند تھین مگر اصلی خوبی یہ تھی کہ اپنے لیے انھون نے کسی قسم کی مشقت اٹھا نہین رکھی۔ اُن کا کارگزاری کا جوش اس خیال سے ظاہر ہوتا ہے جو انھون نے **لارڈ مانٹگل** کے سامنے ظاہر کیا تھا اور جو کتاب **یادگار مسٹر جمیسن**" مین مذکور ہے لارڈ مانٹیگل نے ایک بار **ملکہ معظمہ** کے سامنے افسوس کے ساتھ کہا کہ مجھے اپنے کاروبار کی وجہ سے بڑی دشواریون کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" اس کے جواب مین انھون نے کہا "میرے سامنے دشواری کا لفظ زبان سے نہ نکالو۔ جس کام کو کرنا ہو اسکی نسبت مجھے فقط اتنا بتا دو کہ کیونکر کیا جائے پھر جہان تک بنے گا مین اُسے کر ہی کے چھوڑون گی"

[ع] الف لیلہ مین "علی بابا اور چالیس ڈاکوؤن" کا ایک قصہ ہے جس مین مذکور ہے کہ کلمات "کھل جا سمسم" زبان پر لاکے ڈاکو اپنے طلسمی خزانہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ انگریزی مین اسی قصہ کی وجہ سے یہ کلمہ ضرب المثل ہو گیا ہے۔

لہذا زندگی مین تمھارے سپرد جو کچھ فرائض اور کار منصبی ہون اُن کے اُسی طرح بجالانے کی کوشش کرو جس طرح کہ انھین بجالانا ہو۔"

ڈیوک آف ولنگٹن کی کامیابیون مین اُن کے عمدہ کاروباری شخص ہونے کو اتنا ہی دخل تھا جتنا کہ اُن کے ایک بہت بڑے سپہ سالار ہونے کو۔ وہ کمسریٹ اور رسد کی ادنے ادنے باتون پر بھی توجہ کے ساتھ نظر رکھتے تھے۔ اُن کو اپنے گھوڑے کی گھاس اپنی فوج کے اچھے کھانے۔ آرام دہ لباس اور مضبوط جوتون کا بھی ہمیشہ خیال رہتا تھا۔

حضرت سلیمان فرماتے ہین "جس آدمی کو تو اپنے فرائض انجام دینے مین سرگرم دیکھتا ہے وہ بادشاہون کے سامنے کھڑا ہوگا **اور سینٹ پال** کا قول ہو "اپنے کامون مین سُستی نہ کرو۔ طبیعت مین جوش رکھو۔ اور خدا کی اطاعت کرو۔"

مشقت اپنا انعام خود ہی دیتی ہے **کلمبس** نے ہندوستان کا مغربی راستہ ڈھونڈھنے مین امریکہ کا پتہ لگالیا۔ اور بقول **گوئٹھ** کے "ساول (پہلے بادشاہ بنی اسرائیل طالوت) کو اپنے باپ کے گدھے ڈھونڈھنے مین سلطنت مل گئی۔"

فرینکلن کا قول ہے "جو باتین تمھین کرنا ہین اُن کا قصد کرو۔ اور بغیر پہلوتہی کے اپنا قصد پورا کرو۔"

بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے کہ ذہانت و طباعی محنت کی کمی کو پورا کردیتی ہے۔ ہم نے ایسے لوگون کے حالات سُنے ہین جنھون نے کالج مین اپنی تعلیم کے برس سُستی مین ضائع کیے لیکن آخر مین تھوڑے زمانہ تک سخت محنت کرکے اور بھیگے تولیے سر مین باندھ باندھ کے اعلیٰ ڈگری حاصل کرلی۔ تم اس کو مان لو کہ ان بھیگے تولیون کا بھگتان زمانہ مابعد مین انھون نے اچھی طرح بھگتا ہوگا۔ لیکن یون بھی تو آخر اُن کو محنت کرنا ہی پڑی۔ اگر اسکول کے زمانہ کی حالت سے کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہین کہ دنیا کے ممتاز لوگون مین سے اکثر کو محنت و مشقت ہی کامیابی ہوئی نہ ذہانت و طباعی سے ولنگٹن نپولین۔ کلائو۔ اسکاٹ اور شرائڈن ان سب کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت کند ذہن اور غبی لڑکے تھے۔

اس مین شک نہین کہ بعض آدمی بمقابل دوسرون کے زیادہ دماغی قوت لے کے پیدا ہوتے ہین لیکن دو آدمیون کو زندگی کے میدان مین چھوڑ دو۔ ایک

خداداد دماغی قابلیت رکھتا ہو مگر اس کے ساتھ کاہل۔ بے پروا۔ اور اپنے نفس کا بندہ ہو۔ اور دوسرا ویسی دماغی قابلیت تو نہ رکھتا ہو لیکن جفاکش۔ ہوشیار۔ اور مستقل مزاج ہو۔ یہ پچھلا شخص اپنے ذہین حریف سے ضرور آگے نکل جائے گا۔ زمانہ کی طبعی دوڑ میں محنت بغیر ذہانت کے جیسی کامیابی حاصل کرے گی ذہانت بغیر محنت کے نہیں حاصل کر سکتی۔ جفاکشی اور نیک کرداری کی کمی کا تکملہ نہ مواقع حاصل ہونے سے ہو سکتا ہے۔ نہ ذہانت و طباعی سے نہ دولت مند دوستوں سے۔ اور نہ صاحب اثر قرابت داروں سے۔

علاقہ لنکن کا بشپ **گروس ٹیسٹ** جو ایک بڑا مدبر سلطنت تھا اُس کا ایک کاہل بھائی تھا جس نے ایک دن اُس سے آکے درخواست کی کہ مجھے بڑا آدمی بنا دو۔ اُس نے جواب دیا کہ "بھائی۔ اگر تمہارا ہل ٹوٹ گیا ہو تو اسے میں بنوا دیسکتا ہوں یا اگر تمہارا بیل مرگیا ہو تو میں تمہیں دوسرا خرید دے سکتا ہوں۔ مگر تمہیں بڑا آدمی نہیں بنا سکتا۔ میں نے تمہیں ایک ہل جتا پایا اور خیال کرتا ہوں کہ تمہیں ہل جتا ہی چھوڑ بھی جاؤں گا"

ملٹن فقط ذہین ہی نہ تھا بلکہ انتہا درجہ کا محنتی بھی تھا۔ وہ اپنے معمولات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "جاڑوں میں قبل اس کے کہ گھنٹوں کی آواز لوگوں کو بیدار کرے اُٹھ کے ورزش یا عبادت میں مشغول ہو جانا گرمیوں میں سب سے پہلے بیدار ہونے والے طائر کے ساتھ یا اس سے ذرا ہی بعد اُٹھ کے اچھے مصنفین کی کتابوں کا خود ہی مطالعہ کرنا یا اوروں سے پڑھوا کے سننا یہاں تک کہ قوت متخیلہ میں مستعدی پیدا ہو جائے یا قوت حافظہ میں اخذ کی پوری قوت آجائے۔ تب ہلکی مشقت کے ساتھ جس سے جسم میں تندرستی اور جفاکشی کی قوت برقرار رہے۔ نرم اور استقلال سے نبھنے والی محنت کر کے دماغ مذہب اور ملک کی آزادی کی خدمت کرنا"

اپنے کام کو بوجھ کی طرح نہ لادو۔ اگر تم چاہو تو اسے دلچسپ بنا سکتے ہو۔ دل و جان سے اُس میں مصروف ہو جاؤ۔ اسکی غرض پر حاوی ہو جاؤ۔ اُس کے اسباب اور اسکی تاریخ کا پتہ لگاؤ۔ اسکے تمام متعلقات پر غور کرو۔ اور دل میں یاد رکھو کہ حقیر سے حقیر کام بھی فائدہ بخش ہوتا ہے۔ اگر اس طرح کرو گے تو کوئی کام نہ ہوگا جس کے

انجام دینے کے لیے تم مین سرگرمی اور جوش نہ پیدا ہو جاے۔ تمھین اپنے کام سے محبت ہو جائے گی۔ اور جب تم اُسے خوشی کے ساتھ کرو گے تو تم کو اس مین آسانی بھی معلوم ہو گی ابتدا مین وہ چاہے غیر ممکن ہی نظر آتا ہو۔ یا چند روز تک اُس مین تمھارا دل نہ لگتا ہو۔ لیکن غور کرو گے تو ثابت ہو گا کہ ایسے ہی کام کی تمھارے لیے ضرورت تھی۔ اور وہی کام پہاڑون کی صحت بخش نسیم کی طرح تمھارے اخلاق کے حق مین مفید ہو سکتا ہے۔

ملک اسکینڈی نیویا کے رہنے والے یعنی تمھارے پُرانے آبا و اجداد **تھور** کی پوجا کرتے تھے جس کی مورت کے ہاتھ مین بسولا ہوا کرتا تھا۔ اور دیوالا کے پُرانے قصون مین **وولینڈ** کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے اپنی روح یعنی انسانی جسم کے پاکیزہ حصہ کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا تاکہ وہ دنیا کے بڑے سے بڑے لوہار سے بھی بڑھ جاے۔ جو کہ شوق محنت مین حد سے گزر جاتا تھا۔

یہ ایک اہم سوال ہے کہ سونے مین کتنا وقت صرف کرنا چاہیے۔ مگر اس کا فیصلہ خود فطرت کو کرنا چاہیے۔ بعض لوگون کو بعض سے زیادہ سونے کی ضرورت ہے۔ مین نہین سمجھتا کہ اُسکی جو مقدار فطرت نے مقرر کر دی ہے اس مین کمی کی جاسکے اور نہ میرا خیال ہے کہ جو وقت خواب خوش مین صرف ہوا وہ ضائع ہوا۔ عصبانی قوت کی بحالی مین نیند حیرت انگیز اثر رکھتی ہے جو قوت کہ شہر والون مین کبھی پوری نہین موجود ہوتی۔

سر اڈمنڈ کوک نے اپنے روزانہ اوقات کی تقسیم یون کی تھی۔ چھ گھنٹہ سوتا۔ چھ گھنٹہ غور کے ساتھ قانون کو مطالعہ کرنا۔ چار گھنٹہ عبادت۔ اور باقی وقت عجائبات قدرت کے مطالعہ مین۔ **سر ولیم جونس** نے اس مین یون ترمیم کی۔ چھ گھنٹہ مطالعۂ قانون مین سات گھنٹہ سونے مین۔ دس گھنٹہ دنیا کے عام مشاغل مین۔ اور سارا وقت خدا پرستی مین میرے لیے سونے کو نہ چھ ہی گھنٹہ کافی ہین نہ سات گھنٹہ۔ ہمین اتنی دیر تک سوتے رہنا چاہیے کہ اٹھین تو بحال و بشاش اُٹھین نہ پست۔

فکر و رنج کے زمانے مین کسی ایسے کام مین مشغول رہنا جو ہمارے خیالات کو اپنی طرف مصروف کرلے اکثر بڑی تسلی کا باعث ہوا کرتا ہے **ڈاکٹر سائمیرس** کا

تصانیف مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم

مولانا شرر کے خیالی ناول

- ۴۱- آغا صادق کی شادی ایک عجیب قصہ
- ۴۲- حسن کا ڈاکو حرامپور کے نواب کا اعمال نامہ دو حصہ
- ۴۳- اسرار دربار حرامپور حرامپور کے نواب کے رہے سہے حالات دو جلد
- ۴۴- غیب دان دلہن حیرت انگیز غیب دانی کی
- ۴۵- خوفناک محبت، ہندستان کی شریف ادنیٰ پاکدامنی و جہالت کی اس سے اچھی تصویر نہیں ہو سکتی
- ۴۶- بدنصیب مصنف کا پہلا اردو قلم دو حصہ
- ۴۷- ... کامل

ڈرامے اور نظمیں

- ۴۸- اسیری بابل گولڈسمتھ کے ایک ڈرامے کا اردو ترجمہ نظم میں
- ۴۹- زمانہ اور اسلام ایک پرزور لدو نیچرل نظم
- ۵۰- شب غم فراق کی بنیاد بیان کی رنجیدہ کارگزاریاں
- ۵۱- شب وصل فراق کے بعد وصل کا بیان

مضامین شرر

- شاعرانہ و عاشقانہ دو حصے
- تاریخی و جغرافی
- گذشتہ لکھنؤ
- سیر رجال
- ختم سال و شروع سال
- سیر نسوان دو حصے
- ادب و تحقیق مسائل
- اصلاح قوم و ملت
- تاریخی واقعات پر خیال آرائی
- نظم و ڈرامہ

دلگداز کی مکمل جلدیں

- جلد سنہ ۱۸۸۷ء
- جلد سنہ ۱۸۸۹ء
- جلد سنہ ۱۹۰۰ء
- جلد سنہ ۱۹۰۵ء
- جلد سنہ ۱۹۰۶ء
- جلد سنہ ۱۹۱۴ء
- جلد سنہ ۱۹۱۵ء
- جلد سنہ [illegible]ء
- جلد سنہ ۱۹۲۸ء
- جلد سنہ ۱۹۱۶ء
- جلد سنہ ۱۹۱۷ء
- جلد سنہ ۱۹۱۸ء
- جلد سنہ ۱۹۲۱ء
- جلد سنہ ۱۹۲۲ء
- جلد سنہ ۱۹۲۳ء
- جلد سنہ ۱۹۲۴ء
- جلد سنہ ۱۹۲۷ء
- جلد سنہ ۱۸۹۰ء
- منتخب مضامین دلگداز سنہ ۱۸۸۷ء

متفرق تصانیف

- انگلستان کی عورتیں، معیار زندگی
- اسلامی سوانح عمری مشاہیر اسلام کے حالات
- الحکم الرفاعیہ سید احمد رفاعی کے رسالہ کا ترجمہ
- حلیتہ العذرا، فارسی میں مریم کی تاریخ
- اولاد محمدی صلعم اول عدم کا کامل
- معتزلہ، مولانا کا ایک دلچسپ لکچر

(دیگر مطبوعات دلگداز پریس)

- مرزا غالب کی شاعری مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کا ایک محققانہ لکچر (چار آنہ)
- یادگار عمل، رینالڈ کے مشہور ناول کنستمہ کا ترجمہ حصہ اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم
- رفع النقاب، مروجہ پردے کی تردید
- اکادمی کی تاریخ مرزا محمد عسکری صاحب کا لکچر
- رامائن کے بعض سین
- اتالیق بی بی، میاں کی حرکتوں پر بی بی کا فرمان، نسخہ حقیقی